جلد ۹ — جنوری ۱۹۶۸ء — شمارہ ۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جنوری ۱۹۶۸ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ؛ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ (دار الصدر جنوبی - ربوہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۹ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱

جنوری ۱۹۶۸ء

ہمارا چھہترواں جلسہ سالانہ اور اُس کی عظیم الشان برکات

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہتم بالشان تائیدی نشانوں کا ظہور!

الحمدللہ ثم الحمدللہ امسال بھی ہمارا خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر مبنی للّٰہی جلسہ سالانہ جو اپنے شمار کے لحاظ سے چھہترواں جلسہ تھا اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں اپنے دامن میں لئے آیا اور شرکت کی غیر معمولی سعادت سے بہرہ یاب ہونے والے کم و بیش ایک لاکھ افراد کو ان رحمتوں اور برکتوں سے مالامال کرنے کا موجب بنا۔

اس کی یہ ایک عظیم الشان برکت ہی کیا کم ہے کہ پاکستان کے گوشہ گوشہ سے ہی نہیں بلکہ دنیا کے دُور دراز ممالک سے آنے والے خوش نصیب احباب کو اپنے جان و دل سے عزیز آقا امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زندگی بخش ارشادات اور متعدد پُر معارف خطابات سے فیضیاب ہونے اور اس طرح خدمت اسلام کے نئے عزائم اور ولولوں سے بھرپور حیاتِ تازہ سے ہمکنار ہونے کی غیر معمولی سعادت نصیب ہوئی۔ اپنے آقا کے یہ مہجور خدام عرصہ سے گن گن کر دن گزار رہے تھے کہ جلسہ سالانہ کے بابرکت ایام پھر آئیں اور ایک دفعہ پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ برحق کی زیارت اور حقائق و معارف سے پُر رُوح پرور تقاریر سے فیضیاب ہونے اور اس طرح اپنی تشنگی دُور کرنے کے انمول مواقع نصیب ہوں۔ سو الحمدللہ انہیں جلسہ کی ایک عظیم الشان برکت کے طور پر یہ انمول مواقع بار بار اور بے حساب نصیب ہوئے اور انہیں شاد کام و بامراد

کرنے کا موجب بنے علماء سلسلہ اور بعض دیگر ذی علم اصحاب کی نہایت ٹھوس، پُر مغز اور ایمان افروز تقاریر اس پر مستزاد تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان و بیان میں بھی برکت ڈالی اور ان سے ایمانوں کو جِلاء دینے والے ایسے حقائق و معارف بیان کرائے جو احباب کے لئے ازدیادِ ایمان و ایقان کا موجب ہوئے۔ پھر روزانہ ہی اپنے امام ہمام کی اقتداء میں پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کرنے، حضور ہی کی اقتداء میں متعدد اجتماعی دعاؤں میں شریک ہونے اور اس طرح قبولیت کی خاص گھڑیوں اور ان کی پاک تاثیرات سے بہرہ ور ہونے کی سعادت بھی انکے حصہ میں آئی۔

پھر رات کی خاموش گھڑیوں میں جبکہ دنیا والے نیند کے مزے لے رہے ہوتے ہیں روزانہ ہی باجماعت نماز تہجد میں شریک ہونے اور عجز و انکسار اور تضرع و ابتہال کے ذریعہ اپنے ربّ اور پروردگار کی رضا حاصل کرنے کی سعادت سے بھی وہ بہرہ یاب ہوئے۔ مزید برآں روزانہ ہی بہشتی مقبرہ میں جا کر حضرت امّاں جان نور اللہ مرقدہا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دیگر وفات یافتہ بزرگوں، ممتاز خادموں اور دین کی راہ میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں کرنیوالے خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کے مزاروں پر دعائیں کرنے کی بھی انہیں توفیق ملی۔ اِس پر مستزاد یہ کہ دُور و دراز علاقوں میں بُود و باش رکھنے والے اپنے رشتہ داروں، عزیزوں اور دینی بھائیوں سے ملاقاتیں کرنے اور محبت و اخوت کے پُرکیف مظاہروں سے لطف اندوز ہونے کی نعمتِ غیر مترقبہ سے بھی وہ سرفراز ہوئے۔
جلسہ سالانہ کے طفیل حاصل ہونیوالی بے شمار برکتوں اور رحمتوں میں سے ہم نے یہاں صرف چند ایک برکتوں اور رحمتوں کا نہایت اختصار سے ذکر کیا ہے کیونکہ جملہ برکتوں کو تفصیل سے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

البتہ جلسہ سالانہ کی ایک خاص برکت ایسی ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت نیز خلافتِ اولیٰ اور خلافتِ ثانیہ کے تسلسل میں خلافتِ ثالثہ کی حقانیت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کرتے ہوئے خارق عادت طور پر ایمانوں کو نئی تازگی اور پختگی بخشنے والی اور رُوحوں کو نئی بالیدگی عطا کرتے ہوئے انہیں نئی رفعتوں سے ہمکنار کرنے والی ہے۔ علی الخصوص جلسہ سالانہ کی اس عظیم الشان اور خارق عادت برکت کا ذکر نہ کرنا ایک گونہ ناشکری کے مترادف ہوگا اس لئے ہم سطور ذیل میں اظہارِ تشکر کے طور پر اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جلسہ سالانہ کی وہ عظیم الشان اور خارق عادت برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص اس تعلق میں تائید و نصرت اور اللہ تعالیٰ کی معیت کے تازہ بتازہ درخشندہ نشانوں کا ہمہ بالشان ظہور ہے۔ یوں تو خدائی وعدوں کے مطابق گزشتہ ۷۶ سال سے اس الٰہی جلسہ کا سال بسال پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ انعقاد پذیر ہونا، لوگوں کا اس میں شرکت کے لئے دُور و دراز ممالک اور علاقوں سے دیوانہ وار کھنچے چلے آنا اور ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کے عالم میں اس کی عظیم الشان برکات سے مستفیض ہونا اپنی ذات میں خود ایک عظیم الشان نشانِ صداقت ہے لیکن اس مستقل اور بار بار ظاہر ہونیوالے

نشانِ صداقت کے علاوہ اس جلسہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے کئی نئے اور تازہ بتازہ نشان ظاہر فرما کر اِس امر کا ایک اور درخشندہ ثبوت بہم پہنچایا کہ غلبۂ اسلام کی غرض سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خود قائم فرمایا ہے اور وہ خود ہی خلافت کے آسمانی نظام کے ذریعہ اسے دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرما رہا ہے۔

سو الحمد للہ ہمارے قادر و عزیز خدا نے جلسۂ سالانہ سے قبل بھی خاص جلسہ کے تعلق میں تائید و نصرت کے نشان ظاہر فرمائے، پھر جلسہ کے دوران بھی نشان ہائے صداقت کے ظہور کو جاری رکھا اور اب اس کے بعد بھی ان نشانوں کا سلسلہ جاری ہے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم یہاں ان میں سے چند ایک نشانوں کا اختصار سے ذکر کرتے ہیں۔

ان میں سے پہلا **اہم بالشان نشان** جو جلسہ کے انعقاد سے معاً قبل ظاہر ہوا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور احباب جماعت کی خاص جلسہ کے تعلق میں ایک دعا کی قبولیت اور قبل از وقت اس دعا کی قبولیت پر وثوق کے معجزانہ اظہار سے تعلق رکھتا ہے۔ جلسہ کے انعقاد سے تین روز قبل یعنی ۸ر جنوری ۱۹۶۸ء کو جبکہ جلسہ کے جملہ انتظامات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے تھے یکدم پھر شدید سردی ہوگئی اور آسمان پر بادل چھا جانے سے اس بات کا امکان پیدا ہوگیا کہ کہیں بارش کے شروع ہو جانے سے جلسہ کے انتظامات کو ناقابلِ تلافی نقصان نہ پہنچے۔ اُس وقت سب نے ہی اور سب سے بڑھ کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدائے توانا کے حضور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس موقع پر خاص رحم فرمائے۔ اس دعا کے بعد خدائی تصرّف کے ماتحت حضور کا دل اس یقین اور وثوق سے پُر ہوگیا کہ خدا تعالیٰ ضرور رحم فرمائے گا۔ چنانچہ اُس روز جب حضور مغرب کی نماز پڑھانے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور محترم مولانا ابو العطاء صاحب نے بارش کے آثار کا ذکر کیا تو حضور نے بڑے وثوق سے فرمایا کہ بارش نہیں ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بادلوں کو خدا کی طرف سے برسنے کا اذن نہ ملا اور ۹ر جنوری کی صبح سے پہلے پہلے مطلع صاف ہوگیا اور پھر جلسہ کے ایام اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر طرح خیریت سے گزرے۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی معیّت اور تائید و نصرت کا اہم بالشان نشان ظاہر فرما کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے قائم کردہ سلسلہ کی صداقت اور خلافتِ ثالثہ کی حقانیت کو ایک نئے رنگ میں آشکار کر دکھایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں الفضل ۲۳ر جنوری ۱۹۶۸ء صفحہ اوّل)

دوسرا **اہم بالشان نشان** جو خاص جلسۂ سالانہ کے موقع پر ظاہر ہوا وہ یَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کے خدائی وعدہ کے ایک نئے رنگ میں اور نئی شان کے ساتھ ظہور سے تعلق رکھتا ہے۔

یُوں تو ہر سال ہی جلسہ سالانہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ پُورا ہوتا ہے لیکن امسال یہ وعدہ جس نئی شان کے ساتھ پُورا ہُوا وہ بلاشبہ ایک نئے اہم بالشان نشانِ صداقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ امسال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ سے قریباً ساڑھے تین ماہ قبل احباب جماعت کو تحریک فرمائی تھی کہ وہ امسال اَور بھی زیادہ تعداد میں جلسہ میں شامل ہوں اور بالخصوص اس نیت سے بھی جلسہ میں شامل ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اُن فضلوں اور رحمتوں کا شکر بجا لانا چاہتے ہیں جن کا مشاہدہ ساری جماعت نے حضور کے سفرِ یورپ کے دَوران کیا ہے۔ حضور کی یہ تحریک دراصل ایک نئے اہم بالشان نشانِ صداقت کے ظہور کا پیش خیمہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی حضور سے یہ تحریک کرائی اور پھر خود ہی احباب جماعت کو امسال اَور بھی زیادہ تعداد میں جلسہ پر کھنچے چلے آنے کی توفیق عطا فرما کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور خلافتِ ثالثہ کی حقانیت کو ایک نئے رنگ میں آشکار کر دکھایا۔ احباب اپنے آقا کی آواز پر والہانہ لبّیک کہتے ہوئے مشرقی اور مغربی پاکستان کے کونہ کونہ سے ہی نہیں بلکہ امریکہ، برطانیہ، مغربی جرمنی، ہالینڈ، کینیا، یوگنڈا، ماریشس، دوبئی، ایران، جزائر فجی اور متعدد دیگر ممالک سے بھی دیوانہ وار کھنچے چلے آئے۔ وہ پہلے سے بڑھ کر تعداد میں آئے اور اس کثرت سے آئے کہ امسال جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب جا پہنچی جبکہ گزشتہ سال جلسہ میں شمولیت اختیار کرنے والوں کی تعداد ۸۰ ہزار تھی (تفصیل کے لئے دیکھیں الفضل ۱۷ر جنوری و ۱۸ر جنوری ۱۹۶۸ء صفحہ اوّل)

تیسرا اہم بالشان نشان جو امسال جلسہ سالانہ کے موقع پر ظاہر ہُوا وہ خدا تعالیٰ کی معیّت کے ایک نئے درخشندہ ثبوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جلسہ کے دَوران نانبائیوں کے سراسر غیر متوقع اور انتہائی افسوسناک طرزِ عمل کے باعث انتظامات میں اچانک ایک ایسا خلل واقع ہُوا جسے دُور کرنا بظاہر کارکنان کے بس میں نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس انتہائی نازک موقع پر اپنے مقرر کردہ خلیفہ برحق کی رہنمائی فرما کر اور احبابِ جماعت کو حضور کی ہدایات پر کما حقہ، عمل پیرا ہونے کی غیر معمولی توفیق عطا فرما کر ایسے سامان بہم پہنچائے کہ وہ غیر متوقع اور اچانک رونما ہونے والا رخنہ دیکھتے ہی دیکھتے دُور ہوگیا۔ اس موقع پر جو واقعہ گزرا وہ اپنے اندر آدم اور شیطان کے درمیان جنگ کا رنگ لئے ہوئے تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت کے ماتحت آدم فیصلہ کن طور پر فتحیاب ہُوا۔ اس کے نتیجہ میں قربانی و ایثار اور اطاعت و خدمت کی ایسی درخشندہ مثال قائم ہوئی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ یہ وہ معجزہ کی قوت رکھنے والا اہم بالشان نشان تھا جس نے روزِ روشن کی طرح ایک نئی شان کے ساتھ آشکار کر دکھایا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ برحق

ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور خاص معیت حاصل ہے اور وہی آپ کی آسمانی قیادت میں جماعت کو قدم قدم پر ترقیات عطا فرما رہا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں الفضل ۱۸ر جنوری ۱۹۶۸ء صفحہ ۸)

الغرض ہم نے جلسہ سالانہ پر خدائی رحمتوں اور برکتوں کو بارش کی طرح برستے دیکھا اور احمدیت کی صداقت اور خلافتِ ثالثہ کی حقانیت کے عظیم بالشان نشانوں کے پیہم ظہور کا بچشمِ خود مشاہدہ کیا۔ رحمتوں اور برکتوں کا یہ نزول اور عظیم بالشان تائیدی نشانوں کا یہ پیہم ظہور ہمارے لئے ازحد ازدیادِ ایمان و یقین کا موجب ہوا۔ اور پھر ان رحمتوں اور برکتوں اور خدائی نشانوں کا یہ سلسلہ جلسہ کے نہایت درجہ کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہونے کے ساتھ ختم نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد بھی جاری رہا ہے اور جاری رہے گا یہاں تک کہ ستتر واں جلسہ سالانہ آکر رحمتوں اور برکتوں کے نزول اور خدائی نشانوں کے ظہور کا دروازہ نئے سرے سے نئی شان کے ساتھ کھول دے گا۔

جلسہ سالانہ کے بعد سے بیرونی ممالک کے احمدیہ مشنوں سے جو اطلاعات آ رہی ہیں وہ اس امر پر شاہدِ ناطق ہیں کہ رحمتوں اور برکتوں کا یہ نزول برابر جاری ہے۔ جلسہ پر کی جانے والی دردمندانہ دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں ان سب ممالک میں غلبۂ اسلام کی راہ اور زیادہ بہتر طریق پر ہموار ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے وہاں لوگوں کے دلوں کو بڑے زور کے ساتھ اسلام کی طرف پھیر رہے ہیں اور وہ لوگ مسلمان نہ ہونے کے باوجود اسلام کے خلاف پادریوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی از خود تردید کر رہے ہیں اور پادریوں کو مطعون کر رہے ہیں کہ وہ اسلام کو بدنام کرنے میں سراسر تعصب کی راہ پر گامزن ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ر جنوری ۱۹۶۸ء میں ان میں سے بعض اطلاعات کا کسی قدر تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

جلسہ سالانہ کے بابرکت موقع پر اور اس کے بعد بھی خدائی رحمتوں اور برکتوں کے اس غیر معمولی نزول اور عظیم بالشان خدائی نشانوں کے ظہور پر ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے ان احسانوں پر پہلے سے بہت بڑھ کر شکر بجا لائیں اور اس طرح اس کے مزید انعامات کے وارث بنیں۔ شکر کا صحیح طریق یہ ہے کہ ہم اس حقیقت کو کبھی اور کسی حال میں بھی فراموش نہ ہونے دیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ رحمتیں اور برکتیں اور یہ عظیم بالشان نشانات خلافت کے آسمانی نظام کے طفیل ظہور میں آ رہے ہیں۔ ہماری خلافت کے ساتھ وابستگی اور محبت و عشق کے رنگ میں کامل اطاعت کے جذبہ کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ خدائی

رحمتوں، برکتوں اور نشانوں کا مورد بننے کی سعادت ہمارے حصہ میں آرہی ہے۔ پس ہمیں خلافت کے ساتھ دلی وابستگی اور کامل اطاعت کے جذبہ کو اوجِ کمال تک پہنچا کر اپنے آپ کو اس قابل بنانا چاہیئے کہ ہم اُن نئی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ ادا کر سکیں جو غلبۂ اسلام کے سلسلہ میں عنقریب ہمارے کندھوں پر پڑنے والی ہیں۔ اس حال میں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ تعمیر بیت اللہ کے مقاصد اور ان کی تکمیل سے متعلق احبابِ جماعت کے سامنے عنقریب ایک عملی منصوبہ رکھنے والے ہیں ہم پر بدرجہ اولیٰ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم سُستیاں اور غفلتیں ترک کرتے ہوئے اس منصوبہ پر عملدرآمد کے لئے ابھی سے تیار ہو جائیں تا ایسا نہ ہو کہ ہم خدائی رحمتوں اور برکتوں کے نزول اور خدائی نشانوں کے ظہور کو مشاہدہ کرنے کے باوجود اپنی کسی غفلت یا سُستی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا شُکر بجالانے میں کوتاہی کرنے والے قرار پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے انجام سے محفوظ رکھے اور محض اپنے فضل سے ہمیں حقیقی معنوں میں اپنے شُکر گزار بندے بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

خارقِ عادت تائیدی نشان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جب اللہ تعالےٰ دنیا میں کسی کو مامور کر کے بھیجتا ہے تو اس کی تائید میں خارقِ عادت نشان بھی ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اس جگہ بھی اُس نے میری تائید کے لئے بہت سے نشان ظاہر کئے ہیں جن کو لاکھوں انسانوں نے دیکھا ہے اور وہ اس پر گواہ ہیں۔ تاہم مَیں اپنے خدا پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ اُس نے ان ہی نشانوں پر حصر نہیں کیا اور آئندہ اس سلسلہ کو بند نہیں کیا۔ وقتاً فوقتاً وہ اپنے ارادہ سے جب چاہتا ہے نشان ظاہر کرتا ہے۔"

(الحکم ۱۷ / ۱۰ مئی ۱۹۰۴ء)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

انسان خدا تعالیٰ کی تجلیات اور زبردست نشانوں کا محتاج ہے

اس کے بغیر انسان کے ایمان میں تازگی اور پختگی نہیں آتی

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کی تجلیات اور تائید و نصرت کے زبردست نشانوں کی ضرورت اور ان کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اسلام میں فرقان ہے۔ خدا نے ہمیشہ سے اسلام میں ایک امر خارق رکھا ہے اور تازہ بتازہ نشانات ہیں نشان کا نام سنکر آجکل کے فلسفہ پڑھنے والے کچھ کشیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے وجود کا پتہ لگانے کے واسطے نشانات اور انبیاء کے وجود کی کیا ضرورت ہے؟

مگر یاد رکھو کہ اس نظام شمسی اور اس ترتیب عالم سے جو کہ ایک ابلغ اور محکم رنگ میں پائی جاتی ہے۔ اس سے نتیجہ نکالنا کہ خدا ہے یہ ایک ضعیف ایمان ہے اس سے خدا کے وجود کے متعلق پوری تسلی نہیں ہو سکتی' امکان ثابت ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یقیناً خدا ہے اگر اس میں یقینی اور قطعی دلائل ہوتے تو پھر لوگ دہریہ کیوں ہوتے؟ بڑے بڑے محقق کتابیں تالیف کرتے ہیں مگر ان کے دلائل ناطقہ اور براہین قاطعہ نہیں ہوتے۔ کسی کا منہ بند نہیں کر سکتے اور نہ ان سے یقینی ایمان تک انسان پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایک شخص ان امور سے خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل بیان کرے گا تو ایک دہریہ اس کے خلاف دلائل بیان کر دے گا۔

دراصل بات یہ ہے کہ اس طرح اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا ہونا چاہیئے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہے۔ ہونا چاہیئے اور ہے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہے مشاہدہ کو چاہتا ہے مگر دوسرا حصہ جو وجود باری تعالیٰ کے واسطے انبیاء نے پیش کیا ہے کہ زبردست نشانات معجزات اور خدا کی زبردست طاقت کے ظہور سے اس کی ہستی ثابت کی جاوے۔ یہ ایک ایسی راہ ہے کہ تمام سر اس دلیل کے آگے جھک پڑتے ہیں۔ اصل میں بہت سے عرب دہریہ تھے جیسا کہ قرآن شریف کی آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا. کیا عرب جیسے اجڈ اور بے باک' بے قید' بے دھڑک لوگ تلوار سے آپ نے سیدھے کئے تھے۔ اور ان کی آپؐ کی بعثت سے پہلی اور پچھلی زندگی کا عظیم الشان امتیاز اور فرق اس وجہ سے تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکے تھے؟ یا کیا صرف سادہ اور نری اخلاقی تعلیم

تھی جس سے ان کے دلوں میں ایسی پاک تبدیلی پیدا ہو گئی تھی ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یاد رکھو کہ تلوار انسان کے ظاہر کو فتح کر سکتی ہے مگر دل کبھی تلوار سے فتح نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ وہ انوار تھے جن میں خدا کا چہرہ نظر آتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسے ایسے خارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ خود خدا ان لوگوں کے سامنے آموجود ہوا تھا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے جلال اور جبروت کو دیکھ کر گناہ سوز زندگی اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی تھی۔

اب پھر وہی وقت ہے اور ویسا ہی زمانہ۔ پس اس وقت بھی خدا کی ہستی کا یقین اسی ذریعہ سے ہو گا جس ذریعہ سے ابتداء میں ہوا تھا۔ اسلام وہی اسلام ہے لہذا اس کی کامیابی اور سرسبزی کے بھی وہی ذریعے ہیں جو ابتداء میں تھے۔ اب بھی ضرورت ہے تو اس بات کی کہ خدا کے چہرہ نما ہیبت ناک اقتداری نشانات ظاہر ہوں اور یقین جانو کہ کوئی شخص گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کی معرفت کامل نہ ہو۔ یہ گناہ اور طرح طرح کے معاصی جو چاروں طرف دنیا میں بکھرے پڑے ہیں ان کے دور کرنے کے واسطے صرف خشک ایمان کافی نہیں۔ کیا وہ خوف خدا جیسا کہ چاہیئے دنیا میں موجود ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اصل میں انسان نفس امارہ کی زنجیروں میں ایسا جکڑا ہوا ہے جیسے کوئی چڑیا کا بچہ ایک شیر کے پنجے میں۔ جب تک اس نفس کے پنجے سے نجات نہ پا جاوے تب تک تبدیلی محال ہے اور گناہ سے بچنا مشکل۔ مگر دیکھو اگر ابھی ایک ہیبتناک زلزلہ آجاوے اور در و دیوار اور مکان کا چھت لرزنے لگے تو دلوں پر ایک ایسی ہیبت طاری ہو گی اور ایسا خوف دلوں پر چھا جائے گا کہ اس وقت گناہ کا خیال تک بھی دلوں میں نہ رہے گا۔ ایک خطرناک مہلک مرض کے وقت جو حالت انسان کی ہوتی ہے وہ امن اور آرام و آسائش کی زندگی میں ہرگز ممکن نہیں۔

انسان اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے کے واسطے خدا تعالیٰ کی تجلیات اور زبردست نشانوں کا محتاج ہے۔ ضروری ہے کہ خدا کوئی ایسی راہ پیدا کر دے کہ انسان کا ایمان خدا تعالیٰ پر تازہ اور پختہ ہو جاوے اور صرف زبان تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اس ایمان کا اثر اس کی عملی حالت پر بھی ظاہر ہو جاوے اور اس طرح سے انسان سچا مسلمان ہو جاوے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں الہاماً یہ فرمایا ؎

چو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

یہ خدا کا کلام ہے۔ آجکل اگر عمیق نظر سے اور غور سے دیکھا جاوے تو زبانی ایمان ہی کثرت سے نظر آوے گا۔ پس خدا کا یہی منشاء ہے کہ لفظی اور زبانی مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنایا جاوے۔

یہودی کیا توریت پر ایمان نہیں لاتے تھے؟ قربانیاں نہ کرتے تھے؟ مگر خدا تعالےٰ نے اُن پر لعنت بھیجی اور کہا کہ تم مومن نہیں ہو۔ بلکہ بعض نمازیوں کی نماز پر بھی لعنت بھیجی ہے جہاں فرمایا ہے وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ یعنی لعنت ہے ایسے نمازیوں پر جو نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ صلوٰۃ اصل میں آگ میں پڑنے اور محبتِ الٰہی اور خوفِ الٰہی کی آگ میں پڑ کر اپنے آپ سے جل جانے اور ماسوی اللہ کو جلا دینے کا نام ہے۔ اور اس حالت کا نام ہے کہ صرف خدا ہی خدا اس کی نظر میں رہ جاوے اور انسان اس حالت تک ترقی کر جاوے کہ خدا کے بلانے سے بولے اور خدا کے چلانے سے چلے۔ اس کی کُل حرکات اور سکنات، اس کا فعل اور ترکِ فعل سب اللہ ہی کی مرضی کے مطابق ہو جاوے۔ خودی دُور ہو جاوے۔

غرض یہ باتیں ہیں اگر خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو۔ مگر جب تک خدا کسی کے دل کے دروازے نہ کھولے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ دلوں کے دروازے کھولنا خدا تعالےٰ ہی کا کام ہے۔ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَیْرًا اَقَامَ وَاعِظًا فِیْ قَلْبِهٖ۔ جب انسان کے اچھے دن آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو انسان کی درستی اور بہتری منظور ہوتی ہے تو خدا انسان کے دل میں ہی ایک واعظ کھڑا کر دیتا ہے۔ اور جب تک خود انسان کے اندر ہی واعظ پیدا نہ ہو تب تک بیرونی وعظوں کا اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ مگر وہ کام خدا کا ہے ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارا کام صرف بات کا پہنچا دینا ہے۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔ تصرف خدا کا کام ہے۔ ہم اپنی طرف سے بات کو پہنچا دینا چاہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پوچھے جاویں کہ کیوں اچھی طرح سے نہیں بتایا۔ اِسی واسطے ہم نے زبانی بھی لوگوں کو سُنایا ہے۔ تحریری بھی اس کام کو پُورا کر دیا ہے۔ دنیا میں کوئی کم ہی ہوگا جو اَب بھی یہ کہدے کہ اس کو ہماری تبلیغ نہیں پہنچی یا ہمارا دعوےٰ اُس تک نہیں پہنچا

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۹ ۳ صفحہ ۵ تا ۷ مورخہ ۱۸ رجون ۱۹۰۸ء)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

إِنْ رُمْتَ دَرَجَاتٍ فَكُنْ كَعَفَاءٍ

(اگر تو درجات کا قصد کرتا ہے تو خاک کی طرح ہو جا)

إِنِّيْ دَعَوْتُ اللّٰهَ رَبًّا مُحْسِنًا — فَأَرَى عُيُوْنَ الْعِلْمِ بَعْدَ دُعَائِيْ

میں نے اپنے خدا ربِّ محسن سے دُعا کی — تو اپنی دعا کے بعد میں نے علم کے چشمے دیکھے

إِنَّ الْمُهَيْمِنَ لَا يُعِزُّ بِنَخْوَةٍ — إِنْ رُمْتَ دَرَجَاتٍ فَكُنْ كَعَفَاءٍ

یقیناً خدا تعالیٰ تکبّر سے عزّت نہیں دیتا — اگر تُو درجات کا قصد کرتا ہے تو خاک کی طرح ہو جا

وَاللّٰهِ قَدْ فَرَّطْتَ فِيْ أَمْرِيْ هَوًى — وَأَبَيْتَ كَالْمُسْتَعْجِلِ الْخَطَّاءِ

بخدا میرے متعلق تُو نے ہوا و ہوس کی وجہ سے افراط سے کام لیا ہے — اور جلد باز خاطی کی طرح انکار کیا ہے

يَخْشَى الْكِرَامُ دُعَاءَ أَهْلِ كَرَامَةٍ — رُحْمًا عَلَى الْأَزْوَاجِ وَالْأَبْنَاءِ

نیک لوگ اپنے بیوی بچّوں پر — رحم کرتے ہوئے اہلِ کرامت کی دُعا سے ڈرتے ہیں

عِنْدِيْ دُعَاءٌ خَاطِفٌ كَصَوَاعِقٍ — فَحَذَارِ ثُمَّ حَذَارِ مِنْ أَرْجَائِيْ

میرے پاس دعا ہے جو بجلی کی طرح اُچک لینے والی ہے — پس میرے کناروں سے دُور رہ دُور رہ

وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَا أُرِيْدُ إِمَامَةً — هٰذَا خَيَالُكَ مِنْ طَرِيْقِ خَطَاءٍ

بخدا میں کسی پیشوائی کو نہیں چاہتا — میرے متعلق تیرا ایسا خیال خطاء کا طریق ہے

إِنَّا نُرِيْدُ اللّٰهَ رَاحَةَ رُوْحِنَا — لَا سُؤْدَدًا وَرِيَاسَةً وَّعَلَاءٍ

ہم خدا کو چاہتے ہیں جو کہ ہماری روح کا آرام ہے — سرداری، ریاست اور بلندی کو ہم نہیں چاہتے۔

(خطبہ الہامیہ)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از فنائے ما پدید اندر بقا

(ہماری فنا کے نتیجہ میں بقا ظاہر ہوگئی)

تا نہ قربانِ خدائے خود شویم — تا نہ محوِ آشنائے خود شویم

جب تک ہم اپنے خدا پر قربان نہ ہو جائیں — اور جب تک ہم اپنے دوست کے اندر محو نہ ہو جائیں

تا نہ باشیم از وجودِ خود بروں — تا نہ گردد پُر ز مہرش اندروں

جب تک ہم اپنے وجود سے علیحدہ نہ ہو جائیں — اور جب تک سینہ اس کی محبت سے بھر نہ جائے

تا نہ بر ما مرگ آید صد ہزار — کے حیاتے تازہ بینیم از نگار

جب تک ہم پر لاکھوں موتیں وارد نہ ہوں — تب تک ہمیں اس معشوق کی طرف سے نئی زندگی کب مل سکتی ہے

تا نباشد عشق و سودا و جنوں — جلوہ ننماید نگارِ بے چگوں

جب تک عشق اور سودا اور جنون نہ ہو — تب تک وہ بے مثال معشوق اپنا جلوہ نہیں دکھاتا

چوں نہاں است آں عزیزے محترم — ہر کسے راہے گزینند لاجرم

چونکہ وہ عزت والا محبوب پوشیدہ ہے — تو ہر شخص کوئی نہ کوئی راستہ اس کے ملنے کیلئے اختیار کرتا ہے

ما کہ با دیدارِ او رُو تافتیم — از رہِ عشق و فنائش یافتیم

ہم لوگ جنہوں نے اس کے دیدار سے اپنا چہرہ روشن کیا ہے — ہم نے تو اسے عشق اور فنا کے راستہ سے پایا ہے

ترکِ خود کردیم بہرِ آں خدا — از فنائے ما پدید آمد بقا

اس خدا کے لئے جب ہم نے اپنی خودی ترک کر دی — تو ہماری فنا کے نتیجہ میں بقا ظاہر ہو گئی۔

(سراج منیر)

دُعا کے متعلق تین بنیادی باتیں

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"اور یہ بھی یاد رہے کہ دُعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اِس بات کا حاصل ہونا خلافِ مصلحتِ الٰہی بھی نہ ہو کیونکہ بسا اوقات دعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کے لئے خلافِ مصلحتِ الٰہی ہوتی ہے اور اس کے پُورا کرنے میں خیر نہیں ہوتی۔" (برکات الدعا صفحہ ۱۳)

یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبولیتِ دعا کے لئے جن شرائط کا ذکر کیا ہے یعنی تقویٰ، طہارت، کامل یقین، کامل محبت وغیرہ یہ اس قبولیتِ دعا سے متعلق ہیں جو اصطفاء کے رنگ میں ہو لیکن جو قبولیتِ دعا ابتلاء کے رنگ میں ہو اس کا ان شرائط سے تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ کنچنیوں کو بھی اللہ تعالیٰ سچا خواب دکھاتا ہے تاکہ اُن کی ہدایت کے سامان پیدا کرے، تا وہ اُن کے دل میں یہ خیال پیدا کرے کہ وہ اس گند سے باہر نکلیں اور پاکیزگی کے منبع اور سرچشمہ کی طرف بھاگیں اور اپنے آپکو پاک کرنے کی کوشش کریں لیکن اگر دعا کرنے والے کا دل تقویٰ کے نور سے منور نہ ہو یا اس کا سینہ پاکیزگی کی خوشبو سے خالی ہو یا اس کی زبان راست گوئی کا طریق اختیار کرنے والی نہ ہو اور اس کا دل کامل یقین اور کامل محبت سے پُر نہ ہو، اس کا ذہن کامل توجہ سے اپنے رب کی طرف جھکنے والا نہ ہو یا جو چیز مانگی گئی ہے وہ علام الغیوب کے نزدیک اس شخص کے لئے جس کیلئے وہ مانگی گئی خیر کا موجب نہ ہو تو تمام حالتوں میں دعا کو رد کر دیا جاتا ہے مگر آخری صورت میں اللہ تعالیٰ کسی اور رنگ میں ایسی دعا کا انسان کو بدلہ دے دیتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کیا یہ تسلی بخش ثبوت نہیں ہے کہ قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک روحانی قانونِ قدرت ہے کہ دعا پر حضرتِ احدیت کی توجہ جوش مارتی ہے اور سکینت اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی ملتی ہے۔ اگر ہم ایک مقصد کی طلب میں غلطی پر نہ ہوں تو وہی مقصد مل جاتا ہے اور اگر ہم اُس خطا کار بچے کی طرح جو اپنی ماں سے سانپ یا آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے اپنی دعا اور سوال میں غلطی پر ہوں تو خدا تعالیٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا کرتا ہے اور بایں ہمہ دونوں صورتوں میں ہمارے ایمان کو بھی ترقی دیتا ہے کیونکہ ہم دعا کے ذریعہ سے

پیش از وقت خدا تعالیٰ سے علم پاتے ہیں اور ایسا یقین بڑھتا ہے کہ گویا ہم اپنے خدا کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے کہ ابتداء سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے جب خدا کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنت اللہ یہ ہے کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہوجاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اس امر کے ہوجانے کے لئے معروف کرتا ہے تب اس مرد فانی کی دعائیں فیوض الٰہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے کام بن جائے۔" (ایام الصلح ص۱)

تو اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں دعا کے متعلق تین بنیادی باتیں ہمیں بتاتا ہے۔

ایک یہ کہ جب تک ہم دعا کے ذریعہ سے، مقبول دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب نہ کریں اُس وقت تک اپنے اعمال پر ہم خوش نہیں ہوسکتے۔ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرے گا بھی یا کہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف اور پُرشوکت الفاظ میں ہمیں بتادیا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ تمہاری کیا پرواہ ہے، تمہاری نیکیوں کی کیا پرواہ ہے، تمہارے اعمال کی کیا پرواہ ہے میرے رب کو اگر دعا کے ساتھ تم اس کی طرف جھکو نہ۔

لیکن ہمیں تو اس کی پرواہ ہے اور اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی محبت کے جلوے ظاہر کرتا رہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم دعاؤں کے ذریعہ سے، ان دعاؤں کے ذریعہ سے جن میں تمام شرائط دعا پائی جاتی ہوں اس کے فضل کو جذب کرنے والے ہوں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہمارے اعمال کی اتنی بھی قیمت نہیں جتنی کیڑی کے ایک پاؤں کی قیمت دنیا کی نگاہ میں ہے۔

دوسرے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اسلام نے ایسی تعلیم ہمیں عطا کی ہے کہ اگر ہم اس تعلیم کو پیش نظر رکھیں اور اسلام کی ہدایات پر عمل کریں تو ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ ہمارا خدا جو سمیع ہے ہماری دعاؤں کو سنیگا اور قبول فرمائے گا اور ہمارے لئے اپنی رحمت کے سامان پیدا کرے گا۔

اور تیسری بات ہمیں یہ بتائی کہ خدا تعالےٰ بے شک السمیع ہے لیکن وہ علیم بھی ہے۔ ایک انسان دنیا کو دھوکا دے سکتا ہے، وہ ظاہر میں بزرگی کا جُبہ پہن سکتا ہے، وہ ہزار تکلف کے ساتھ اپنی بزرگی کا اعلان کرسکتا ہے لیکن اپنے رب کو وہ دھوکا نہیں دے سکتا پس وہی شخص خدا کے نزدیک مقبول ہے اور اُسی کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں جن کے دل میں کسی قسم کا فساد اور گند اور ناپاکی نہ ہو۔ کبر، تکبر، نخوت، خود پسندی، خود رائی، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا اور دنیا کو حقیر سمجھنا یہ باتیں نہ ہوں بلکہ خدا تعالےٰ کے حقیقی عشق سے جو گناہ سوز ہے اس کی تمام کمزوریاں اور گناہ خاک ہوگئے ہوں اور وہ ایک پاک دل

کے ساتھ اور ایک مطہر سینہ کے ساتھ اور آنسو بہانے والی آنکھ کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکنے والا ہو تب اس کی دعا کو قبول کیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارا خدا (نعوذ باللہ) جاہل نہیں ہے، کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ جیسا کہ قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے بیان ہؤا ہے جانتا ہے کہ کون متقی ہے اور کون نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ کون ہمارا دشمن ہے اور کون دوست۔ وہ جانتا ہے کہ کس چیز میں ہماری بھلائی ہے اور کس چیز میں ہمارا نقصان ہے۔ پس ہماری دعاؤں کو علیم ہونے کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔ وہ (نعوذ باللہ) بے وقوف ماں کی طرح نہیں ہے کہ اگر بچہ آگ کا انگارہ اس سے مانگے تو بعض دفعہ چڑچڑے پن میں وہ آگ کا انگارہ اُس کے سامنے رکھ دیتی ہے اور بچے کے ہاتھ کو جلا دیتی ہے۔ وہ ماں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے، وہ باپ سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے۔ وہ جب دعاؤں کو قبول کرنے پر آتا ہے تو انہی دعاؤں کو اور اسی رنگ میں قبول کرتا ہے جو دعائیں جس رنگ میں ہمارے فائدہ کے لئے ہیں۔

لیکن جب دُعا میں جو چیز مانگی گئی ہے وہ ہمارے فائدہ کے لئے نہ ہو تو وہ اُسے ردّ کر دیتا ہے اور اس کی بجائے محض اپنے فضل اور رحم سے کسی اَور شکل اور کسی اَور رنگ میں اپنی رحمت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ بڑا ہی پیار کرنے والا، وہ بڑی ہی محبت کرنے والا ربّ ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کے شکر گزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گزاریں اور جماعت کے اندر اتحاد اور اتفاق کو ہمیشہ قائم رکھیں اور اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہ کریں کہ سب بزرگیاں اور ساری "ولایت" خلافتِ راشدہ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ جو شخص اس سے باہر اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے اس کی دعائیں اگر قبول بھی ہوں تو وہ قبولیت اصطفاء کی نہیں وہ قبولیت ابتلاء اور امتحان کی ہے۔ پس اپنے ربّ سے ڈرتے رہنا چاہیئے +

(اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ رجون ۱۹۶۷ء مطبوعہ الفضل ۱۱ رجون ۱۹۶۷ء)

نئی زندگی اور نئی پیدائش

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے تاکہ تم نئی زندگی میں ایک اَور پیدائش حاصل کرو۔" (الحکم ۲۴ رجون ۱۹۰۲ء)

مقامِ عُبُودیّت

(محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

عُبُودیت اور عبادت مصدر ہیں جن کا ماضی عَبَدَ ہے۔ عَبَدَ اللّٰہَ کے معنے ہیں وَحَّدَہٗ وخَدَمَہٗ وخَضَعَ و ذَلَّ و طَاعَ لَہٗ۔ پس عبودیت کے معنے ہوئے خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان لاکر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اس کا خادم بن جانا اور اس کے لئے خشوع وخضوع اور تذلل اختیار کرنا اور اس کی اطاعت کرنا۔

اس کا ماضی عَبُدَ بھی آتا ہے (عَبُدَ یَعْبُدُ، عُبُوْدِیَّۃً و عُبُوْدَۃً) اور عَبُدَ کے معنے ہیں مُلِكَ هُوَ وَ اٰبَاؤُهٗ مِنْ قَبْلُ۔ تو اس میں عبودیت کے معنے ہوئے غلامی، اور غلامی بھی ایسی جو باپ دادا سے چلی آرہی ہو۔

امام راغب نے عبودیت کے معنے اظہارِ تذلل کے کئے ہیں اور عبادت کے معنے انتہائی اظہارِ تذلل کے جو نماز وغیرہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے حضور کیا جاتا ہے۔

اِن تمام معانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے عبودیت سے مراد یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک مستقل اور دائمی کیفیت تذلل اور نیستی کی پیدا ہو جائے جو انسان کو حقیقی توحید پر قائم کر دیتی ہے اور اس کا کامل فرمانبردار بنا دیتی ہے اور اسے اس کے دین کی خدمت کے لئے کمربستہ کر دیتی ہے اور اُسے ایسا رنگ دے دیتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو خالصاً اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتا ہے اور اس میں اس کے نفس یا کسی غیر کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔

مقامِ عبودیت کو اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(سورہ انعام آخری رکوع)

یعنی تُو کہہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میری ساری زندگی اور میری موت سب اللہ کے ہے جو میرا اور میرے باپ دادوں اور تمام کائناتِ عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور پیدا کرنے کے بعد ان کی پرورش کے لئے ہر قسم کا سامان مہیا کرنے اور ان کے جسمانی اور روحانی قویٰ کو ترقی دینے والا اور منزلِ مقصود تک

پہچاننے والا ہے۔ سو ہم اس کی ملکیت ہیں اور کامل طور پر اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہی اِس بات کا حقدار ہے کہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کی فرمانبرداری اور اس کی رضا کی تلاش میں گزرے اور ہم وہ تمام قربانیاں کرنے والے ہوں جو اُسے پسند ہوں۔ اور اپنے وجود کو اس کے لئے وقف کرنے والے ہوں۔ اور اسی حالت میں ہم پر موت آئے۔ اسی کا نام مقامِ عبودیت ہے جو انسان کو کامل طور پر خدا کا غلام بنا دیتا ہے اور اُسی کے لئے جیتا اور اُسی کے لئے مرتا ہے۔

یہ مقام اللہ تعالیٰ کی ربوبیتِ کاملہ اور اس کی عظمت کی شناخت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس کی کبریائی اور عظمت کی یہ شان ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے حقیر اور ذلیل نظر آتی ہے۔ گویا وہ محض لاشے ہے۔ انسانی نفس کو بھی جو عُجب اور کبر کی پلیدی سے بھرا ہوا ہوتا ہے اسی کی شعاعیں جلا کر فنا کرتی ہیں اور اس کے عُجب اور کبر کو ریزہ ریزہ کرتی ہیں۔ تب وہ باوجود ظاہری خوبیوں کے اپنے تئیں سب سے بدتر سمجھتا ہے۔ یہی حقیقی عبودیت ہے جس کے بعد انسان کو سمجھ آتا ہے کہ وہ مفلس محض ہے اور سب خوبیوں کی مالک صرف خدا کی ذات ہے۔

سورہ فاتحہ قرآن کریم کا خلاصہ ہے بسم اللہ کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں یہی سبق دیا ہے۔ اس میں اَلْ استغراقی کے ساتھ جہاں ایک طرف تمام خوبیوں کا جامع اور مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو بتایا وہاں انسانوں اور باقی مخلوقات میں اس کی نفی کی ہے۔ یعنی مخلوق میں ذاتی کوئی خوبیاں نہیں۔ صرف وہی ہیں جو انہیں خدا کی طرف سے ظلّی طور پر دی گئی ہیں اور وہ جب چاہتا ہے اس ظلّ کو واپس لے لیتا ہے اور مخلوق کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے وہ فرماتا ہے رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی ربوبیتِ کاملہ پر غور کرو۔ اس نے تمہیں کس طرح ایک محض لاشے ذرہ سے پیدا کیا جو ایک قطرہ میں دس لاکھ سے بھی اُوپر ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے پہلے تم مٹی میں تھے۔ پھر اس کی ربوبیت نے کیا کیا کرشمے دکھائے۔ اس باریک تر اور حقیر تر ذرّہ میں اس نے تمہاری ساری جسمانی اور روحانی طاقتیں مرکوز کر دیں۔ پھر کس طرح ان کو نشوونما دی۔ کن کن مراحل میں سے اس ذرّہ کو گزارا اور کیسے خوبصورت بچّہ کی شکل میں اُسے دنیا میں لایا۔ لیکن اُس وقت بھی وہ نہایت درجہ بے کسی اور بے بسی کی حالت میں تھا اور ہر آن اپنی ماں کی حفاظت اور پرورش کا محتاج۔ پھر وہ دن بدن بڑھا اور کھیلنے کودنے لگا۔ پھر اس پر جوانی آئی۔ تب اس کی طاقتیں خوب زور پکڑ گئیں۔ اس کے اندر ایک مستی اور رعنائی پیدا ہوئی۔ اس کا رنگ روپ خوب نکھرا۔ اس کی اُمنگیں خوب اُبھریں۔ وہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ اس کا دماغ ہر بات کے سوچنے کے قابل ہو گیا اور وہ کسی کو اپنی خاطر میں نہ لانے لگا۔ یہ سب اس ربِّ عظیم کا جلوہ ہے جو ایک حقیر ترین ذرّے کو یہ کچھ بنا

دیتا ہے۔

لیکن انسانوں کا ایک بڑا حصہ ایسا ہوا کہ انہوں نے یہ طاقتیں اور یہ خوبیاں اپنی سمجھ لیں اور ان پر نازاں ہو بیٹھے۔ ان کی نگاہ اس رب العالمین کی طرف نہ اٹھی جس نے یہ سب کچھ انہیں عطا کیا تھا جو اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ان کی ربوبیت اور حفاظت چھوڑ دیتا تو وہ اسی خاک میں جا ملتے جس سے وہ نکالے گئے تھے۔

انسانوں میں سے جن کو عقلِ سلیم دی گئی انہوں نے اپنی حقیقت کو جان لیا اور اپنی بے مائگی اور بے بضاعتی کو خوب سمجھ لیا۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کی کوئی روشنی ان کی اپنی نہیں بلکہ اس آسمانوں اور زمین کے نور کی طرف سے ہے جو جب تک چاہتا ہے منور کرتا ہے اور جب چاہتا ہے اس روشنی کو کھینچ لیتا ہے۔ تب ہم خاک کی تاریکیوں میں چلے جائیں گے۔ ہاں اس کی ربوبیت نے یہ نہ چاہا کہ ہم ہمیشہ کے لئے خاک ہو جائیں۔ یہ اس کی شان کے خلاف ہے کہ وہ انسان کو اس ذلت میں سے پیدا کرے، پھر اسے عظمت دے اور اپنی محبت دے اور پھر اسے ہمیشہ کے لئے نابود کر دے۔ بے شک انسان تو نابود ہونے کے لائق ہی ہے لیکن اس کی اس پیدا کرنے والے سے محبت تو ایسی چیز نہیں جسے فنا ہونے دیا جائے۔ وہ محبت ہی تو زمین و آسمان کا خلاصہ ہے۔ اس خوبصورت خلاصہ کو کیسے ضائع ہونے دیا جائے۔ سو وہ اسے پھر زندہ کرتا ہے۔ اسے ایک لازوال زندگی دیتا ہے، اسے دم بدم آگے بڑھاتا ہے تا اس کی محبت کی بے قدری نہ ہو۔ اور جس مقصد کے لئے یہ محبت ہے وہ مقصد پورا کیا جائے یعنی اپنی ہمسائگی میں اسے بسایا جائے اور جس محبت نے اسے ساری عمر بے چین کر رکھا تھا اس کی تسکین کا سامان کیا جائے۔ یہی اس رب العالمین کی شان کے شایاں ہے۔

اب دیکھئے اس میں کہاں گنجائش ہے اس بات کی کہ یہ عاجز انسان جسمانی اور روحانی طاقتوں پر جو اسے دی گئیں یا جو کام اس نے ان طاقتوں کے ساتھ کئے جو محض خدا کے فضل سے ہی ہو سکتے تھے ان پر نازاں ہو اور اپنے خدا کے حضور تذلل کے راستے کو چھوڑ دے۔ وہ تو ہر آن اس کے فضل اور سہارے کا محتاج ہے اور عبودیت ہی اس کا اصل سرمایہ ہے۔

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کے بعد تین اور صفات بیان فرما کر اللہ تعالیٰ نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی دعا سکھائی جو ربوبیتِ الٰہی کو سمجھ لینے کا طبعی نتیجہ ہے۔ اور اس کے احساس کے بعد انسانی روح اپنے رب کے حضور اس کی مدد اور سہارا حاصل کرنے کے لئے جھک جاتی ہے اور اپنی نیستی کا اقرار کرتے ہوئے اس کے فضل کی طالب ہوتی ہے۔ اس استعانت کے نتیجہ میں جو سب سے بڑی چیز اس عاجز اور پُر تقصیر بندے کو دی جاتی ہے وہ معرفت اور محبت الٰہیہ ہے۔ یہ محبت اس کے سارے

قصوروں کا تدارک کرتی اور اس کی ساری بیماریوں کا علاج ہوتی ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورہ مومنون کے پہلے رکوع کی تفسیر میں نہایت ہی پیارے انداز میں فرماتے ہیں :۔

"اور محبتِ ذاتیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودے کی آبپاشی کرتی ہے۔"
(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

کیا پیارا فقرہ ہے۔ اس سے رُوح وجد میں آجاتی ہے اور قربان ہونے کو دل چاہتا ہے۔ عبودیت کے پودے کے نشو و نما پانے کا یہی راز ہے جو اس میں بیان کیا گیا ہے۔ سب اعلیٰ اخلاق اور رُوحانی بلندیاں عبودیت میں ہی جڑ پکڑتی ہیں اور ان کی آبپاشی محبتِ الٰہی سے ہی ہوتی ہے۔ اس کے بغیر انسان میں کوئی حقیقی کمال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور جسے وہ کمال سمجھ بیٹھتا ہے وہ خودی و خودداری میں سے پیدا ہونے والے گندے اور زہریلے پودے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں جو عباد یا عباد الرحمٰن کی صفات بیان کی گئی ہیں وہ سب عبودیت میں سے نکلنے والی شاخیں اور اس کے پھل ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرماتا ہے :۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۞ (سورہ الفرقان آخری رکوع)

ان آیات کا خلاصۃً ترجمہ یہ ہے :-

عباد الرحمٰن اللہ کی زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور تکبّر کا اظہار نہیں کرتے وہ جاہلوں کے ساتھ اُلجھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

وہ خدا کے لئے اپنی راتیں سجدوں میں اور کھڑے ہو کر گزارتے ہیں۔

وہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس سے پناہ چاہتے ہیں۔

وہ اپنے مالوں کو بے جا خرچ نہیں کرتے لیکن وہ کنجوسی سے بھی کام نہیں لیتے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرتے ہیں۔

وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

وہ ناحق قتل کا ارتکاب نہیں کرتے۔

وہ زنا نہیں کرتے اور اس کے نہایت خطرناک عواقب سے ڈرتے ہیں۔

وہ جھوٹوں کی مجلس میں نہیں بیٹھتے۔ نہ خود دھوکہ کی بات کرتے ہیں۔

وہ لغویات سُنیں یا دیکھیں تو بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں۔ اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے۔

انہیں جب خدا کی آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو اُن کی طرف پُوری توجہ دیتے ہیں۔ اور ہرگز بے پرواہی سے کام نہیں لیتے۔

وہ اپنی بیویوں اور اولادوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں متقی بنائے۔

ان کے صبر اور استقامت کی وجہ سے اُن کو جنّت میں بلند مقامات دیئے جائیں گے اور وہ خدائے عظیم کی طرف سے طرح طرح کے تحائف پائیں گے اور انہیں ہمیشہ کی سلامتی دی جائے گی جو نہایت ہی اعلیٰ مقام ہوگا۔

اپنے حقیقی عباد کے متعلق ایک اور جگہ فرماتا ہے :-

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ

مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ
وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝

(سورہ آل عمران رکوع ۲)

ان آیات میں عباد کی جو خوبیاں اور ان کی جزاء بیان کی گئی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے :-

وہ تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

وہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تُو ہمارے گناہوں کو بخش اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وہ صبر اور استقلال سے کام لینے والے ہوتے ہیں۔

وہ صحیح معنوں میں صدق یعنی سچائی اختیار کرنے والے ہوتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں اور سچ پر قائم رہتے ہیں اور جو کہتے ہیں اُسی کے مطابق کرتے ہیں۔ یعنی اُن کا فعل اُن کے قول کو جھٹلاتا نہیں اور ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد اس کے مطابق عمل کر کے دکھاتے ہیں۔

وہ اللہ کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔ کسی پہلو سے رُوگردانی اور سرکشی نہیں کرتے۔

وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے دین کے لئے خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔

وہ سحری کے وقتوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے ہیں۔

ایسے عباد کی جزاء کے طور پر بتایا کہ انہیں باغات میں رکھا جائے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ اُن کے لئے وہاں پاکیزہ جوڑے ہوں گے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی جو اُن کے لیے دائمی لذّت اور سرور کا موجب ہوگی۔

اسی طرح اَور جگہوں میں بھی عباد اور ان کی صفات اور ان کی جزاء کا ذکر ہے۔

عبودیت کے کمال کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اور منجملہ ان عطیّات کے ایک کمالِ عظیم جو قرآن شریف کے کامل تابعین کو دیا جاتا ہے عبودیت ہے۔ یعنی وہ باوجود بہت سے کمالات کے ہر وقت نقصان ذاتی اپنا پیشِ نظر رکھتے ہیں اور بہ شہود کبریائی حضرتِ باری تعالیٰ ہمیشہ تذلّل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت ذلّت اور مفلسی اور ناداری اور پُر تقصیری اور خطا واری سمجھتے ہیں۔ اور ان تمام کمالات کو جو اُن کو دیئے گئے ہیں اُس عارضی روشنی کی مانند سمجھتے ہیں

جو کسی وقت آفتاب کی طرف سے دیوار پر پڑتی ہے جس کو حقیقی طور پر دیوار سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور لباس مستعار کی طرح معرض زوال میں ہوتی ہے۔ پس وہ تمام خیر و خوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں اور تمام نیکیوں کا چشمہ اُسی کی ذات کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفات الٰہیہ کے کمال شہود سے اُن کے دل میں حق الیقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ بھی چیز نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے وجود اور ارادے اور خواہش سے بکلی کھوئے جاتے ہیں اور عظمت الٰہی کا پُرجوش دریا ان کے دلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہزارہا طور کی نیستی ان پر وارد ہو جاتی ہے اور شرک خفی کے ہر ایک رگ و ریشے سے بکلی پاک اور منزہ ہو جاتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم طبع اول ص۵۲۴ حاشیہ در حاشیہ)

اب مَیں اِس مختصر نوٹ کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ہی جگہ سے دو اور اقتباس دیتا ہوں جن میں آپؑ نے یہ بتایا ہے کہ عبودیت کا اصل کیا ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد کا نام کیوں دیا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام میں غلام سے کیا مراد ہے اور اِسی پر اِس کو ختم کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں :-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے۔ اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذل ہے۔ اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا غلو اور بلندی اور عُجب نہ رہے اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مَوْرٌ مُعَبَّدٌ وَطَرِيْقٌ مُعَبَّدٌ۔ جہاں راہ نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے اس راہ کو طریق معبد کہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا نے محض اپنے تصرف اور تعلیم سے ان میں عملی کمال پیدا کیا اور ان کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلیات کے گزر کے لئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا۔ اور اپنے تصرف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے ان میں پیدا کی۔ پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں اور عملی کیفیت کے لحاظ سے جو خدا کے عمل سے اُن میں پیدا ہوئی عبد ہیں۔ کیونکہ خدا نے اُن کی رُوح پر اپنے ہاتھ سے وہ کام کیا ہے جو کُوٹنے اور ہموار کرنے کے آلات سے اُس سڑک پر کیا جاتا ہے جس کو صاف اور ہموار بنانا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ مہدیٔ موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے حاصل ہوا اِس لئے مہدی موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام

کے لفظ سے ظاہر کی گئی یعنی اس کے نام کو غلام احمد کرکے پکارا گیا۔ یہ غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے جو ظلّی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیئے۔ فتدبر۔"

(ایام الصلح طبع اوّل صفحہ ۱۳۲ حاشیہ)

اس سے ذرا آگے فرماتے ہیں :۔

"سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اعلیٰ کمال جس سے آپ کی خصوصیت تھی مہدویت اور عبودیت ہے ...... مہدویت سے مراد وہ بے انتہا معارفِ الٰہیہ اور علومِ حکمیہ اور علمی برکات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کسی انسان کے علمِ دین کے متعلق سکھلائے گئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے اوّل درجہ کا معجزہ ہے ...... اور عبودیت سے مراد وہ حالتِ انقیاد اور موافقت تامہ اور رضا اور وفا اور استقامت ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرّف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئی جس سے آپ اس راہ کی طرح ہو گئے جو صاف کیا جاتا اور نرم کیا جاتا اور سیدھا کیا جاتا ہے۔"

(ایام الصلح صفحہ ۲۹)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے مقامِ عبودیت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللھم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین +

سچّی الٰہی محبّت کا جوش

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"ہمارے ہادیٔ اکمل کے صحابہؓ نے خدا اور رسولؐ کے لئے کیا کیا جاں نثاریاں کیں۔ جلاوطن ہوئے، ظلم اٹھائے، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے، جانیں دیں، لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

خدائی افضال و انعامات کے حصول کا واحد طریق

تقویٰ اختیار کرنے اور عجز و انکسار کا لبادہ اوڑھنے کی اہمیت

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے۔ قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

آج اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو دین پسندیدہ اور اس کے ہاں مقبول ہے وہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

ترجمہ:- آج میں نے تمہارے (فائدہ کے لئے) تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنے احسان کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے دین کے لئے اسلام کو پسند کیا ہے۔" (تفسیر صغیر)

گزشتہ ادیان محض اپنے زمانہ کی بعض مخصوص ضروریات کو پورا کرتے تھے، وہ عالمگیر مذاہب نہ تھے کہ ہر زمانہ کی روحانی ضروریات کے متکفل ہو سکتے مگر اسلام ایک کامل مذہب ہے جو ہر قسم کی روحانی پیاس کو بجھاتا اور ذہنی کاوش کو دور کرتا ہے۔ اسلام نے انسان کی اعلیٰ ترین روحانی ترقیات کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے ہیں۔ اسی کی نشاندہی ارشادِ خداوندی اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کر رہا ہے۔

مذہب کی اصل غرض انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق استوار کرنا ہے۔ اور جب ایک انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط رشتہ قائم ہو جاتا ہے تو زندہ خدا اس کی خاطر زندہ نشان دکھاتا ہے اور اسے آسمانی برکات سے مالامال کر دیتا ہے۔ فقط اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس امر کا دعویدار ہے کہ اس کی بتائی ہوئی راہوں پر چل کر ایک انسان کا زندہ خدا کے ساتھ زندہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے ثبوت کے لئے خدا کی طرف سے زندہ نشان اسے عطا کئے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اسلام مُردہ مذہب نہیں تا یہ کہا جائے کہ اس کی سب برکات پیچھے رہ گئی ہیں اور آگے خاتمہ ہے۔ اسلام میں بڑی خوبی یہی ہے کہ اس کی برکات ہمیشہ اس کے ساتھ ہیں اور

وہ صرف گزشتہ قصوں کا سبق نہیں دیتا بلکہ موجودہ برکات پیش کرتا ہے۔ دنیا کو برکات اور آسمانی نشانوں کی ہمیشہ ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ پہلے تھی اور اب نہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۴۵-۲۴۶)

نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے۔ ہر یک نئی دنیا کے لئے نشان دکھلاتا ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۴۷)

اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ دینِ اسلام کی بتائی ہوئی راہوں پر گامزن ہو کر جب ایک انسان کا خدا تعالےٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس پر استقامت اختیار کر لیتا ہے تو آسمانی فرشتے اس پر نازل ہوتے ہیں اور آسمانی برکات سے اُسے مالامال کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

(حٰمٓ السجدہ آیت ۳۱)

ترجمہ :۔ وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر مستقل مزاجی سے اس عقیدے پر قائم ہو گئے اُن پر فرشتے اُتریں گے یہ کہتے ہوئے کہ ڈرو نہیں اور کسی پچھلی غلطی کا غم نہ کرو اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔" (تفسیر صغیر)

جو لوگ زندہ اور قادر و توانا خدا کی ہستی پر ایمان لاتے اور اس یقین پر قائم رہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے آگے جھکتے ہیں اور اپنی کمزوریوں اور غلطیوں کے احساس کے ساتھ ڈرتے ہوئے وہ اس راہ پر چلتے چلے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر نازل ہوتے اور انہیں تسکین دیتے ہیں کہ اپنی کمزوری اور بے بسی کو دیکھ کر گھبراؤ نہیں۔ تمہارا تعلق ایک زندہ خدا کے ساتھ استوار ہو چکا ہے جو تمہاری غلطیوں کی پردہ پوشی کر کے تمہاری کمزوریوں کو دُور کر دے گا۔ تمہیں دونوں جہانوں میں جنّت کی زندگی سے سرفراز کرے گا اور تمہارے اطمینانِ قلب کے ایسے سامان پیدا کرے گا جو زندہ خدا کے ساتھ زندہ تعلق کے زندہ نشان ہوں گے۔

یہ لوگ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہیں تا ان سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جو خدا تعالےٰ کی ناراضگی کا موجب ہو۔ خدا کی کامل قدرتوں پر وہ ایمان رکھتے ہیں اور ایسے اعمال بجالاتے ہیں جو خدا تعالےٰ کی خوشنودی کا باعث ہوں اور اس کے منشار کو پورا کرنے والے ہوں۔ وہ جو طریقِ عمل اختیار کرتے ہیں اس کی تعیین کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یعنی وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز ڈگمگاتی ہے پھر اسے کھڑا کرتے ہیں۔ خدا کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں۔ باوجود خطراتِ نفس بلا سوچے گزشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے جارہی ہے اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں گے۔" (ملفوظات جلد اول ص۲۵)

اس راہ میں ان کی استقامت کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ اُن کی طرف رجوع برحمت ہوتا ہے، اُن پر اپنے فرشتے نازل کرتا اور انہیں الہام سے نوازتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ دل کو صاف کرتے ہیں اور نجاست اور گندگی سے جو اللہ سے دور رکھتی ہے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں اُن میں سلسلۂ الہام کے لئے ایک مناسبت پیدا ہوجاتی ہے سلسلۂ الہام شروع ہوجاتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل ص۱۶)

یہی سلسلۂ الہام مابہ الامتیاز ہے ادیانِ باطلہ اور اسلام میں۔ معبودانِ باطلہ اپنے ماننے والوں کی دعاؤں کو نہ سُن سکتے ہیں اور نہ ان کا جواب دے سکتے ہیں۔ اسلام کا زندہ خدا ہی ایک ایسا معبود ہے جو اپنے بندوں کی دعاؤں کو سُنتا اور اپنے الہام سے اُن کی تسکین کے سامان پیدا کرتے ہوئے انہیں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہی ہے کہ وہ اپنے نفس کو ہر قسم کے شرک اور گند سے پاک کرکے خدا تعالےٰ کے حضور جھک جائیں اور اسی کے ہو جائیں اور یہ خدا کے فضل سے ہر انسان کر سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اس کی توفیق دیدے۔ یہ نعمت صرف انبیاء، مامورین اور مرسلین سے ہی مخصوص نہیں بلکہ دیگر بندگانِ خدا بھی علیٰ قدرِ مراتب اس سے سرفراز ہوتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"نبیوں کے سوا غیر انبیاء سے بھی اللہ تعالیٰ بذریعہ فرشتہ کلام کیا کرتا ہے چنانچہ حضرت ہاجرہؓ سے دو مرتبہ اللہ تعالےٰ کا مکالمہ ہوا۔" (ملفوظات جلد اوّل ص۲۶۴)

انسان کے لئے دو راستے کھلے ہیں اُن میں سے جسے چاہے وہ اختیار کر سکتا ہے۔ ایک راہ وہ ہے جس پر چلنے سے اس پر خدا کے فضل سے اس کے فرشتے اُترتے ہیں اور دوسری وہ راہ ہے جو شیطان کی راہ ہے۔ ایک نُور اور روشنی کی طرف راہنمائی کرتی ہے دوسری تاریکی اور ظلمت کی طرف۔ روشنی اور نور کی راہ پر چلنے والے خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوتے ہیں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"انسان کے ساتھ دو قوتیں ہمیشہ لگی ہوئی ہیں، ایک فرشتے اور دوسرے شیطان۔ گویا اس کی ٹانگوں میں دو رستے پڑے ہوئے ہیں۔ فرشتہ نیکی میں ترغیب اور مدد دیتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ اور شیطان بدی کی ترغیب دیتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے یُوَسْوِسُ۔ ان دونوں کا انکار نہیں ہو سکتا ظلمت اور نور ہر دو ساتھ لگے ہوئے ہیں" (ملفوظات جلد دوم ص۲۴۴)

شیطان کی راہ اختیار کر کے ظلمت میں کھو جانے والے گمراہ قرار پاتے ہیں اور نور کی راہنمائی میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی راہ اختیار کرنے اور اس پر استقامت اختیار کرنے والے خدا کی رضا کو حاصل کرتے اور اُسے پا لیتے ہیں۔ ابتداءً انہیں ابتلا آتے ہیں، ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں مگر جوں جوں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ان پر منکشف ہوتی ہیں اور خدا کا چہرہ انہیں نظر آتا ہے اُن کے چہروں پر تازگی اور شگفتگی آجاتی ہے۔ اُن کی مشکلات حل ہو جاتی اور تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اُن کے دل خدا کے نور سے بھر جاتے اور اس کے افضال کے وارث ہو جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یہ بالکل سچی بات ہے کہ انسان اس حد تک پژمردہ ہوتا ہے جب تک سچائی کو سمجھا ہوا نہیں۔ جوں جوں وہ اسے سمجھتا جاتا ہے اس میں تازگی اور شگفتگی آتی جاتی ہے اور روشنی کی طرف آتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب بالکل سمجھ لیتا ہے پھر تاریکی اس کے پاس نہیں آتی۔ تاریکی تاریکی کو پیدا کرتی ہے اندرونی روشنی اور روشنی لاتی ہے۔ اسی واسطے تاریکی کو شیطان سے تشبیہہ دی ہے اور روشنی رُوح القدس سے مشابہ ہے۔" (ملفوظات جلد دوم ص۲۶۵)

پس پاکباز اور راستباز انسانوں پر جن کے دل خدا کی معرفت کے نور سے منوّر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور الہام الٰہی سے اُن کی تسکین کا باعث بنتے ہیں۔ شرط یہی ہے کہ وہ راستباز اور سعادتمند ہوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"روح القدس کے فرزند وہ تمام سعادتمند اور راستباز لوگ ہیں جن کی نسبت قرآن شریف میں اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ (حجر) وارد ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص۱۲۵)

روح القدس کے فرزند خدا کے یہ سعادتمند اور راستباز بندے اپنے نفسوں پر فنا وارد کر لیتے اور نیستی کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔ اپنے تئیں کچھ بھی نہ سمجھتے ہوئے تزکیہ نفس کے لئے خدا کے فضل سے وہ ایک مزکّی کی صحبت سے فیضیاب ہوتے ہیں جس کے فیض صحبت سے دل دھل جاتے اور نفس کے گند دور

دُور ہو جاتے ہیں تب فرشتے اُن پر نازل ہوتے ہیں اور رُوح القدس کے ساتھ اُن کا تعلق قائم ہو جاتا ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" یاد رکھو اصلاح کے لئے صبر شرط ہے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ تزکیہ اخلاق اور نفس کا نہیں ہو سکتا جب تک کہ کسی مزکی نفس کی صحبت میں نہ رہے۔ اوّل دروازہ جو کُھلتا ہے وہ گندگی دُور ہونے سے کُھلتا ہے۔ جن پلید چیزوں کو مناسبت ہوتی ہے وہ اندر رہتی ہیں جب کوئی تریاقی صحبت مل جاتی ہے تو اندرونی پلیدی رفتہ رفتہ دُور ہونی شروع ہوتی ہے کیونکہ پاکیزہ روح جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں روح القدس کہتے ہیں اس کے ساتھ تعلق نہیں ہو سکتا جب تک کہ مناسبت نہ ہو۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تعلق کب پیدا ہو جاتا ہے ہاں خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی پر عمل ہونا چاہیئے۔ اپنے آپ کو اس راہ میں خاک کر دے اور پُورے صبر اور استقلال کے ساتھ اس راہ میں چلے۔"

(ملفوظات جلد دوم صـ۲۲۹)

پس اس راہ میں نیستی کا لبادہ اوڑھ لینا اور اپنے نفس پر موت وارد کر لینا شرطِ اوّل ہے۔ کیونکہ جب تک دل غیر اللہ کی محبّت سے خالی نہ ہو اُس میں خدا جلوہ گر نہیں ہوتا۔ اپنے تئیں کچھ سمجھنا کبر کی علامت ہے۔ اور تکبّر ایک بُت ہے جب تک یہ بُت دل میں ہے اُس وقت تک خدا اُس دل میں گھر نہیں کرتا۔ دل کو ہر قسم کے بُتوں سے پاک کرنے کی توفیق خدا ہی سے ملتی ہے جس کے بعد وہ خود اس میں جلوہ گر ہو جاتا ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" اور دوسرا امر تبر خدا تعالیٰ کی جمالی تجلّی سے ملتا ہے۔ اور آخر یہی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت اور طاقت نہ ملے جس کو اسلامی اصطلاح کے موافق روح القدس کہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ ایک قوّت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اس کے نزول کے ساتھ ہی دل میں سکینت آتی ہے اور طبیعت میں نیکی کے ساتھ ایک محبّت اور پیار پیدا ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صـ۲۲۹)

یہ سب کچھ محض خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی دین سے ہوتا ہے ورنہ انسان محض اپنی کوشش سے کچھ کر نہیں سکتا۔ کسی شخص کا یہ خیال کر لینا کہ خدا کے فضل کے بغیر محض اپنے زہد و اتقاء اور شب بیداری و عبادت گزاری سے یہ مرتبہ اور خدا تعالیٰ کا یہ قرب حاصل کر سکتا ہے اپنے نفس کو دھوکے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"انسان اپنی کوشش سے کچھ نہیں کر سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم سب اندھے ہو مگر جس کو خدا آنکھیں دے۔ تم سب بہرے ہو مگر جس کو خدا کان دے وغیرہ وغیرہ۔ پس جب انسان کو خدا ہدایت دینے لگتا ہے تو اس کے دل میں ایک واعظ پیدا کر دیتا ہے۔ جب تک دل کا واعظ نہ ہو تسلی نہیں ہو سکتی۔ پس دینی امور میں جب تک تقویٰ نہ ہو روح القدس سے تائید نہیں ملے گی۔" (ملفوظات جلد سوم ص۴۲۶)

پس اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے عجز و نیاز کا لبادہ اوڑھ کر اُسی سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہمارے دلوں کو ہر قسم کے بُتوں سے پاک کر دے اور ہمیں صحیح اسلامی تعلیم پر گامزن کر کے ایسی راہوں پر چلائے جن سے ہمیں اس کی رضا حاصل ہو جائے اور ہمارے دل اُس کے نُور سے بھر جائیں۔ آمین ÷

بڑے بڑے انعام حاصل کرنے کی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"مَیں جس راہ کی طرف بُلاتا ہوں یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر غوثیت اور قطبیت ملتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے بڑے بڑے انعام ہوتے ہیں۔ جو لوگ مجھے قبول کرتے ہیں دین ہی نہیں اُن کی دُنیا بھی اچھی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ درحقیقت وہ زمانہ آتا ہے کہ خدا ان کو امیت سے نکال کر خود قوت بیان عطا کریگا۔ اور وہ منکروں پر غالب ہوں گے۔"

(الحکم ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۲ء)

روحانی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ

کبر و نخوت اور اس کی انتہائی مضرت

(مکرم مولینا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ احمدیہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبودیت کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے مقصد کو اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے کہ وہ اپنے ربّ اعلیٰ کے حضور فروتنی، عاجزی، تذلّل اور مسکینی کے ساتھ گرا رہے۔ کبریائی اور عظمت صرف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے :-

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِداً مِنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ جَهَنَّمَ۔ (مسند احمد)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میرا لباس ہے اور عظمت میری چادر ہے پس جو شخص یہ مجھ سے چھینتا ہے میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۝ (نحل ع۳)

یعنی اللہ تعالیٰ تکبّر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے :-

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ (القصص)

یعنی آخرت کا گھر انہیں لوگوں کو ملے گا جو زمین میں تکبّر اور بے جا غلبہ نہیں چاہتے اور نہ فساد کرتے ہیں۔

اسی طرح سورۂ اعراف میں فرمایا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ

السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝ (اعراف ع۵)

یعنی جو لوگ ہماری آیات و احکام کو جھٹلاتے ہیں اور تکبّر کر کے ان سے دُور بھاگتے ہیں ان کے لئے نہ تو آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنّت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سُوئی کے ناکہ میں داخل ہو۔ اور ہم مجرموں کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔

اس آیت میں یہی بتایا گیا ہے کہ تکبّر کرنے والوں کے لئے آسمانِ روحانی کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ نہ تو ان کے اعمال آسمان تک چڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو قبولیت کا درجہ بخشے اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر برکات اور انعامات کا نزول ہوتا ہے۔ غرضیکہ نہ تو متکبّر انسان کے اعمال کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و قیمت ہے اور نہ وہ آسمانی پانی کے فیض سے مستفیض ہوتا ہے۔

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ میں مثالی رنگ میں بتایا گیا ہے کہ متکبّر انسان کا نفس اونٹ کی طرح موٹا ہوتا ہے اور روحانیت اور قربِ الٰہی کا دروازہ بہت تنگ۔ اس لئے جب تک وہ اپنے نفس کے تکبّر اور فربہی کو دُور نہیں کرتا وہ اس روحانی دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:۔

"نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا" (کشتی نوح)

تکبّر کا مفہوم

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبّر کا مفہوم بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنًا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ۔ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (مسلم)

یعنی جنّت میں وہ شخص نہیں داخل ہو گا جس کے دل میں ذرا برابر بھی تکبّر ہو گا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال اور آراستگی کو پسند کرتا

ہے۔ فرمایا تکبر سے مراد تو حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر و ذلیل جاننا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موذی مرض سے بچنے کے لئے دس شرائط بیعت میں سے ساتویں شرط تکبر و نخوت چھوڑ دینے کی رکھی ہے۔ چنانچہ فرمایا :-

"ہفتم یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تکبر کے بارے میں ایک جامع بیان ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا :-

"میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو۔ کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بول رہا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دے دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ

قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے۔ سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالےٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا اور مُنہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اُس کے پاس بیٹھتا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا۔ ایک شخص جو دُعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پُورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اُس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا تعالیٰ کی طرف جُھکو اور جسقدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جسقدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو" (نزول المسیح صفحہ ۲۴-۲۵)

تکبر کا اظہار کئی طریقوں سے ہوتا ہے کبھی ہاتھ سے کبھی زبان سے اور کبھی آنکھوں سے۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے۔ جب کہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے تو اس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی زبان سے نکلتا ہے اور کبھی اس کا اظہار سر سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں اور مومن کو چاہیئے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بُو آوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو۔

صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاق رذیلہ کے بہت سے جن ہیں اور جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں مگر سب سے آخری جن تکبر کا ہوتا ہے جو اُس میں رہتا ہے اور خدا کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔ بہت سے آدمی

اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن اُن میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبّر ہوتا ہے اس لئے تکبّر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہیئے۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۴۰۱)

اسی طرح حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبّر جیسی اَور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رُسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحّد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبّر کا نہیں۔ شیطان بھی موحّد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبّر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اُس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوقِ لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوا تکبّر ہی تھا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۹۸)

تکبّر سے بچنے کا علاج

تکبّر سے بچنے کا ایک علاج تو یہ ہے کہ انسان تواضع اور خاکساری اختیار کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

إِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ (کنز العمال)

یعنی جب انسان تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان تک اُٹھا کر لے جاتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ جس قدر بلندی تک پہنچنا اس کے لئے مقدّر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ وہاں تک اس کو پہنچاتا ہے۔

تکبّر سے بچنے کے لئے ایک ذریعہ دعا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے کہ :-

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ مَعَ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔ (ترمذی)

یعنی "اے اللہ مجھے مسکین ہونے کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین ہونے کی حالت میں وفات دے اور مساکین کے زمرہ میں قیامت کے دن مجھے اُٹھانا۔"

دوستوں کو بھی یہ دُعا یاد کر لینی چاہیئے۔

آخر میں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کرتا ہوں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

اے کرم خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غیور کو
بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولا اسی میں ہے

عَلَم انعامی انصاراللہ

حسب فیصلہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز انصاراللہ کی کارکردگی کے لحاظ سے امسال مجلس انصاراللہ پشاور اور مجلس انصاراللہ کراچی دونوں برابر رہی ہیں اور دونوں عَلَمِ انعامی کی مستحق قرار پائی ہیں۔ پہلے چھ ماہ میں عَلَمِ انعامی مجلس انصاراللہ پشاور کے پاس رہیگا اور بعد میں چھ ماہ مجلس کراچی کے پاس۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ کے موقع پر یہ عَلَمِ انعامی مجالس پشاور اور کراچی کے زعماء اعلیٰ مکرم چوہدری رکن الدین صاحب اور مکرم خان محمد شفیع خان صاحب کو اپنے دستِ مبارک سے عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ہر دو مجالس کے لئے بابرکت کرے۔ آمین

قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ

خصوصیات و برکاتِ خلافت

(مکرّم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

(۷)

گزشتہ مضمون میں یہ ذکر کیا گیا تھا کہ خلفاء کے وہی کام اور فرائض ہوتے ہیں جو اُن کے نبی متبوع کے ذمّہ ہوتے ہیں یعنی :-

ا۔ تلاوتِ آیات اللہ
ب۔ تعلیم کتاب و حکمت
ج۔ تزکیۂ نفوس

اِن کاموں کے مقابلے میں آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے خلافتِ راشدہ کے اُن انعامات کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ سے مندرجہ بالا کام کما حقہٗ سرانجام پاتے ہیں۔

سورۃ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا کام یہ بیان کیا گیا ہے کہ :-

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

یعنی اے خدا اس بستی کے ساکنین میں ایسا رسول مبعوث فرمانا جو تیری رضا و قرب اور حسناتِ دارین کے حصول کے لئے جو بھی ضروری احکام ہیں اُنہیں سکھلائے اور اُن کے ساتھ اُنہیں اُس کی حکمت و فلسفہ بھی سکھلائے تا وہ قلبی انشراح اور پورے جوش سے اُن احکام کو بجالائیں اور اُن کے ثمراتِ حسنہ سے متمتّع ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے بھی وہی کام کرنے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ تعلیم کتاب و حکمت کے کام کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ خلفاءِ راشدین کے حق میں یہ وعدہ فرماتا ہے کہ :-

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا کیونکہ خلفاء بھی لوگوں کو اُن کے فرائضِ شرعیّہ سکھلائیں گے، ان کی حکمت پر آگاہ کریں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلائیں گے ۔ اور جن جن غلط عقائد و اعمال میں وہ مبتلا ہوں گے انہیں اُن سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے لیکن انبیاء اور خلفاء جب بھی دنیا میں یہ کام کرتے ہیں تو اُن سے اور اُن کے دین سے شدید دشمنی کی جاتی ہے اور طرح طرح کے ابتلاؤں میں اُنہیں ڈالا جاتا ہے اور پوری کوشش کی جاتی ہے کہ دینِ حق کو دنیا سے نابود کر دیا جائے یا سوفسطائی دلائل سے اسے جھوٹا ثابت کیا جائے یا جبر و استبداد کی تلوار سے مومنوں کو دینِ حق سے منحرف کر دیا جائے ایسے وقت کے لئے اللہ تعالیٰ خلفاءِ راشدین کے حق میں یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ چنانچہ ہمیشہ حق کے مقابلے میں تاریکی کے فرزندوں نے مومنوں کو طرح طرح کے مصائب اور خوفوں سے دوچار کیا۔ انبیاء کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوا اور خلفاء کے وقت میں بھی۔
چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپؐ گھبراہٹ کے عالم میں گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کو اپنے ابن عمّ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جنہوں نے حضور علیہ السلام سے سارا ماجرا سُن کر کہا کہ :-

هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا۔ لَيْتَنِيْ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ ۔ قَالَ نَعَمْ ۔ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُّدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ۔ (بخاری باب بدء الوحی)

یعنی حضرت ورقہ بن نوفل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا ماجرا سُن کر کہا یہ تو وہی وحی لانے والا فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحیٔ شریعت دیکر موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش مَیں تیرے ایّامِ دعوت میں جوان ہوتا، کاش کہ مَیں اُن ایّام میں زندہ ہی ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اپنے شہر سے شہر بدر کر دیگی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرت و استعجاب کے عالم میں فرمایا کہ مَیں نے اپنی قوم کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ مجھے اپنے شہر سے نکال دیں گے؟ کیا یہ سچ ہے کہ یہ لوگ میرے جیسے انسان کو جو دن رات ان کے غموں اور دُکھوں میں شریک اور ان کی خاطر ہر قسم کی تکلیف اور مشقّت اُٹھا رہا ہے اپنے شہر سے نکال دیں گے؟ اس پر ورقہ بن نوفل نے کہا۔ ہاں ہاں وہ ضرور تجھے نکال دیں گے کیونکہ کوئی شخص کبھی اس قسم کی تعلیم و شریعت نہیں لایا جو آپ لائے ہیں کہ اس کے

ساتھ دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اور اگر میں نے تیرا زمانۂ نبوت پایا تو مَیں کمر باندھ کر تیری مدد کروں گا۔

خلفاءِ راشدین کو بھی یہی حالات پیش آتے ہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ خلافتِ راشدہ کی ایک خصوصیت و برکت یہ بیان فرماتا ہے کہ :-

وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط

یعنی خلفاءِ راشدین کے سامنے جب بھی کوئی ایسا خوف آئے گا جو اُن کی نگاہ میں حقیقی خوف ہوگا (خَوْفِهِمْ) اور وہ سمجھیں گے کہ دین پر شدید حملہ ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کی تائید و نصرت فرمائے گا اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔

یہ ایک دائمی حقیقت ہے کہ جب بھی انبیاء اور خلفاء تبلیغِ حق کا کام کرتے ہیں تو طاغوتی قوتیں یا تو ظاہری تلوار سے یا باطنی اور علمی تلوار سے دینِ حق پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کئی اور طریقوں سے بھی خدا تعالیٰ کے نُور کو گُل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ظلمت کے فرزندوں کے ہر حملے کے مقابلے میں خود اُن کی سپر بنتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے آپ کے تمام اظلال و خلفاء کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ :-

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (پ ۶ - المائدة : ۶۸)

یعنی اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کلام اور پیغام تجھ پر اُتارا گیا ہے اُسے (دنیا کے کناروں تک اور سب) لوگوں تک پہنچاؤ۔ اور بحیثیت رسول تیرا اصل کام یہی ہے۔ اور اگر تُو نے یہ کام نہ کیا تو گویا تُو نے اپنی رسالت کے فرض کو پُورا نہیں کیا۔ تیرے اِس کام کے نتیجہ میں تاریکی کے فرزند تجھے قتل کرنے کی کوشش کریں گے، تیرے متبعین کو حرفِ غلط کی طرح دنیا سے مٹانے کی سعی کریں گے۔ ہر قسم کی سوفسطائی دلیل سے اسلام کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کریں گے یعنی جسمانی، علمی، اقتصادی ہر قسم کے حملوں کی بوچھاڑ کریں گے مگر اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے اِن تمام حملوں سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ حق کا انکار کرنے والے لوگوں کو کبھی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار نہیں کرتا۔

اِس آیت کریمہ میں یہ پیشگوئی بھی ہے کہ مخالف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر قادر نہیں ہو سکیں گے اس کے علاوہ یہ پیشگوئی بھی ہے کہ جب بھی آپ کے دین کو مٹانے یا علمی رنگ میں اسے باطل ثابت کرنے کی

کوشش کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو آپؑ کے ذریعہ یا آپؑ کے اظلال و خلفاء کے ذریعہ سے ناکام کر دیگا۔ یہی وہ وعدہ ہے جس کا ذکر آیت استخلاف میں اس طرح ہے کہ :-

وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط

یعنی جب بھی خلفاء محسوس کریں گے کہ اسلام پر خطرہ اور خوف کی گھڑی آئی ہے اور وہ نصرت خداوندی کے طالب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ خوف سے مراد وہ خوف ہے جو خلفاء کی نگاہ میں حقیقی خوف قرار پائے۔ مثلاً دین میں کسی قسم کا رخنہ پیدا ہونے کا خوف۔ انبیاء اور خلفاء کو اپنی جان کا خوف نہیں ہوا کرتا اُن کا خوف یہی ہوتا ہے کہ دین کو ضعف نہ پہنچے جیسے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضعفِ دینِ مصطفیٰ

انبیاء اور اُن کے اظلال تو اس کے برعکس شدید تمنا رکھتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائیں۔ اور موت کو سامنے دیکھ کر وہ شیر ببر کی طرح اس طرح دندناتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں جیسے کہ نہایت ہی محبوب چیز کی طرف کھنچے جا رہے ہیں۔ غزوہ حنین میں جب ایک جاں نثار نے حضورؐ کے گھوڑے کی لگام کو پکڑ کر آپ کو یقینی موت کے منہ میں جانے سے روکنا چاہا کیونکہ لشکرِ اسلام سوائے چند گنتی کے جاں نثاروں کے پسپا ہو چکا تھا اور دشمن کے تیر بارش کی طرح حضور علیہ السلام پر گر رہے تھے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو میرے گھوڑے کی باگ کو۔ آپ نے اسے ایڑ لگائی اور یقینی موت کے منہ میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے کہ ؎

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ❊ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

مَیں خدا کا نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں، مَیں میدان سے کیسے پسپا ہو سکتا ہوں لیکن میری اس محیّر العقول شجاعت اور مافوق البشر مردانگی کو دیکھ کر اسے لوگو کہیں میری طرف خدائی صفات نہ منسوب کرنے لگ جانا مَیں تو صرف عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اللہ! اللہ! اس نازک وقت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان کا خوف لاحق نہیں ہوا بلکہ اگر خوف لاحق ہوا تو صرف اس امر کا کہ خدا تعالیٰ کی توحید میں میرے اس معجزانہ اقدام سے کہیں کوئی اشتباہ پیدا نہ ہو۔ بلکہ ایک موقعہ پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ مجھے یہ امر بہت ہی محبوب ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر آپؐ کے جاں نثاروں کا بھی یہی حال تھا۔ خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ :-

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ وَمَوْتًا فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ

کہ اے میرے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت کی موت عطا فرما اور اسکے علاوہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہی مجھے موت آئے تا بعد از وفات بھی حضور علیہ السلام کے جوار میں رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی دعاؤں کو قبول فرمایا۔

پس انبیاء و خلفاء کو خوف ہوتا ہے تو صرف یہ کہ دین میں ضعف پیدا نہ ہو۔ دشمن کسی رنگ میں بھی اسلام کو نیچا نہ دکھا سکے۔ لوگ راہِ حق سے منحرف نہ ہو جائیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ دونوں اپنے اپنے وقت میں مسندِ امامت و خلافتِ راشدہ پر متمکّن تھے۔ دونوں سے معزول ہونے کا مطالبہ ہوا۔ اور اگر یہ مطالبہ پورا ہو جاتا تو دینِ اسلام میں ایک عظیم رخنہ پیدا ہو جاتا۔ ایک مہلک زخم لگتا جس کا اندمال مشکل ہوتا مگر خدا کے ان دونوں پیارے بندوں نے اپنے اپنے رنگ میں تعلیمِ اسلام میں رخنہ پیدا نہ ہونے دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نرم طبیعت کے تھے، سراسر پیکرِ جمال تھے۔ آپ مفسدین کے سامنے کوہِ وقار بنے رہے اور نہایت حقارت سے ان کے سب مطالبات کو ٹھکرا دیا۔ پھر اپنی جان دیکر اُن کا مُنہ کالا کر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگجو اور جلالی طبیعت رکھنے والے تھے۔ آپؓ نے تلوار سونت لی اور جنگ نہروان میں مفسدین کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور دینِ اسلام میں رخنہ پیدا نہ ہونے دیا۔ دونوں خلفاءِ کرام کے وقت شیطان کا حملہ اپنے سامنے مقصد ایک ہی رکھتا تھا۔ دونوں نے مقابلہ کیا مگر مختلف طریق سے کیونکہ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ - (پ ۱۵ - بنی اسرائیل : ۸۵) یعنی ہر شخص اپنے اپنے مخصوص طریق پر ہی عمل کرتا ہے۔ دونوں کو اپنی جان کا خوف نہ تھا بلکہ خوف صرف یہ تھا کہ اسلام کی تعلیم کے قیام میں کوئی رخنہ پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تائید کی اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیا۔

اِس امر کا ثبوت کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا ہرگز خوف نہیں تھا یہ ہے کہ جاں نثار صحابہ کرامؓ ایک ایک کر کے کثیر تعداد میں اپنی خاراشگاف شمشیروں کے ساتھ آپ کے گھر میں خلیفہ برحق کی جان کی حفاظت کرنے کے لئے جمع ہو گئے اِس نیت کے ساتھ کہ ہم اپنی جانوں پر کھیل جائیں گے مگر خلیفہ برحق و امام وقت کی جان پر آنچ نہ آنے دینگے۔ جب حضرت عثمانؓ نے یہ دیکھا تو آپ نے اُن صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں بحیثیت خلیفہ وقت تم کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ عثمان کی جان کی خاطر مسلمانوں کی تلواریں مسلمان کہلانے والوں کے خون سے رنگین ہوں۔ اِس پر بعض صحابہؓ امتثالِ امر کی خاطر اُٹھ کر چلے گئے لیکن بعض نے آپ کے اِس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا اِس بناء پر کہ آپ کا یہ حکم اپنی ذات کے لئے ہے اور اسلام کے مفاد میں نہیں ہے اور سوال عثمانؓ کی جان کا نہیں بلکہ اسلام کی جان کا ہے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے اُن سے بھی مزید تعرض نہ کیا لیکن اِس واقعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپکو اپنی جان کا خوف ہرگز نہیں تھا۔

آیتِ استخلاف کے ٹکڑے وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ خلفاءِ راشدین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اپنی پسندیدہ تدابیر دینِ اسلام کی تمکنت اور مضبوطی کے لئے خود القاء کرے گا اور پھر اپنی متواتر تائیدات اور تصرفوں کی تائید سے انہیں کامیاب کرے گا۔ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جو تدابیر خواہ وہ کسی قسم کی ہوں دشمن خلفاء کے خلاف اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں ناکام کر دے گا۔ گویا پہلے ٹکڑے میں خلفاء کی مثبت تدابیر اور کارہائے نمایاں کا ذکر ہے تو دوسرے میں منفی تدابیر کا جو دشمن کے حملوں کی مدافعت میں اختیار کی جائیں گی اور یہ ایک ایسا معجزہ اور نشان ہے جو تیرہ سَو سال سے ہر خلیفہ برحق و ظلِّ رسول کے وقت ظاہر ہوتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے آسمان کا سورج قرار دیا ہے جس کے گرد اس سورج کے چاند اور ستارے طواف کر رہے ہیں۔ آپؐ کے اظلال کو چاند اور ستارے کہا گیا ہے جیسے کہ فرمایا:-

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (الاحزاب ع ۶)

یعنی اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن سورج بنا کر بھیجا ہے۔

اسی طرح آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بمنزلہ ستاروں کے قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا:-

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب صحابہ)

اسی طرح قرآن کریم میں چودھویں صدی کے شروع میں آنیوالے خلیفہ یعنی مسیح موعود علیہ السلام کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الخلفاء ہیں، قمر قرار دیا گیا ہے جیسے فرمایا:-

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ - (پ ۳۰ سورۃ الانشقاق)

یعنی قسم ہے چاند کی جب وہ چودھویں کا ہو جائے۔

اسی طرح قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ خلفاء اور اظلال کو مصابیح یعنی روشن چراغ قرار دیا گیا ہے جیسے کہ اسلام کے روحانی آسمان کو ظاہری آسمان سے مشابہت دیتے ہوئے فرمایا:-

وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (حٰمٓ سجدہ ع ۲)

یعنی ہم نے ورلے آسمان کو چراغوں سے مزین کیا ہے اور انکو ذریعہ حفاظت بھی بنایا ہے یہ غالب اور علم والے خدا کی تقدیر ہے۔

اسی طرح فرمایا کہ:-

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (سورۃ الملک)

یعنی ہم نے سماء دنیا کو ستاروں سے مزین کیا ہے اور انہیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے۔

یہ وہی مضمون ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ خلفاء کے خوف کو اللہ تعالیٰ ضرور امن سے بدل دیگا۔ جب بھی بیرونی یا اندرونی شیطان اسلام کے روحانی آسمان پر حملہ آور ہوں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور اظلال میں سے کوئی ستارے کی طرح درخشندہ نورانی وجود شہاب بن کر شعلہ جوالہ بن کر ان شیطانوں پر گریگا اور انکو یا انکے پیدا کردہ اثرات کو جلا کر خاکستر کر دیگا۔

مخصوص طور پر خلفاء راشدین مجددین امت اور علماء ربانی جب بیرونی دشمنوں کے اعتراضات و اثرات کا مقابلہ کرتے ہیں تو انہیں شِهَابٌ مُّبِيْنٌ کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے جیسے کہ فرمایا:۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پ۱۴ سورۃ حجر ع ۲)

یعنی یقیناً ہم نے آسمان میں (ستاروں کی) کئی منزلیں بنائی ہیں اور ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لئے (ستاروں کے ذریعہ سے) خوبصورت بنایا ہے اور (نیز) ہم نے اسے ہر ایک دھتکارے ہوئے اور دور رکھے گئے سرکش دشمن (کے حملے) سے محفوظ کر دیا ہے۔ اس جگہ شیطان رجیم یعنی "دور رکھا گیا اور دھتکارا ہوا دشمن" سے مراد بیرونی دشمن ہیں۔ جو اپنے کفر کے سبب اسلام کی روحانی اقلیم سماوی سے دھتکارے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ (ہاں) جو شخص (وحی الٰہی یا آسمانی اخبار و معارف کی کوئی) سنی سنائی بات (جو معرض تقریر و تحریر میں آچکی ہو) چرا لے (اور اس سے غلط فائدہ اٹھانا چاہے یا اسلام اور صداقت پر حملے کا ذریعہ بنانا چاہے) تو ایک روشن شعلہ اس حملہ آور شیطان کا پیچھا کریگا اور وہ شعلہ شیطانی اثرات کو جلا کر خاکستر کر دیگا اور وہ مُبِيْن ہوگا یعنی اسلام کی تعلیم حقہ کو دلائل حقہ اور معجزات و نشانات سماویہ سے خوب اچھی طرح واضح کر دے گا۔

اسلام پر دوسری قسم کے حملہ آور اندرونی منافقین اور مفسدین ہوتے ہیں۔ انہیں قرآن کریم میں شیطانٍ مَّارِدٍ یعنی باغی دشمن کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ اور مفسد بظاہر تو مسلمان ہونگے لیکن درحقیقت وہ اسلام کے دانستہ یا نادانستہ باغی ہونگے خلفاء راشدین کے ذریعہ جو آسمان روحانی میں بمنزلہ شہب ثاقبہ ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان مفسدین کو بھی اپنی اغراض میں ناکام کر دے گا۔ چنانچہ فرمایا:۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (پ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۱)

یعنی ہم نے ورلے آسمان کو ستاروں کے ساتھ زینت دی ہے اور ہم نے اس کو ہر باغی شیطان (کے حملے) سے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ (باغی شیاطین) اوپر کی اعلیٰ روحانی ہستیوں کی باتوں کے مفاہیم کو نہیں سمجھ سکتے اور بے وقوفی یا شرارت سے جھوٹی باتیں بناتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظلال کے ذریعہ روشن دلائل یا آسمانی نشانات و تائیدات کے کوڑوں سے ہر طرف سے اِن شیاطین کو مار بھگایا جاتا ہے اور ان کے لئے ایک مستقل (رسوائی اور ذلت کا) عذاب مقدر ہے۔ مگر ان میں سے جو فرد کسی صداقت کا ایک ٹکڑا شرارت سے اُڑا لیجائے یعنی اس سے غلط استدلال کرکے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہے تو اس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا روشن شعلہ آتا ہے جو مفسدین کے اثرات کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔ یہ مفسدین خالی خولی خشک اور بے نور سوفسطائی دلائل پیش کرتے ہیں یہ لوگ الٰہی نور کی بجائے شیطانی ظلمتوں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اِن کا مقابلہ کرنے والے خلفاءِ راشدین آسمانی نورِ فراست و حکمت نیز تائیدات و برکاتِ سماویہ سے چمک رہے ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں میں نور السمٰوٰت والارض کا نور موجیں مار رہا ہوتا ہے جیسے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

فِیْ وَجْہِنَا نُوْرُ الْمُھَیْمِنِ سَاطِعٌ
ھَلْ فِیْکُمْ مِنْ نَاظِرٍ مُتَوَسِّمٖ

یعنی اے لوگو! ہمارے یعنی میرے اور میرے سچے خلفاء اور اظلال کے چہرہ میں خدائے مہیمن کا نور چمک رہا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی اس نور کو دیکھنے والا اور قیافہ شناس موجود ہے؟

اِس جگہ اندرونی مفسدین اور منافقین کی رُوسیاہی کے بالمقابل سچے اظلالِ رسول کو الٰہی نُور سے چمکنے والے شعلے قرار دیا گیا ہے۔

پس اسلام کے دورِ اوّل سے جب سے کہ خلافتِ راشدہ کی ابتدا ہوئی اسلام پر بیرونی و اندرونی دشمنوں نے یورش کی اور اللہ تعالیٰ کے نُور کو مُنہ کی پھونکوں سے یا جبر و استبداد کی تلوار سے بُجھانے یا مٹانے کی کوشش کی لیکن خلفاءِ ربانی بیرونی دشمنوں پر شہابِ مُبین بن کر گرے اور اندرونی شیاطینِ مارِدہ یعنی باغی مفسدین پر شہاب ثاقب بن کر گرے اور دونوں پر اللہ تعالیٰ کے اذن سے فتح پائی۔ خلافتِ راشدہ کے تیس سال اس پر گواہ ہیں۔ یہ امر واضح کیا جا چکا ہے کہ کسی خلیفہ کا شہید ہو جانا اس کی شکست کی علامت نہیں جبکہ ہم دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے کلمے کو اپنا کلمہ قرار دیکر اسے سربلند کر دیا اور اس کے دشمنوں کو قائم رہنے والا اور ہمیشہ کی رُوسیاہی اور لعنت کا عذاب ملا۔ جیسے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید تو ہوئے لیکن اپنی شہادت کے ذریعہ سے انہوں نے عزلِ خلیفہ کا مطالبہ کرنے والے مفسدین کو ہمیشہ کے لئے رُوسیاہ کر دیا (وَلَھُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ)

اور اُن مفسدین پر تیرہ سو سال سے لوگ لعنت ہی کرتے چلے آئے ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ذلّت اور رُوسیاہی کے عذاب میں گرفتار ہو چکے ہیں۔

اسلام کی ابتدائی خلافتِ راشدہ کے بعد خلافتِ ربّانی نے خلافتِ علماءِ ربّانی یعنی مجددینِ امّت کی شکل اختیار کی۔ ہر بیرونی یا اندرونی حملے کے وقت اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی شہابِ مبین یا شہابِ ثاقب کو کھڑا کر دیا۔ جس وقت یونانی فلسفہ نے اسلام پر یورش کی تو اللہ تعالیٰ نے علّامہ امام ابن تیمیّہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیّم علیہ الرحمۃ کو کھڑا کیا اور ان کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سوفسطائی دلائل کی دھجیاں اُڑائیں۔

اسی طرح سلطنتِ مغلیہ کے درباری علماءِ سوء کے اثرات کو بھسم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے زمانے میں شہابِ ثاقب بنایا۔ بارھویں صدی ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی علمی مدافعت کے لئے حضرت ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کیا اور تیرھویں صدی میں مسئلہ جہاد اور اس کی شرائط کو واضح کرنے کے لئے اور بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں اس کا نمونہ دکھلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیسرے الیاس، دوسرے یوحنا، ارہاصِ مسیح الاسلام حضرت سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کیا۔ (سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ۔ (قرآن کریم) مگر اسلام کا جہاد بالسیف کرنے والا یہ آخری جرنیل جو اپنے زمانے کا مجدد اور شہابِ مُبین تھا بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوا اور اس کے بعد حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا کا زمانہ شروع ہوا یعنی مسیح موعود کا زمانہ جس میں دینی جہاد نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے یعنی بموجب حدیث نبوی یَضَعُ الْحَرْبَ کا زمانہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے پانچ سال بعد ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو قادیان ضلع گورداسپور پنجاب میں اسلام کا قمرِ منیر یعنی مسیح موعود پیدا ہوا اور چونکہ وہ نورِ نبوّت کے حامل ہونے کی وجہ سے خلفاءِ اُمّت میں سے سب سے زیادہ درخشندہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اندرونی و بیرونی دشمنوں کے اثرات کو خاکستر کرنے والے اس شعلہ جوّالہ کو خود اپنے الہام میں نجمِ ثاقب قرار دیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو الہاماً فرمایا:-

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ النَّجْمِ الثَّاقِبِ۔ کہ تو میری نگاہ میں بمنزلہ نجمِ ثاقب کے ہے۔"

(تذکرہ طبع نو صفحہ ۱۲۷)

قرآن کریم میں اس خاتم الخلفاء کو اَلطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ قرار دیا گیا ہے یعنی صبح کا روشن ستارہ جو رات کے اختتام کی علامت ہوتا ہے (سورۃ الطارق) یہ اس امر پر دال ہے کہ آپکے اور آپکے خلفاء کے ذریعہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کی عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوگی اور اسلام کی تمام ظلمتوں

کو روشنی سے بدل دیا جائیگا۔ اسلام کی رات ختم ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سراجِ منیر یعنی روشن سورج کے طور پر دنیا کے اُفق پر ایک دفعہ پھر پوری آب و تاب سے طلوع کریں گے اور آپ کی ضیاپاشیوں سے چار دانگِ عالم جگمگا اُٹھیں گے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے الہام کے الفاظ ہیں کہ :-

وَتُشْرِقُ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ وَفِیْ اَعْیُنِكُمْ عَجِیْبٌ

(تذکرہ طبع نو صفحہ ۱۹۳)

کہ زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہوگا مگر اس وقت یہ تمہاری نظروں میں ایک عجیب امر ہے کہ کیا اس مادیت کے عظیم سیلاب کو دریائے نور میں تبدیل کر دیا جائے گا؟

الغرض اسلام کے خلفاءِ راشدین و مجددین حصارِ اسلام کے جری محافظ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہر حملے کو پسپا اور ہر عظیم اور حقیقی خوف کو امن سے بدل دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے ہم پر کہ اس طوفانِ ضلالت اور سیلِ مادیت و دہریت میں اس نے سیدنا مسیح موعود اور آپ کی خلافتِ مبارکہ کی صورت میں ہمیں ایک کشتیِ نوح عطا کی ہے۔ غرقابی سے اب وہی بچے گا جو اس آسمانی کشتی میں سوار ہو جائے گا کیونکہ اس کشتی کا چلانے والا ملاح آسمان سے تقرر یافتہ اور منصور و مظفر و مؤید من اللہ ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ؎

واللہ کہ ہمچو کشتیِ نوحم ز کردگار بے دولت آنکہ دُور بماند ز لنگرم

یعنی خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے طوفانِ ضلالت میں کشتیِ نوح کی طرح ہوں جو میرے لنگر سے دُور رہتا ہے وہ بڑا ہی بدقسمت اور بدنصیب ہے۔

آپ کے الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی طرف نسبت کا دعویٰ کرنے والے بعض افراد (جن میں سے بعض آپ کے پرانے رفیق اور فرزندوں کی طرح تھے) ایک وقت جماعت کی کشتی سے اُتر جائیں گے اور جب وہ شکوک و شبہات کی موجوں میں تھپیڑے کھا رہے ہوں گے تو آپ ان کو یہی پیغام دیں گے کہ اے وہ لوگو جو میری طرف منسوب ہوتے ہو اور میری محبت کے دعویدار ہو کدھر جا رہے ہو؟ اُدھر ہماری کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ مگر افسوس کہ ان میں سے بعض لوگ کنعان پسرِ نوح کی مماثلت میں سوفسطائی دلائل کے انبار یا پہاڑ کی پناہ لینے کی کوشش کریں گے اور فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ (قرآن کریم پ ۱۲۔ ہود ع ۴) کے مصداق ہو جائینگے

چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے ایسے لوگوں کا اُن کے لیڈر کی صورت میں کشفاً آپ کو نظارہ دکھایا اور آپؑ نے اُسے عالمِ کشف میں قریباً قریباً وہی الفاظ کہے جو نوح علیہ السلام نے کنعان کو کہے تھے یعنی "آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ" (تذکرہ طبع نو صفحہ ۵۱۰)

اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تادم واپسیں اِس کشتیٔ نوحؑ یعنی نظامِ خلافتِ راشدہ سے منسلک رکھے اور خلافتِ مبارکہ کی برکت سے ہمارے ہر خوف کو امن سے بدل دے۔ بیرونی دشمنوں پر بھی فتح دے اور اندرونی فتنوں پر بھی غالب کرے اور خلیفۂ وقت کی مقبول اور مستجاب دعائیں ہمارے نصیب کرے جن کی برکت اور اثر سے ہمارے جملہ خوف امن سے بدل جائیں۔ اصل چیز تو روحانی خوف اور دینی ظلمت ہے جس کو خلافتِ راشدہ کے ذریعہ امن سے بدل دیا جاتا ہے لیکن ایک ضمنی اور ذیلی برکت یہ بھی ہے کہ خلیفۂ وقت کی دعاؤں کو جو وہ اپنی روحانی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دیتا ہے اور ان کے ذریعہ سے مبایعینِ خلافت کے ہر قسم کے اندھیروں کو امن سے بدلتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلۂ قبولیتِ دعا جہاں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے قادر و توانا ہونے کو ثابت کرتا ہے وہاں وہ خلیفۂ وقت کی محبت و تعلق کو دلوں میں زیادہ سے زیادہ جاگزین کرتا چلا جاتا ہے اور خلیفۂ وقت کے مؤید من اللہ اور برحق ہونے پر شاہدِ ناطق ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمارے موجودہ امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی خلافت کے مبارک دَور کی ابتدا میں ہی اللہ تعالیٰ سے قبولیتِ دعا کا معجزہ مانگا تھا تا اس کے ذریعہ سے وہ اپنے مبایعین کے دکھوں کا علاج کر سکیں۔ بعد میں ایک خاتون کو خواب میں بتایا گیا کہ تمہارے امام نے قبولیتِ دعا کا جو معجزہ مانگا تھا وہ انہیں عطا کر دیا گیا ہے۔

پس اے میرے بھائیو! جو مختلف قسم کی ظلمات و مصائب میں گرفتار ہو خلافتِ حقّہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعلقِ اطاعت و محبت استوار کرو۔ اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں کو اپنی خدماتِ دینیہ و قربانیوں سے حاصل کرو۔ کیونکہ جب بھی تم اپنے امام ہمام کی دل کی تاروں کو ہلانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اس طرح کہ تمہارا دکھ اُسے بھی بے چین کر دے اور تمہارا خوف اس کا خوف ہو جائے اور وہ اس بے چینی کو لے کر خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائے تو یاد رکھو کہ انشاء اللہ العزیز سب خوف اور اندھیرے اللہ کے اذن سے امن اور روشنی میں بدل دیئے جائیں گے کیونکہ خلافتِ راشدہ کی صداقت کا نشان اور اس کی ایک عظیم برکت یہ ہے کہ :-

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط

کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے خوفوں کو بھی جن کو خلفاء اپنے خوف قرار دے کر اللہ کے حضور فریاد کریں گے امن سے بدل دے گا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا اور اپنے کامل اظلال کا کیا ہی خوب نقشہ کھینچتے ہیں

کہ ؎

ہزار سر زنی و مُشکلے نہ گردد حَل
چو پیشِ او بروی کارِ یک دُعا باشد

یعنی ہزار سر پٹکتے ہو لیکن مشکل حل نہیں ہوتی لیکن جب تم اللہ کے مقبول بندے کے سامنے چلے جاتے ہو تو اس کی ایک دُعا سے بیڑا پار ہو جاتا ہے۔

خدا کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی مخلصانہ خدماتِ دینیہ کی توفیق پائیں اور خلافت سے اپنے ظاہری و باطنی تعلق کو اس قدر شدید اور گہرا کریں کہ ہم اپنے امام ہمام کی مستجاب دعاؤں کے وارث ہو جائیں اور خلافت کی شاآبیب رحمت ہم پر موسلا دھار برسیں۔ اور پھر یہ بارانِ رحمت ہم تک ہی محدود نہ رہے بلکہ تمام کُرۂ ارض پر محیط ہو جائے تا دنیا کی روحانی قحط سالی دُور ہو اور نسلِ آدم اللہ تعالیٰ کی محبت کے ابدی اور سرمدی سمندر میں تیرنے لگے۔ ہر قسم کی برکتیں دنیا کو گھیر لیں اور تمام نحوستیں کافور ہو جائیں۔ اس طرح کہ دنیا پھر کبھی روحانی خشک سالی کا مُنہ نہ دیکھے جیسے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ؎

اِنِّیْ اَرَی الدُّنْیَا وَ بَلْدَۃً اَھْلِھَا
جَدَبَتْ وَ اَرْضُ وِدَادِنَا لَا تَجْدِبُ

یعنی مَیں دنیا کو اور اس کے شہروں کو دیکھتا ہوں کہ وہ روحانی طور پر قحط زدہ ہو گئے ہیں لیکن ہماری محبت کی سرزمین کبھی قحط زدہ نہیں ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسیح موعود علیہ السلام کی اس اقلیمِ محبت کے ساکنین میں ہمیشہ کے لئے داخل کر دے۔ آمین۔ ثمّ آمین برحمتك یا ارحم الرّاحمین +

مبایعین کے لئے ضروری امر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جو شخص بیعت میں داخل ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مقاصد کو مدّنظر رکھے جو بیعت کے مقاصد ہیں" (ملفوظات جلد سوم ص۳۱۵)

ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ بابت ماہ جنوری ۱۹۶۸ء

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی چہارم ۱۳۴۶ ہش / ۱۹۶۷ء

اس امتحان کا نصاب ترجمہ قرآن مجید نصف دوم پارہ ہفتم اور چند دعاؤں پر مشتمل تھا۔ کل ۱۷۱ احباب شامل امتحان ہوئے۔ ۱۳۶ معیار اول میں اور ۳۵ معیار دوم میں۔ جوابات کا معیار اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی بلند تھا۔ مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد ساکن چک چہور اوّل اور مکرم خان محمد شفیع خانصاحب کراچی دوم رہے۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

معیار اوّل

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	حیدرآباد	مکرم عبدالغفار صاحب	I	۱۴	پشاور	مکرم میاں عبدالرشید صاحب	I
۲	"	" محمود احمد صاحب	II	۱۵	"	" محمد الطاف صاحب	"
۳	"	" ڈاکٹر ایس ایم بشیر احمد صاحب	"	۱۶	"	" چوہدری رکن الدین صاحب	"
۴	"	" ڈاکٹر عبدالسلام صاحب	"	۱۷	"	" عبدالکریم صاحب	"
۵	"	" چوہدری عنایت الرحمٰن صاحب	II	۱۸	"	" حاجی بختیار احمد صاحب	II
۶	پشاور	" " عبدالغفور صاحب	"	۱۹	"	" ملک سعادت احمد صاحب	I
۷	"	" رحیم بخش صاحب	II	۲۰	"	" فیض محمود صاحب	"
۸	"	" میاں عبدالرفیق صاحب	I	۲۱	اسلامیہ پارک	" مسعود احمد صاحب	II
۹	"	" نیلفز قطب احمد بٹ	II	۲۲	" لاہور	" سردار بشیر احمد صاحب	"
۱۰	"	" کرامت اللہ صاحب	"	۲۳	سیالکوٹ	" حکیم سید پیر احمد صاحب	"
۱۱	"	" عبدالحمید صاحب	I	۲۴	"	" چوہدری اللہ دتا صاحب	"
۱۲	"	" منیر احمد صاحب	"	۲۵	لائل پور	" " عبدالکریم صاحب	I
۱۳	"	" خلیل الرحمٰن صاحب	"	۲۶	"	" " ظفر اللہ خان صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۲۷	لائل پور	مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب	I
۲۸	"	" احمد علی صاحب اسلم	"
۲۹	"	" سید عطاء حسین شاہ صاحب	II
۳۰	"	" چوہدری عبدالغنی صاحب	"
۳۱	"	" شیخ عبدالعزیز صاحب	I
۳۲	"	" سید حاکم شاہ صاحب	"
۳۳	"	" ایم احسان اللہ صاحب	II
۳۴	"	" مولوی عبداللطیف صاحب	I
۳۵	"	" حوالدار بشیر احمد صاحب	II
۳۶	کریم نگر فارم	" مولوی محمد عبداللہ صاحب	I
۳۷	بہاول نگر	" محمد بشیر فاروقی	II
۳۸	"	" چوہدری غلام نبی صاحب	"
۳۹	"	" شیخ اقبال دین صاحب	"
۴۰	"	" رانا محمد خاں صاحب	I
۴۱	نوکوٹ	" ڈاکٹر محمد یونس صاحب	"
۴۲	کراچی حلقہ مارٹن کوارٹرز	" سید محمد یوسف صاحب	"
۴۳	راولپنڈی	" چوہدری عبداللہ خاں صاحب	"
۴۴	"	" محمد نعیب صاحب عارف	"
۴۵	"	" عبدالحمید صاحب	II
۴۶	"	" قاضی محمد نذیر صاحب	"
۴۷	"	" محمد حسین شاہ صاحب	II
۴۸	کوئٹہ	مکرم شاہ محمد صاحب	"
۴۹	"	" مرزا محمد احمد صاحب	"
۵۰	کوئٹہ	مکرم مرزا معظم بیگ صاحب	I
۵۱	"	" محمد عبدالقیوم صاحب	"
۵۲	"	" میاں عبدالقیوم صاحب	"
۵۳	"	" صوبیدار نواب الدین صاحب	"
۵۴	"	" میجر محمد عبدالرحمن صاحب	"
۵۵	"	" ملک غلام حسین صاحب	II
۵۶	"	" مرزا محمد فاضل صاحب	I
۵۷	"	" سید عبدالرشید شاہ صاحب	"
۵۸	"	" محمد عبدالحق صاحب جنجوعہ	II
۵۹	"	" محمد عیسیٰ جان صاحب	I
۶۰	"	" صوبیدار محمد شریف احمد صاحب	"
۶۱	"	" " محمد افضل خاں صاحب	II
۶۲	"	" حاجی فیض الحق صاحب	I
۶۳	"	" میاں عبدالکریم صاحب	"
۶۴	"	" چوہدری محمد حیات صاحب	"
۶۵	دوالمیال	" میجر ملک حبیب اللہ خاں صاحب	"
۶۶	"	" کیپٹن شیر زمان صاحب	"
۶۷	"	" حوالدار عبدالغنی صاحب	"
۶۸	"	" ملک منشی مولا بخش صاحب	"
۶۹	تتلے عالی	" محمد الیاس صاحب	II
۷۰	گوجرانوالہ	" چوہدری خورشید احمد صاحب	I
۷۱	"	" شیخ عبدالرحیم صاحب	II
۷۲	"	" محمد اکبر صاحب	I

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۷۳	گوجرانوالہ	مکرم محمد شریف صاحب	I	۹۸	کراچی	مکرم مولوی عبد المجید صاحب	I
۷۴	انور آباد	" محمد انور صاحب	"	۹۹	"	" محمد عبد اللہ مہر صاحب	"
۷۵	گھسیٹ پورہ	" قریشی محمد خورشید احمد صاحب	"	۱۰۰	"	" آفتاب احمد صاحب بسمل	"
۷۶	"	" رحمت اللہ صاحب	II	۱۰۱	"	" چوہدری عزیز اللہ صاحب	"
۷۷	"	" عبد الحمید صاحب	"	۱۰۲	"	" خان محمد شفیع خان صاحب (دوم)	"
۷۸	"	" ماسٹر محمد شفیع صاحب	"	۱۰۳	"	" ملک نصیر احمد صاحب	"
۷۹	جہلم شہر	" مولوی عبد الکریم صاحب	I	۱۰۴	"	" مسعود احمد صاحب خورشید	"
۸۰	"	" چوہدری سعید احمد صاحب اعجاز	"	۱۰۵	"	" ملک محمد اشرف صاحب	II
۸۱	"	" ماسٹر عبد الحلیم صاحب	II	۱۰۶	"	" حکیم علاء اللہ الٰہی بخش صاحب	I
۸۲	"	" حکیم محمد عبد اللہ صاحب	I	۱۰۷	گنج مغلپورہ لاہور	" غلام محمد صاحب پرویز	"
۸۳	گولے کی	" پیرزادہ فیض عالم صاحب	"	۱۰۸	"	" ملک عنایت الرحمٰن صاحب	II
۸۴	"	" " محمد اکبر سقراط صاحب	"	۱۰۹	"	" ملک مظفر احمد صاحب	"
۸۵	"	" ماسٹر اللہ دتہ صاحب	"	۱۱۰	"	" محمد صادق صاحب	"
۸۶	آہنگر پورہ	" محمد اسمٰعیل صاحب	II	۱۱۱	"	" چوہدری بشیر احمد صاحب	I
۸۷	"	" حکیم عبد الرحمٰن صاحب	I	۱۱۲	"	" عبد الحکیم صاحب	"
۸۸	مرالہ	" شاہ محمد صاحب	"	۱۱۳	"	" بشیر احمد صاحب گورایا	"
۸۹	منڈی بہاؤالدین	" چوہدری نذیر احمد صاحب	"	۱۱۴	"	" چوہدری غلام رسول صاحب	"
۹۰	کھنڈو	" عبد الغفور صاحب	"	۱۱۵	سانگلہ ہل	" حکیم برکت اللہ صاحب	II
۹۱	چک ۲۱ چھور	" سید علی صاحب ہاشمی	"	۱۱۶	شیخوپورہ	" بشیر محمد صاحب	"
۹۲	"	" محمد ابراہیم صاحب شاد (اول)	"	۱۱۷	جھنگ صدر	" احمد الدین صاحب	I
۹۳	شیخوپورہ	" شیخ گلزار محمد صاحب	"	۱۱۸	"	" ناصر علی صاحب	"
۹۴	"	" حکیم مرغوب اللہ صاحب	II	۱۱۹	"	" عنایت احمد صاحب	II
۹۵	کراچی	" میجر سید محمود احمد شاہ صاحب	I	۱۲۰	"	" محمد عبد العزیز صاحب	I
۹۶	"	" شیخ رحمت اللہ صاحب	"	۱۲۱	"	" ایم علی محمد صاحب	"
۹۷	"	" ابن عزیز صاحب	"	۱۲۲	"	" سراج الدین صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۲۳	سکھر	مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب	I
۱۲۴	"	" محمد رفیع صوفی صاحب	"
۱۲۵	"	" فخر الدین صاحب	"
۱۲۶	باڈہ	" محکم الدین صاحب	II
۱۲۷	چک ۲۷۰	" صوفی غلام محمد صاحب	I
۱۲۸	دارالیمن غربی	" سردار محمد صاحب	"
۱۲۹	"	" حسن محمد صاحب	II
۱۳۰	"	" محمد صدیق صاحب	"
۱۳۱	"	" محمد اسمٰعیل صاحب	I
۱۳۲	دارالیمن وسطی	" محمد حسین صاحب ٹھیکیدار	"
۱۳۳	دارالصدر شرقی	" صوفی رمضان علی صاحب	"
۱۳۴	"	" خواجہ عبیداللہ صاحب	"
۱۳۵	"	" ماسٹر حمید احمد صاحب سنیاسی	"

معیار دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	کراچی	مکرم پیر محمد حسین صاحب	I
۲	"	" سید محمد سعید شاہ صاحب	"
۳	"	" صدرالدین صاحب کھوکھر	"
۴	کھنڈو	" حاجی رضا محمد صاحب	"
۵	گولے کی	" مولوی محمد نورالدین صاحب	"
۶	"	" چوہدری علی محمد صاحب	II
۷	"	" عبداللہ خان صاحب	"
۸	"	" فتح عالم صاحب	"
۹	"	" پیر محمد اکبر شاہ صاحب	I
۱۰	"	" چوہدری بشیر احمد صاحب	II

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۱	گولے کی	مکرم منشی خوشی محمد صاحب	II
۱۲	کوئٹہ	" اللہ دتہ صاحب ڈار	"
۱۳	"	" مرزا عبدالرشید صاحب	"
۱۴	دوالمیال	" ملک حبیب خان صاحب	I
۱۵	"	" ملک احمد صاحب	"
۱۶	"	" ملک لعل خان صاحب	II
۱۷	"	" غلام محمد صاحب	"
۱۸	"	" احمد خان صاحب	"
۱۹	"	" صوبیدار عباس خان صاحب	"
۲۰	"	" مستری غلام محمد صاحب	"
۲۱	"	" نمبردار امیر علی صاحب	"
۲۲	"	" محمد خان صاحب نمبردار	"
۲۳	"	" ملک راج ولی صاحب	"
۲۴	گوجرانوالہ	" میاں محمد شریف صاحب	I
۲۵	گولے کی	" منشی احمد خان صاحب	II
۲۶	نوکوٹ	" چوہدری محمد یعقوب صاحب	"
۲۷	"	" عنایت اللہ صاحب	"
۲۸	"	" محمد شریف صاحب	"
۲۹	"	" رئیس بخش صاحب	I
۳۰	"	" منشی علی محمد صاحب	II
۳۱	"	" محمد عبداللہ صاحب	I
۳۲	"	" غلام رسول صاحب	II
۳۳	"	" محمد شریف صاحب	III
۳۴	"	" منشی علی محمد صاحب	"
۳۵	"	" چوہدری غلام رسول صاحب	"

خدا اپنے بندے کو رعب اور عظمت عطا کرتا ہے

یہ عظمت انہی کو ملتی ہے جو اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''خدا جب بندے سے خوش ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بندے کو خود رعب اور عظمت عطا کردیتا ہے کیونکہ حق کے ساتھ ایک عظمت اور رعب ہوتا ہے۔ دیکھو ابوجہل وغیرہ جو اس وقت مکہ میں بڑے آدمی بنے ہوئے تھے اصل میں ان کا ساراتکبر اور دبدبہ جھوٹا تھا۔ ان کی عظمت فانی تھی۔ چنانچہ نتیجہ میں دیکھ لو کہ ان کی عظمت و شوکت کہاں گئی۔

اصل بات یہ ہے کہ سچا رعب اور حقیقی عظمت ان لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو اول خدا کے واسطے اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیتے ہیں اور اپنی عظمت اور جلال کو خاکساری سے، انکساری سے، تواضع سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ تب چونکہ انہوں نے خدا کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کیا ہوتا ہے خدا خود ان کو اٹھاتا ہے اور قدرت نمائی سے ان کو نوازتا ہے۔ دیکھو تو بھلا اگر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی اپنی پہلی خاندانی بزرگی اور عظمت ہی کو دل میں جگہ دئے رہتے اور خدا کے لئے وہ اپنا سب کچھ نہ کھو بیٹھتے تو۔۔۔ زیادہ سے زیادہ مکہ کے کھڑپنچ بن جاتے۔ مگر۔۔۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کسی بزرگی اور عظمت وسطوت کی پرواہ نہ کی بلکہ سب کچھ نثار کر دیا اور خدا کے فروتن، متواضع، اور خاکسار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسا نوازا، کیسی عظمت و جبروت عطا کی۔ بھلا جو کچھ خدا نے ان کو دیا اس کا وہم بھی کبھی کسی عرب کے دل میں اس وقت آ سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ پس سچی عظمت اور سچا رعب یہی تھا نہ کہ ابوجہل وغیرہ کا۔ اور یہ سچی باتیں انہی کو دی جاتی ہیں جو پہلے اپنے اوپر خدا کے لئے ایک موت وارد کر لیتے ہیں''

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۱۵۹)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

جلد ۹ فروری - مارچ ۱۹۶۸ء شمارہ ۲ ، ۳

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

فروری و مارچ سنہ ۱۹۶۸ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ :- چھ روپے ۔ فی پرچہ :- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ؛ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"
دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۹ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۳،۲

فروری و مارچ ۱۹۶۸ء

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی دو اہم پیشگوئیاں

اور

ان کا نہایت درجہ مہتم بالشان ظہور

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ مہتم بالشان پیشگوئی جو حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بذریعہ الہام خبر پاکر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع فرمائی اور جو سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلی اللہ درجاتہ فی اعلیٰ علیین وعباد اللہ المقربین کے وجود باجود میں حرف بحرف پوری ہوئی، جیسا کہ اس کے الہامی الفاظ سے ظاہر ہے اپنے مقصد اور علتِ غائی کے اعتبار سے غیر معمولی فتح و نصرت اور ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والے غلبۂ اسلام کے عملی ظہور کی عظیم الشان بشارت پر مشتمل تھی۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جو اس پیشگوئی کے اصل اور حقیقی مصداق تھے آپ کے ذریعہ رونما ہونے والے غلبۂ اسلام کے متعلق دو مہتم بالشان پیشگوئیاں کرائیں۔ اُن میں سے ایک پیشگوئی نے تو آپ کی زندگی میں ہی پورا ہونا تھا اور آپ کی زندگی کے آخری سانس تک پورا ہوتے چلے جانا تھا۔ برخلاف اس کے دوسری پیشگوئی کا

آپ کے وصال کے بعد پورا ہونا مقدر تھا اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ تھا کہ یہ پیشگوئی قیامت تک پوری ہوتی چلی جائے گی۔

ہر چند کہ آپ نے یہ دونوں پیشگوئیاں علیحدہ طور پر معین الفاظ میں فرمائیں تاہم اگر دیکھا جائے تو یہ پیشگوئیاں فی الاصل خود ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے الہامی الفاظ میں بھی پہلے ہی سے مضمر تھیں آپ نے خدائی اذن کے ماتحت مختلف وقتوں میں ان پیشگوئیوں کو کھول کر اور وضاحت سے بیان فرما دیا تاکہ دنیا والوں پر اچھی طرح اتمام حجت ہو جائے اور تا جب یہ پیشگوئیاں پوری ہوں اور وقتاً بعد وقت ان کا نیا ظہور عملی میں آئے تو یہ صداقت اسلام کو ایک نئے رنگ میں آشکار کرتے ہوئے مومنوں کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب بنتی چلی جائیں۔ ذیل میں ہم ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کی عظمت ظاہر کرنے کی غرض سے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان دونوں پیشگوئیوں اور ان کے ظہور کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلبۂ اسلام کے متعلق جو پہلی پیشگوئی فرمائی اس میں آپ نے حتمی طور پر اعلان فرمایا کہ خدائی وعدوں کے بموجب آپ کے ذریعہ اسلام کو دنیا بھر میں جو غلبہ حاصل ہو رہا ہے وہ آپ کی زندگی کے آخری سانس تک بڑھتا ہی چلا جائے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اس غلبہ کے ظہور کو روک نہ سکے گی۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۴۵ء کے جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"جو کچھ میں کہتا ہوں، اور میں وہی کچھ کہتا ہوں جو مجھے خدا نے کہا، وہ یہ ہے کہ میرے آخری سانس تک خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے لئے غلبہ اور ترقی اور کامیابی ہی مقدر ہے اور کوئی اس الٰہی تقدیر کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس بات پر خواہ کوئی ناراض ہو، شور مچائے، گالیاں دے، یا برا بھلا کہے، اس سے خدائی فیصلہ میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ یہ تقدیر مبرم ہے جس کا خدا آسمان پر فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ میری زندگی کے آخری لمحات اور میرے جسم کے آخری سانس تک جماعت کا قدم ترقی کی طرف بڑھتا چلا جائے گا۔ جس طرح خدا کی بادشاہت کو کوئی نہیں بدل سکتا اسی طرح خدا تعالیٰ کے کلام اور اس کے وعدہ کو بھی کوئی بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ زمین و آسمان کے خدا کا وعدہ ہے کہ بہر حال میری زندگی میں جماعت کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائیگا۔" (الفضل ۲۲ جنوری ۱۹۶۰ء)

یہی کچھ آپ کے متعلق ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں بیان ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں آپ کو رحمت اور قربت نیز فضل اور احسان کا نشان قرار دیا، فتح اور ظفر کی کلید آپ کو ٹھہرایا اور فرمایا کہ "نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالینگے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امراً مقضیاً" آپ کا وصال نہیں ہوا جب تک کہ یہ ساری باتیں ظہور میں نہ آگئیں اور دنیا والے یہ گواہی نہ دے اُٹھے کہ یہ سب باتیں پوری ہو گئی ہیں۔ مثال کے طور پر ہربرٹ گوٹس شالک (Herbert Gotts Chalk) نے اپنی کتاب Welt bevegende Macht Islam میں لکھا:۔

"امن پسند جماعت احمدیہ کرہ ارض کے تقریباً تمام ممالک میں تبلیغی مہمات میں مصروف ہے۔"

اور پھر گواہی دی کہ:۔

"ان احمدیہ مراکز کے قیام کا سہرا زیادہ تر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے سر ہے۔ ہمارے ہاں اس کام میں متعدد یورپین باشندوں نے بھی ان کا ساتھ دیا ہے اور یہ وہ یورپین ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور اپنے نئے مذہب سے خلوص کے باعث عربی نام بھی رکھ لئے ہیں۔ پس یہ تبلیغ غیروں کے ذریعہ نہیں بلکہ خود ان یورپینوں کی زبانوں سے ہو رہی ہے جو پہلے عیسائی تھے اور اپنے ذاتی علم کی بناء پر جو عیسائی مذہب کی خامیوں سے واقف ہیں اور اپنے اس علم کو اپنے نئے مذہب کے فائدہ کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

اب رہا یہ امر کہ سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے آخری سانس تک آپ کی آسمانی قیادت میں جماعت کا قدم ہر آن ترقی کی طرف بڑھتا چلا گیا اور دنیا میں غلبۂ اسلام کی راہ ہموار سے ہموار تر ہوتی چلی گئی۔ سو اس کے لئے خود غیر مبایعین کے اپنے اخبار "دی لائٹ" کی وہ گواہی کافی ہے جو اس نے آپ کے وصال پر تعزیتی نوٹ رقم کرتے ہوئے دی۔ اس نے لکھا:۔

"امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات انتہائی طور پر پُر از واقعات ایک ایسی زندگی کے اختتام پر منتج ہوئی ہے جو دُور رس نتائج کے حامل بے شمار

عظیم الشان کارناموں اور مہمات سے لبریز تھی۔ آپ علوم و فنون پر حاوی ایک نابغۂ روزگار وجود اور بے پناہ قوتِ عمل سے مالا مال شخصیت تھے۔ گزشتہ نصف صدی کے دوران دینی علم و فضل سے لے کر تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے نظام تک اور مزید برآں سیاسی قیادت تک فکر و عمل کا بمشکل ہی کوئی ایسا شعبہ ہوگا جس پر مرحوم نے (اپنے منفردانہ اثر کا) گہرا نقش نہ چھوڑا ہو ——— دنیا بھر میں پھیلا ہوا اسلامی مشنوں کا ایک جال، اطراف و جوانبِ عالم میں تعمیر ہونے والی مساجد، اور عرصۂ دراز سے قائم شدہ عیسائی مشنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی تبلیغِ اسلام کا افریقہ میں وسیع و عمیق نفوذ ——— یہ وہ کارہائے نمایاں ہیں جو مرحوم کی تخلیقی منصوبہ بندی، تنظیمی صلاحیت، اور انتھک جدّ و جہد کے حق میں ایک مستقل اور پائیدار یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حالیہ زمانہ میں بمشکل ہی انسانوں کا کوئی اور ایسا لیڈر ہوا ہوگا جو اپنے متّبعین کی اتنی پُرجوش محبّت اور جاں نثاری کا مستحق ثابت ہوا ہو۔ پھر آپ کے متّبعین کی طرف سے پُرجوش محبّت اور جاں نثاری کا اظہار صرف آپ کی حیات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اسکے بعد بھی اسکا اظہار اسی شدّت سے ہوا جبکہ ملک کے تمام حصّوں سے ۶۰ ہزار لوگ اپنے جدا ہونے والے امام کو آخری نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے دیوانہ وار دَوڑے چلے آئے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں مرزا صاحب کا نام ایک ایسے عظیم معمارِ قوم کے طور پر زندہ رہے گا جس نے شدید مشکلات کے علی الرغم ایک متّحد و مربوط جماعت قائم کر دکھائی اور اسے ایک ایسی قوت بنا ڈالا کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" (ترجمہ)

("دی لائٹ" ۱۶ نومبر ۱۹۶۵ء)

خود یورپ کے عیسائی اہلِ قلم اور بالخصوص غیر مبایعین جنہوں نے آپ کی مخالفت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی کے اس واضح اور کھلے اعتراف کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وجود باجود میں پوری نہیں ہوئی یا یہ کہ اس کی تائید میں خود حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اپنی پیشگوئی کا ظہور عمل میں نہیں آیا۔ یہ ہر دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور نہایت شان سے پوری ہوئیں حتّٰی کہ غیروں نے بھی اِن کے پورے ہونے کی گواہی دیکر ان کے ظہور پر مہرِ تصدیق ثبت کی۔ فی الواقعہ سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے آنے کے ساتھ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آیا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ نکلا۔ دینِ اسلام اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوا۔ وہ جو قبروں میں دبے پڑے تھے باہر نکلے اور وہ جو زندگی کے خواہاں

تھے اُنہیں موت کے پنجے سے نجات حاصل ہوئی، دنیا میں رُوحانی اسیروں کو رستگاری ملی۔ اقوام مشرق و مغرب اسلام کے نور سے منور ہوئیں اور انہوں نے آپ سے برکت پائی اور اس بنا پر آپ کی شہرت زمین کے کناروں تک پھیلتی چلی گئی اور پھر آپ کی زندگی کے آخری لمحات اور آپ کے جسم کے آخری سانس تک جماعت کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا اور دُنیا میں غلبۂ اسلام کی راہ ہموار سے ہموار تر ہونے کے باعث آپ کے جسم کے آخری سانس تک زمین کے کناروں تک آپ کی شہرت میں ہر آن اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اس طرح آپ کے وصال پر بھی آسمانی پیشگوئیوں کے مطابق ایک نہایت مہتم بالشان نشان ظہور میں آیا جو صداقتِ اسلام کو دنیا میں آشکار کرنے کے علاوہ مومنوں کے لئے بے انتہا ازدیادِ ایمان کا موجب بنا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پیشگوئی سے کہ آپ کی زندگی کے آخری لمحات اور جسم کے آخری سانس تک جماعت کا قدم ترقی کی طرف ہی بڑھتا چلا جائے گا مخالفین اور بالخصوص غیر مبایعین ازراہِ تعصب یہ نتیجہ نکال سکتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ کے وصال کے بعد جماعت کی ترقی رُک جائے گی اور غلبۂ اسلام کے ضمن میں آپ کے کارنامے بے اثر ہو کر رہ جائیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایک اور پیشگوئی بھی کرائی جو اس بشارت پر مشتمل تھی کہ آپ کا کام اور آپ کا نام ہمیشہ قائم رہے گا اور کوئی زمانہ ایسا نہیں آئے گا کہ غلبۂ اسلام کے ضمن میں آپ نے جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں وہ بے اثر ہو کر رہ جائیں بلکہ آئندہ بھی یہ کارنامے اپنے اثر اور اپنے ثمرات کے لحاظ سے نمایاں تر ہوتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ اسلام پُورے کرۂ ارض پر محیط ہو جائے گا ——— اس پیشگوئی میں یہ اشارہ مضمر تھا کہ آپ کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے جانشین پیدا ہوتے چلے جائیں گے جو آپ کے کام کو آگے بڑھا کر اسے ترقی دیتے چلے جائیں گے اور اس طرح آپ کا کام اور آپ کا نام ہمیشہ قائم رہے گا۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۶۱ء کے جلسہ سالانہ میں ۲۸ دسمبر کو تقریر ارشاد فرماتے ہوئے بڑی تحدی کے ساتھ اعلان فرمایا:۔

"خدا نے میری ہر میدان میں تائید کی اور مجھے ہر جگہ مظفر و منصور کیا۔ بیشک غیر مبایعین ہمیشہ مجھ پر اعتراض کرتے رہتے ہیں مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اسلام کے لئے کس کا وجود مفید ثابت ہوا ہے، کیا میرا یا اُن کا؟ انہوں نے تو یہی کیا کہ وہ شخص جو اسلام کی خدمت کر رہا ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دنیا میں پھیلا رہا ہے، جو قرآن کی عظمت

عالم میں قائم کر رہا ہے، اس پر رکیک اور بے بنیاد حملے کئے ......
...... اِس دنیا کا ایک زندہ اور طاقتور خدا ہے۔ وہ مجھ پر اعتراض کر سکتے ہیں،
وہ میرے خلاف ہر قسم کے منصوبے کر سکتے ہیں، وہ مجھے لوگوں کی نگاہ سے گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے جھوٹے الزام لگا سکتے ہیں، مگر وہ اِن عملوں کے نتیجہ میں میرے خدا کے زبردست ہاتھ سے نہیں بچ سکتے۔ لیکن میں اُسی خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام ہمیشہ دنیا میں قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا۔"

(بحوالہ ٹریکٹ "روح پرور خطاب" شائع کردہ نظارت اصلاح و ارشاد)

آپ کی یہ پیشگوئی بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے عین مطابق تھی۔ کیونکہ پیشگوئی مصلح موعود دو نہایت بالشان پہلوؤں پر مشتمل تھی اور اپنے دوسرے پہلو کے اعتبار سے یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذرّیت کے تا قیامت سرسبز رہنے اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کے نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک جاری رہنے کی بشارت پر مشتمل تھی جس کا صاف اور واضح مطلب یہ تھا کہ مصلح موعود کی موعودہ برکات اس کے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھائے جانے یعنی اپنا کام پورا کر کے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر جانے کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذرّیت اور آپ کی قائم کردہ جماعت میں جاری رہیں گی اور اس طرح مصلح موعود کا نام اور اس کا کام اس کے وصال کے بعد بھی قائم رہے گا اور کبھی نہیں مٹے گا۔ ہر چند کہ یہ صراحت خود پیشگوئی مصلح موعود میں موجود تھی تاہم اللہ تعالیٰ نے خود سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک خواب کے ذریعہ یہ بشارت دی کہ ایسا ہی ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اُس خواب میں آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے بعد ایسے وجود کھڑے کئے جائیں گے جو الٰہی نور اپنے اندر رکھتے ہوں گے، جو آپ کے کام کو آپ کے بعد جاری رکھیں گے یعنی اسلام کے غلبہ کو تا قیامت قائم و دائم رکھنے کا کام انجام پذیر ہوتا چلا جائیگا۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء میں سفر یورپ سے واپس تشریف لانے کے بعد آپ نے اپنا یہ خواب الفضل میں شائع کراتے ہوئے رقم فرمایا:۔

"میں واپسی کے وقت غالباً زیورک میں تھا کہ میں نے خواب دیکھی۔ (میں نے دیکھا) کہ میں ایک راستہ پر گزر رہا ہوں کہ مجھے اپنے سامنے ایک ریوالونگ لائٹ یعنی

چکر کھانے والی روشنی نظر آئی جیسے ہوائی جہازوں کو راستہ دکھانے کے لئے منارہ پر تیز لیمپ ہوتے ہیں جو گھومتے رہتے ہیں۔ مَیں نے خواب میں خیال کیا یہ اللہ تعالےٰ کا نور ہے۔ پھر میرے سامنے ایک دروازہ ظاہر ہوا جس میں پھاٹک نہیں لگا ہوا بغیر پھاٹک کے کُھلا ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ جو شخص اس دروازے میں کھڑا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا نور گھومتا ہوا اس کے اُوپر پڑے تو خدا تعالیٰ کا نور اس کے جسم کے ذرہ ذرہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ تب مَیں نے دیکھا کہ میرا لڑکا ناصر احمد اس دروازہ کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا اور وہ چکر کھانے والا نور اُس دروازہ کی طرف مُڑا اور اس میں سے تیز روشنی گزر کر ناصر احمد کے جسم میں گُھس گئی۔" (الفضل ۸ راکتوبر ۱۹۵۵ء)

جیسا کہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دکھایا اس خواب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہی منکشف فرمایا تھا کہ آپ کے وصال کے بعد پیشگوئی مصلح موعود کے دوسرے پہلو کے بروئے کار آنے پر آپ کی ذریت میں سے ایسے وجود کھڑے کئے جائیں گے جو آسمانی نور اپنے اندر رکھتے ہوں گے اور جو آپ کے کام کو جاری رکھ کر اور اسے آگے بڑھا کر دنیا میں اسلام کو غالب کرتے چلے جائیں گے اور اس طرح آپ کا نام اور آپ کا کام ہمیشہ قائم رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اسے مٹانے پر قادر نہیں ہو سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد خدائی تصرف کے ماتحت تمام جماعت کی نگاہیں اُسی مقدس وجود کی طرف اُٹھیں اور سب کے ہی دل اُسی کی طرف کھنچے چلے گئے جسے آپؓ نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ کا نور اس کے جسم میں داخل ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو خود ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھایا اور اُس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں اُس کا نور آپ کے جسم کے ذرہ ذرہ میں سرایت کرتا چلا گیا اور آپ خلافت احمدیہ کی مسندِ جمیلہ پر متمکن ہو کر اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق خلیفۃ المسیح الثالث کہلائے یعنی جماعت مومنین کے واجب الاطاعت امام و پیشوا اور ہمارے دل سے عزیز محبوب سردار و آقا۔ اِس طرح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِس پیشگوئی کا ابتدائی ظہور نہایت اہتمام بالشان طریق پر عمل میں آیا کہ خدا تعالیٰ آپ کے نام اور آپ کے کام کو ہمیشہ قائم رکھے گا اور کوئی اسے مٹا نہیں سکے گا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خلافتِ احمدیہ کی مسند

جلیلہ پر بمنشائے الٰہی متمکن ہونا اس امر پر دال تھا کہ اب پیشگوئی مصلح موعود کے دوسرے پہلو کی رُو سے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاری فرمودہ غلبۂ اسلام کی مہم اور زیادہ جذبہ و جوش کے ساتھ آگے بڑھے گی اور اس میدان میں نئی فتوحات کا دروازہ کُھل کر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے نام اور کام کو مزید دوام بخشنے کا موجب ثابت ہوگا۔ چنانچہ حسب وعدۂ الٰہی بعینہٖ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورِ خلافت کے پہلے اور تاریخی جلسہ سالانہ کے موقع پر جو سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے وصال کے قریباً ڈیڑھ ماہ بعد منعقد ہوا پیشگوئی مصلح موعود کی عظمت و اہمیت اور سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود باجود میں اس کے مہتم بالشان ظہور پر ایک معرکۃ الآراء تقریر ارشاد فرمائی جس میں اس امر پر زور دیا کہ غلبۂ اسلام کے ضمن میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کام کو پوری مستعدی سے جاری رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ نے احبابِ جماعت کو یقین دلایا کہ اگر ہم قربانیاں پیش کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں گے تو سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی پیشگوئی کے بموجب نئی فتوحات کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے اور آئندہ پچیس تیس سال کے اندر ایسے حالات رونما ہو جائیں گے کہ بعض علاقوں کی غالب اکثریت اسلام قبول کرلے گی۔ چنانچہ آپ نے اِس معرکۃ الآراء تقریر کے آخر میں فرمایا :۔

"مَیں اُس تمام ہیستی اور تذلّل کے باوجود جو مَیں اپنے نفس میں پاتا ہوں اور یہ سمجھنے کے باوجود کہ مَیں تو محض لاشئی ہوں پھر بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر مجھے کھڑا کیا ہے اس کی حفاظت کا اُس نے خود ذمّہ لے رکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک وہ مجھے زندہ رکھنا چاہے گا اُس قادر و توانا کا قوی ہاتھ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا اور میرے ہاتھ سے وہ جماعت کو جس طرف بھی لے جائے گا انشاء اللہ اُس میں ضرور کامیابی ہوگی۔ اس لئے نہیں کہ میرے اندر کوئی خوبی ہے بلکہ اس لئے کہ اُس قادر و توانا خدا کے ہاتھ میں سب طاقتیں ہیں اور اُس کا وعدہ ہے کہ وہ مجھے کامیابی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹۱۵ء میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :۔

"ہماری جماعت کی ترقی کا زمانہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت قریب آگیا ہے اور وہ دن دُور نہیں جبکہ افواج در افواج لوگ اِس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ مختلف ملکوں سے جماعتوں کی جماعتیں داخل ہوں گی اور وہ زمانہ

آتا ہے کہ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر احمدی ہوں گے۔ اور ابھی سے مختلف اطراف سے خوشخبری کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ کی یہ سُنت ہے کہ بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے تاکہ غافل لوگ آگاہ ہو جائیں اور اپنے مال و اسباب کو سنبھال لیں، اسی طرح خدا تعالیٰ نے ہماری ترقی کی ہوائیں چلا دی ہیں۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ آپ لوگوں میں سے خدا کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت پائی، ان کا فرض ہے کہ وہ آنے والوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا باعث ہوں کیونکہ کوئی ایک شخص بہتوں کو نہیں سکھا سکتا۔ دیکھو میں آدمی ہوں اور جو میرے بعد ہو گا وہ بھی آدمی ہو گا جس کے زمانہ میں فتوحات ہوں گی۔" (انوارِ خلافت طبع اوّل صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

یہ خدائی وعدہ ہے جو انشاء اللہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اسلام، احمدیت کے ذریعہ سے ساری دنیا پر غالب آئے گا اور ہر وہ طاقت جو اس کی راہ میں حائل ہو گی ذلیل و ناکام کر دی جائے گی۔ دنیا کے تمام اموال بھی اگر ادیانِ باطلہ کی پُشت پر ہوں اور وہ اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہوں تو اس کا نتیجہ انشاء اللہ مٹی کی اس چٹکی سے بھی زیادہ حقیر ہو گا جو آپ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ بے شک ہم کمزور ہیں مگر جس خدا کی طرف ہم منسوب ہیں وہ کمزور نہیں۔ بے شک ہم گنہگار ہیں، ہم سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں لیکن ہم اپنے رب سے ہرگز مایوس نہیں ہیں۔ ہمارے کانوں میں ہمیشہ اُس کی یہ میٹھی آواز آتی رہتی ہے کہ لا تقنطوا من رحمة الله یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی نا اُمید نہ ہو۔ اس لئے ہمیں یقین ہے کہ ہماری ہر حرکت جس جہت کی طرف بھی ہو گی وہاں پر اسلام کا جھنڈا گاڑا جائے گا اور وہ ہماری حقیر کوششوں میں غیر معمولی برکت پیدا کرے گا۔ میں تمام جماعت کو جو یہاں موجود ہے اور پوری دنیا کو کامل یقین کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال کے اندر دنیا میں ایک عظیم الشان تغیّر پیدا ہونے والا ہے۔ وہ دن قریب ہیں جب دنیا کے بہت سے ممالک کی اکثریت اسلام کو قبول کر چکی ہوگی۔ اور دنیا کی سب طاقتیں اور ملک بھی اس آنے والے روحانی انقلاب کو

روک نہیں سکتے ۔" (الفضل ۲۴ر فروری ۱۹۶۶ء صہ)

ہم عینی شاہد ہیں اِس عظیم الشان نشان کے کہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رؤیا کے عین مطابق آپؓ کے وصال کے بعد سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ خلافتِ احمدیہ کی مسندِ جلیلہ پر متمکن ہوئے اور ساتھ ہی حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشگوئی کے بموجب نئی فتوحات کے دروازے کھلنے شروع ہو گئے۔ پیشگوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے دوسرے پہلو کی رُو سے پہلے گیمبیا کے صدرِ مملکت جناب فمارا محمد سنگھاٹے کے ذریعہ الہامِ الٰہی "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" کے عملی ظہور کی ابتدائی جھلک ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئی۔ پھر ڈنمارک کے دار الحکومت کوپن ہیگن میں تعمیر ہونے والی سب سے پہلی مسجد یعنی "مسجد نصرت جہاں" کا افتتاح عمل میں آیا اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کے سفرِ یورپ میں ایسی فوق العادت برکت ڈالی جو بلاشبہ معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اِس سفر کے دَوران یورپ کی اقوام پر ایسے رنگ میں اتمامِ حجت ہوئی کہ وہاں کے ریڈیو، ٹیلیویژن اور اخبارات آپ کی تقریروں، پریس کانفرنسوں اور انٹرویوز کی روداددں سے ایک عرصہ تک گونجتے رہے اور وہاں اسلام کے حق میں ایسی زبردست رَو چلی کہ وہاں کا چرچ اِس صورتِ حال پر گھبرا اُٹھا۔ اب وہاں سے اسلام کی روز افزوں ترقی کے متعلق مسلسل نہایت خوشکن اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ پھر فضل عمر فاؤنڈیشن کا قیام اور اس کا روز افزوں استحکام عنقریب نئی اور عظیم الشان فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہونے والا ہے، انشاء اللہ العزیز و باللہ التوفیق۔

الغرض سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشگوئی کے عین مطابق خلافتِ ثالثہ کے قیام کے بعد سے نئی فتوحات کا دروازہ کھل چکا ہے اور غلبۂ اسلام کی وہ مہم جسے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع فرما کر دُنیا کے کونہ کونہ میں ایک عظیم روحانی انقلاب برپا کر دکھایا تھا حضورؓ ہی کی پیشگوئی کے بموجب اب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آسمانی قیادت میں پورے جذبہ و جوش کے ساتھ جاری ہے اور ہر آن نئی فتوحات پر منتج ہو کر ایک دنیا پر آشکار کر رہی ہے کہ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اور آپؓ کا کام آپؓ کے وصال کے بعد بھی قائم و دائم ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا یہاں تک کہ اسلام پورے کُرۂ ارض پر غالب آکر اس دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دے گا۔ اُس وقت دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا یعنی اسلام اور ایک ہی پیشوا ہو گا

یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِس لحاظ سے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی (جو عرف عام میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے موسوم ہے) کی برکات اب بھی جاری ہیں اور ہمیشہ جاری رہیں گی۔

ہمارا اوّلین فرض ہے کہ ہم اِس عظیم الشان پیشگوئی کی عظمت کو جو نئے نئے رنگ میں برابر پوری ہوتی چلی جا رہی ہے کبھی فراموش نہ ہونے دیں۔ ابھی اِس پیشگوئی کا صرف ایک پہلو ہی مکمل ہوا ہے۔ دوسرے پہلو کے اعتبار سے یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذرّیت کے قیامت تک سرسبز رہنے کے ساتھ ساتھ آئندہ بھی ہر زمانہ میں پوری ہوتی چلی جائے گی۔ اِس پہلو کے اعتبار سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حسب وعدہ الٰہی نئی مہتم بالشان فتوحات کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ فتوحات ظاہر ہو ہو کر حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام اور کام کو قائم و دائم رکھنے کا موجب بنتی چلی جائیں گی اور اس پیشگوئی کی عظمت نئے نئے رنگ میں آشکار ہو کر دنیا کو ایک ہمہ گیر روحانی انقلاب سے ہمکنار کرتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پیشگوئی مصلح موعود کی عظمت کے صحیح عرفان سے ہمیشہ ہی بہرہ ور رکھے اور اس کے دوسرے پہلو کی رُو سے نئے مبارک دَور کے مصداقِ اول سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی کامل اطاعت بجا لاتے ہوئے اپنی نئی اور پہلے سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم اور ہماری نسلیں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے نتیجہ میں عنقریب ملنے والی نئی عظیم الشان کامیابیوں میں حصہ دار بن سکیں اور ان نئی کامیابیوں اور فتوحات سے صحیح معنوں میں بہرہ ور ہونے کے اہل قرار پا سکیں۔ آمین اللّٰھم آمین۔

جلیل القدر نشان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص سلیم دل لے کر میری کتابوں کو پڑھے گا اور ان نشانوں پر غور کرے گا تو اس کا دل بول اُٹھے گا کہ یہ انسانی طاقت سے باہر ہے کہ ایسا جلیل القدر نشان دکھا سکے۔"

(الحکم ۱۷ر مئی ۱۹۰۴ء)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدائے بزرگ و برتر کے الہام اور اس کے کلام کا مکمل متن

پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور اسکے دو اہم بالشان پہلو

پہلا اہم بالشان پہلو

"بالہام اللہ تعالےٰ و اعلامہ عزّوجلّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلشانہٗ و عزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفٰےؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھُلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اُس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ

آئے گا، وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاوّل والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیّاً۔

دوسرا اہتم بالشّان پہلو

پھر (یعنی مصلح موعود کی بشارت کے علاوہ۔ ناقل) خدائے کریم جلّشانہٗ نے مجھے بشارت دیکر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض اُن میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ اور ہر یک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہوجائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہوجائیں گے۔ اُن کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور اُن کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلا دے گا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی اور آخر دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دنیا منقطع ہوجائے عزّت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت

کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ مَیں تجھے اُٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا۔ اور ایسا ہو گا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلّت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپئے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور اُن کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور اُن میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروزِ قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تُو مجھے ایسا ہے جیسے انبیاءِ بنی اسرائیل (یعنی ظلّی طور پر اُن سے مشابہت رکھتا ہے) تُو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تُو مجھ سے اور مَیں تجھ سے ہوں۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبّت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو، اگر تمہیں اِس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشانِ رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔"

(اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء منقول از تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۶۰ تا ۶۲)

انسانی فطرت کا خاصہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"انسانی فطرت تو تازہ بتازہ نشانات دیکھنا چاہتی ہے۔ مجھے ان خشک موحدوں پر افسوس ہی آتا ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اب خوارق کا کوئی نشان نہیں اور نہ ان کی ضرورت ہے۔ خشک زندگی سے تو مرنا بہتر ہے۔"

(الحکم ۳۱؍مئی ۱۹۰۳ء)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عَلَيَّ لِرَبِّيْ نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ

(مجھ پر میرے خدا کی نعمت پر نعمت ہے)

أَيَا لَاعِنِيْ مَا كُنْتَ بِدْعًا مِّنَ الْهَوٰى　　لِكُلٍّ مِّنَ الْعُلَمَاءِ رَأْيٌ وَّمَذْهَبٌ

اے مجھ پر لعنت کرنے والے تو اپنی ہوا و ہوس میں نیا نہیں۔ ہر ایک عالم اپنی رائے اور اپنا اپنا مذہب رکھتا ہے۔

عَلَيَّ لِرَبِّيْ نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ　　فَلَا زِلْتُ فِيْ نَعْمَائِهٖ أَتَقَلَّبُ

مجھ کو میرا خدا ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت سے نوازتا ہے اسی لئے میں اس کی نعمتوں سے مسلسل بہرہ اندوز ہو رہا ہوں۔

وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمْسٌ مُّنِيْرَةٌ　　وَبَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَدْرٌ وَّكَوْكَبٌ

یقیناً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چمکنے والے سورج ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چاند اور ستارے ہیں۔

جَرَتْ عَادَةُ اللّٰهِ الَّذِيْ هُوَ رَبُّنَا　　يُرِيْ وَجْهَ نُوْرٍ بَعْدَ نُوْرٍ يَّذْهَبُ

اللہ تعالیٰ جو ہمارا رب ہے اس کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ وہ ایک نور کے بعد دوسرے نور کے چہرہ کو ظاہر کرتا ہے۔

كَذٰلِكَ فِي الدُّنْيَا نَرٰى قَانُوْنَهٗ　　نُجُوْمُ السَّمَا تَبْدُوْ إِذَا الشَّمْسُ تَغْرُبُ

اسی طرح دنیا میں ہم اس کے قانون کو جاری و ساری پاتے ہیں۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو آسمان کے تارے ظاہر ہوتے ہیں

خَفِ اللّٰهَ يَا مَنْ بَارَزَ اللّٰهَ مِنْ هَوٰى　　وَإِنَّ الْفَتٰى عِنْدَ التَّجَاسُرِ يَرْهَبُ

اے وہ جو کہ اپنی ہوس سے اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اس سے ڈر۔ یقیناً جوانمرد بھی اپنے سے بڑھ کر دلیری سے خوفزدہ ہو جاتا ہے۔

وَلَا تَطْلُبَنْ رَيْحَانَ دُنْيَاكَ خِسَّةً　　وَشَوْكُ الْفَيَافِيْ مِنْهُ أَشْهٰى وَأَطْيَبُ

اپنی کمینگی سے دنیا کی خوشبو مت طلب کر۔ جنگلوں کے کانٹے اس سے بہت بہتر اور بہت عمدہ ہیں۔

(کرامات الصادقین)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خلق محتاج است سُوئے جذبۂ بُرہانِ تو

(مخلوقات تیرے دلائل کی قوّت کی محتاج ہے)

اے سر و جان و دل و ہر ذرّہ ام قربانِ تو ‏ ‏ ‏ ‏ بر دلم بکشا ز رحمت ہر درِ عرفانِ تو

اے وہ کہ تجھ پر میرا سر، جان، دل اور ہر ذرّہ قربان ہے۔ میرے دل پر اپنی رحمت سے اپنی معرفت کا ہر دروازہ کھول دے

فلسفی کز عقل میجوید ترا دیوانہ ہست ‏ ‏ ‏ ‏ دُور تر ہست از خردہا آں رہِ پنہانِ تو

فلسفی دیوانہ ہے جو تجھے عقل کے زور سے ڈھونڈتا ہے۔ تیرا پوشیدہ راستہ عقلوں سے بہت دُور ہے

از حریمِ تو ازیناں ہیچکس آگہ نشد ‏ ‏ ‏ ‏ ہر کہ آگہ شد شد از احسانِ بے پایانِ تو

ان لوگوں میں سے تیری مقدس بارگاہ کا کوئی بھی واقف نہیں ہوتا۔ جو بھی واقف ہُوا وہ تیرے بے پایاں احسانات کی وجہ سے ہُوا۔

عاشقانِ رُوئے خود را ہر دو عالم میدہی ‏ ‏ ‏ ‏ ہر دو عالم ہیچ پیشِ دیدۂ غلمانِ تو

تو اپنے چہرہ کے عاشقوں کو دونوں جہان بخش دیتا ہے۔ لیکن تیرے غلاموں کی نظریں دونوں جہان ہیچ ہیں۔

یک نظر فرما کہ تا کوتہ شود جنگ و جدال ‏ ‏ ‏ ‏ خلق محتاج است سُوئے جذبۂ بُرہانِ تو

مہربانی کی نظر فرما تاکہ جنگ و جدل ختم ہو۔ مخلوقات تو تیرے دلائل کی قوّت کی محتاج ہے۔

یک نشاں بنما کہ تا نورت درخشد در جہاں ‏ ‏ ‏ ‏ تا شود ہر منکرِ ملّت محامد خوانِ تو

ایک نشان دکھا تاکہ تیرا نُور دنیا میں چمکے۔ اور تاکہ ہر منکرِ اسلام تیرا ثناخواں ہو جائے۔

گر زمیں زیر و زبر گردد ندارم ہیچ غم ‏ ‏ ‏ ‏ غم ہمیں دارم کہ گم گردد رہِ رخشانِ تو

اگر زمین زیر و زبر ہو جائے تو مجھے کچھ غم نہیں۔ مجھے تو یہی غم ہے کہ تیری روشن راہ گُم نہ ہو جائے۔

(درّ ثمین فارسی)

حضرت مصلح موعودؓ کے عظیم الشان کارنامے

دینِ اسلام کے شرف اور کلام اللہ کے مرتبہ کا ظہور!

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء کے موقع پر ۲۱ دسمبر کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی تھی۔ اس میں حضور نے دیگر امور اور مسائل کے علاوہ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انقلاب انگیز کارناموں پر بھی روشنی ڈالی تھی۔ حضور ایدہ اللہ کی اس بصیرت افروز تقریر کا ایک مختصر اقتباس ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ حضرت المصلح الموعودؓ کے ذریعہ حسب وعدۂ الٰہی دینِ اسلام کے شرف اور کلام اللہ کے مرتبہ کا جس عظیم الشان طریق پر ظہور عمل میں آیا یہ مختصر اقتباس اُس کے صرف ایک پہلو پر مشتمل ہے۔ (ادارہ)

"پھر دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ بنی نوع انسان پر ظاہر کرنے کے لئے تمام دنیا میں مساجد کا ایک جال پھیلایا جانا ضروری تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف بھی خاص توجہ دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک کئی ممالک میں مساجد تعمیر کروائی جا چکی ہیں۔

مساجد کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ مساجد دینی علوم سیکھنے کے لئے درس گاہوں کا کام دیتی ہیں اور تربیت کے لئے مساجد کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اگر مسجد کو اخلاص، نیک نیتی اور اُسّس علی التقویٰ مِن اوّل یوم کے طور پر بنایا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر ایک نمازی بھی نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس قسم کی مساجد کے لئے نمازی پیدا کر دیتا ہے۔ غرض مساجد انسانی معاشرے کے اندر بڑا ضروری کردار ادا کرتی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرف خاص توجہ دی اور آپ کے مبارک عہد میں جو مساجد تعمیر ہوئیں اُن کی فہرست درج ذیل ہے:-

امریکہ ۳، انگلستان ۱، سوئٹزرلینڈ ۱، ہالینڈ ۱، جرمنی ۲، فلسطین ۱، برما ۲، ماریشس ۶، انڈونیشیا ۷۰، غانا ۱۶۲، سیرالیون ۳۰، نائیجیریا ۲۰، یوگنڈا ۴، کینیا ۳، ٹانگانیکا ۲، شمالی رہوڈیشیا ۲

کُل تعداد مساجد ۳۱۱ -

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات پر مساجد زیرِ تعمیر ہیں :-

(۱) ہمالے (غانا) - (۲) ساکا (یوگنڈا) - (۳) ٹانگا (تنزانیہ) - (۴) گیمبیا (جس کے گورنر جنرل جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا تھا ایک احمدی دوست مقرر ہوئے ہیں) - (۵) فری ٹاؤن (سیرالیون) - (۶) نائیجیریا میں اِس وقت پانچ مساجد زیرِ تعمیر ہیں - (۷) ڈنمارک میں احمدی بہنوں کی کوشش اور چندہ سے ایک مسجد بنانے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کا انتظام کیا جا رہا ہے (ڈنمارک کی یہ سب سے پہلی مسجد تعمیر ہو چکی ہے - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وہاں تشریف لے جا کر ۲۲ جولائی ۱۹۶۷ء کو اس کا افتتاح فرمایا تھا - مزید برآں مندرجہ بالا مساجد میں سے بیشتر مساجد مکمل ہو کر دینِ اسلام کے شرف اور کلام اللہ کے مرتبہ کے ظہور کا ذریعہ ثابت ہو رہی ہیں فالحمد للہ علیٰ ذٰلک - ناقل)

پھر دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ اقوامِ عالم پر ظاہر کرنے کے لئے یہ بھی نہایت ضروری تھا کہ ایسے مخلصین کا ایک گروہ تیار کیا جائے جو ناموافق حالات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اکنافِ عالم میں پھیل جائیں اور مُلک مُلک کے قریہ قریہ میں اسلام کی نورانی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں - حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ سے ۱۶۴ ایسے واقفین پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں مندرجہ ذیل ممالک میں اسلام کی اشاعت کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی :-

۱- انگلستان ، ۲- فرانس ، ۳- سوئٹزرلینڈ ، ۴- ہالینڈ ، ۵- سپین ، ۶- ڈنمارک ، ۷- سویڈن ، ۸- ہنگری ، ۹- سسلی ، ۱۰- اٹلی ، ۱۱- روس ، ۱۲- جرمنی ، ۱۳- انڈونیشیا ، ۱۴- سنگاپور ، ۱۵- ملائشیا ، ۱۶- جزائر فجی ، ۱۷- بورنیو ، ۱۸- برما ، ۱۹- ہانگ کانگ ، ۲۰- ایران ، ۲۱- جاپان ، ۲۲- فلپائن ، ۲۳- سیلون ، ۲۴- شام ، ۲۵- لبنان ، ۲۶- عدن ، ۲۷- دوبئی ، ۲۸- فلسطین ، ۲۹- اردن ، ۳۰- مسقط ، ۳۱- مصر ، ۳۲- غانا ، ۳۳- سیرالیون ، ۳۴- ٹوگولینڈ ، ۳۵- لائبیریا ، ۳۶- آئیوری کوسٹ ، ۳۷- نائیجیریا ، ۳۸- گیمبیا ، ۳۹- کینیا ، ۴۰- یوگنڈا ، ۴۱- تنزانیہ ، ۴۲- ماریشس ، ۴۳- برٹش گی آنا ، ۴۴- ٹرینی ڈاڈ ، ۴۵- ڈچ گی آنا ، ۴۶- ارجنٹائن -

گویا حضور نے اپنے عہدِ مبارک میں ۴۶ مُلکوں میں اپنے مشن قائم کئے اور ان مشنوں نے جو کام کیا وہ اتنا زیادہ ہے کہ اسے مہینوں میں بھی بیان نہیں کیا جا سکتا -

اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر ممالک میں ہماری جماعتیں بڑی مخلص ہیں - ان کے ممبران نام کے احمدی یا مسلم نہیں بلکہ وہ توحیدِ باری پر پختگی سے قائم ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق ، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں سرشار ہیں - ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام

ہوتا ہے، انہیں سچی خوابیں آتی ہیں اور ہر رنگ میں وہ روحانی نعمتوں سے مالا مال ہیں حضور کے وصال پر ان احباب کی طرف سے جو خطوط مجھے موصول ہوئے ہیں اُن سے اُن کے اخلاص کا علم ہوتا ہے۔ ان خدا رسیدہ اور خدا کے جاں نثاروں میں سے ایک کا ایک خواب میں بطور نمونہ سُناتا ہوں تا وہ دوستوں کے ازدیادِ ایمان کا موجب ہو۔

وہ خدا رسیدہ اور دینِ اسلام کا شیدائی ایک حبشی تھا جس کا رنگ سیاہ اور ہونٹ لٹکے ہوئے تھے۔ دنیا کی مہذب قومیں اسے حقارت سے دیکھتی تھیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خدا تعالیٰ کی نظرِ کرم اس پر پڑی اور وہ اس سے ہمکلام ہوا۔ یہ ہیں ہمارے دوست امری عبیدی۔ اور ان کا انتخاب میں نے اسلئے بھی کیا ہے کہ وہ کچھ عرصہ ہوا جوانی کی عمر میں فوت ہو گئے ہیں۔ یہ دوست احمدیت کے شیدائی اور فدائی تھے۔ ربوہ میں کچھ عرصہ رہ کر گئے تھے۔ وہ خواب بین انسان تھے۔ انہیں بڑی واضح اور سچی خوابیں خدا تعالیٰ نے دکھائیں۔ ایک دفعہ انہوں نے سُنایا میں نے خواب میں دیکھا کہ مسٹر جولیس نریرے کرسی پر بیٹھے ہیں۔ مجھے دیکھ کر وہ کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس کرسی پر مجھے بٹھا دیا۔

کچھ عرصہ تک وہ اس خواب کی کچھ اَور تعبیر سمجھتے رہے لیکن یہ خواب اس طرح پُوری ہوئی کہ آزادی کے بعد جو لیجسلیٹو کونسل بنی اس کے افریقن ممبران کی ایک سوسائٹی تھی اور جولیس نریرے جو ٹانگا نیکا افریقن نیشنل یونین کے پریذیڈنٹ ہونے کے باعث لیجسلیٹو کونسل کی افریقن پارٹی کے لیڈر تھے اُس سوسائٹی کے صدر تھے۔ دوسرے سال جب اس سوسائٹی کا انتخاب ہوا تو مسٹر جولیس نریرے کو دوبارہ صدر چُن لیا گیا۔ سوسائٹی کے اُس اجلاس میں مسٹر جولیس نریرے موجود نہیں تھے انہیں اطلاع بھجوائی گئی۔ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے شیخ امری عبیدی کو جو اُس وقت لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بن چکے تھے بازو سے پکڑا اور کرسی پر بٹھا دیا اور کہا یہ آپ کے چیئرمین ہیں۔ گویا خواب میں جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا خدا تعالیٰ نے اسے لفظ بلفظ پُورا کر دیا۔ اور یہ اسلام اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا نتیجہ تھا جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اسلام کے گرویدہ ہو رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ خالی دلائل کے ساتھ یہ اخلاص پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے قوّتِ قدسیہ کی ضرورت ہے اور اُس کے لئے اُس نور کی ضرورت تھی جو ربوہ میں بیٹھا تھا اور اُسکی نورانی کرنیں ایک طرف افریقہ کے ممالک میں پہنچ رہی تھیں تو دوسری طرف یورپ اور امریکہ کے ممالک کو روشن کر رہی تھیں۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو کچھ کہا تھا وہ لفظ بلفظ پُورا ہوا کہ:۔

"وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔"

"وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔"

(الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۶۶ء) ٭

عبادت اور اُس کا حقیقی مفہوم

آئینۂ دل کو صاف و شفاف بنانے کی اہمیت

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ جن و انس کی پیدائش سے اصل غرض اللہ تعالیٰ کی یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت بجا لائیں۔ جن وہ جو اپنے تئیں کچھ سمجھتے ہیں اور انس اپنے تئیں کچھ نہ سمجھنے والے عام انسان۔ ہر دو کی پیدائش سے اصل غرض اور مقصد اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ وہ سچے خدا کے سچے عبد بن جائیں اور اس کے حقیقی بندے بن کر صاف دل اور خلوص نیت کے ساتھ دل سے ہر قسم کی کجی کو دُور کر کے اُسی کے حضور جھک جائیں اور پامال زمین کی طرح بچھ جائیں۔ عربی میں مُعَبَّد روندے ہوئے راستہ کو اور مورِ معبد پسے ہوئے سُرمہ کو کہتے ہیں۔ راستہ چلنے کے قابل تب ہوتا ہے جب اس میں اُونچ نیچ نہ رہے اور سُرمہ آنکھوں میں ڈالنے کے قابل تب ہوتا ہے جب اس میں کوئی کنکر یا پتھر نہ رہے۔ اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر پتھر یا ناہمواری نہ رہے اور وہ ایسی صاف ہو جائے گویا رُوح ہی رُوح ہے اُس کا نام عبادت ہے۔

ایک انسان عبادت تب بجا لا سکتا ہے جب اس کے دل میں کسی قسم کی مَیل، کسی قسم کی کجی، کسی قسم کا کبر، کسی قسم کی رعونت اور کسی قسم کی خود پسندی نہ رہے اور وہ اپنے تئیں کچھ نہ سمجھتے ہوئے آستانہ الوہیت پر جھک جائے، اس طرح کہ اس کے دل سے ہر قسم کی کجی دُور ہو چکی ہو، اس کا دل منجھ چکا ہو، اس میں کسی قسم کی دنیوی آلائش اور کدورت نہ رہے اور وہ آئینہ کی طرح صاف اور شفاف ہو۔ تب اس دل میں خدا جلوہ گر ہوتا ہے اور اُسے اپنی محبت کے شیریں پھلوں سے مالا مال کر دیتا ہے جن سے وہ بندۂ مومن اسی دنیا میں خدا کی رضا کی بہشت کی زندگی بسر کرتا ہے اور جنت کی نعمتوں سے متمتع ہوتا ہے۔

جب ایک انسان کے دل کی یہ کیفیت ہو تو اس کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ اُسے اپنا وجود نہیں بلکہ ہر جگہ خدا ہی خدا کا وجود نظر آتا ہے۔ وہ خدا کی بتائی ہوئی راہوں کو اختیار کرتا اور اُسی کے بتائے ہوئے طریق پر گامزن ہوتا ہے اور خدا اور اس کے رسول اور اس کے خلفاء کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھ کر وہ خدا کی رضا کی راہوں پر چلتا ہے۔

وہ خدا کی محبت میں کھو جاتا ہے اور اُس کا وجود اُسی کی ہستی میں محو ہو جاتا ہے ۔ اُس کا ارادہ اپنا ارادہ نہیں رہتا بلکہ خدا کے ارادہ کے تابع ہو جاتا ہے اور اُس کی مرضی اپنی مرضی نہیں رہتی بلکہ خدا کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہے ۔ وہ خاکساری، انکسار اور تواضع کا لبادہ اوڑھ کر اپنے تئیں لاشئی محض یقین کرتا ہے ۔ ہر بات میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کو دیکھتا اور اس کی رضا کو بھانپتا ہے اور اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے ۔ تب اس کا دل عرشِ الٰہی بن جاتا ہے اور خدا اس میں نازل ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش اس پر ہوتی ہے اور وہ اُسے اپنی محبت کی آغوش میں لے لیتا ہے کہ یہی بندۂ مومن کی معراج ہے ۔ سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰہَ ۔ خدا تعالیٰ کے سوا ہرگز کسی کی پرستش نہ کرو ۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کی علتِ غائی یہی عبادت ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔ عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنائے جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے ۔ عرب کہتے ہیں مور معبّد ۔ جیسے سُرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں، اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر، ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا رُوح ہی رُوح ہو اُس کا نام عبادت ہے ۔ چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے تو اس میں شکل نظر آجاتی ہے اور اگر زمین کی کی جاوے تو اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں ۔ پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری کنکر پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئے گا ۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اس میں پیدا ہو کر نشوونما پائیں گے اور وہ اثمارِ شیریں و طیّب ان میں لگیں گے جو اُکُلُھَا دَائِمٌ کے مصداق ہوں گے ۔ یاد رکھو یہ وہی مقام ہے جہاں صوفیوں کے سلوک کا خاتمہ ہے ۔ جب سالک یہاں پہنچتا ہے تو خدا ہی خدا کا جلوہ دیکھتا ہے ۔ اس کا دل عرشِ الٰہی بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس پر نزول فرماتا ہے ۔ سلوک کی تمام منزلیں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں کہ انسان کی حالتِ تعبّد درست ہو جس میں رُوحانی باغ لگ جاتے ہیں اور آئینہ کی طرح خدا نظر آتا ہے ۔ اسی مقام پر پہنچ کر انسان دُنیا میں جنت کا نمونہ پاتا ہے ۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶۵)

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہم میں سے ہر ایک کو اسی رنگ میں رنگین کر دے، ہمارے دلوں کو ہر قسم کی کجی اور ناہمواری سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے، ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور

ہمیں حقیقی عبد بنائے۔ آمین

مگر یہ سب کچھ ہماری اپنی کوششوں سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے ہو سکتا ہے اور اس کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے کثرت سے استغفار ضروری ہے۔ استغفار کے ذریعہ ایک انسان اپنے تئیں کمزور اور ناتواں اور بے بس و بےکس پاکر خدا سے جو سب طاقتوں اور قدرتوں کا منبع اور مالک ہے طاقت طلب کرتا ہے۔ انسان اپنی ذات میں کوئی کمال اور کوئی طاقت نہیں رکھتا وہ ہر قسم کا کمال اور ہر قسم کی طاقت اپنے خدا ہی سے حاصل کرتا ہے اور اس کے لئے اُسی کی طرف جُھکتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"انسانی فطرت اپنی ذات میں تو کوئی کمال نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے کمال پاتی ہے۔ اور اپنی ذات میں کوئی قوت نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے قوت پاتی ہے۔ اور اپنی ذات میں کوئی کامل روشنی نہیں رکھتی بلکہ خدا سے اُس پر روشنی اُترتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس استغفار کیا چیز ہے یہ اس آلہ کی مانند ہے جس کی راہ سے طاقت اترتی ہے"۔ (ریویو آف ریلیجنز اُردو جلد اوّل صفحہ ۱۸۹-۱۹۰)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نہایت ضروری امر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ سے پُورے تذلّل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دُعا مانگتا رہے کہ وہ اُسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے"۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صہ ۶۲)

سیرتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم

(غزواتِ نبویؐ کی روشنی میں)

(محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے (کینٹب) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج۔ ربوہ)

میرا مضمون ہے سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس کا ذیلی عنوان ہے غزواتِ نبویؐ۔ گویا مجھے سیرتِ پاک کا مضمون بیان کرنا ہوگا لیکن زیادہ تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی روشنی میں۔

غزوہ کی اصطلاح اور اس سے مراد

غزوہ ایک اصطلاح ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح نگاروں نے وضع کیا ہے اور مراد اس سے ہر وہ جنگ یا مقابلہ یا مُہم ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شامل ہوئے اور لازمی بات ہے کہ اس کی قیادت بھی فرمائی۔ غزوات پر اکثر مدینہ سے باہر کہیں جانا پڑتا۔ بعض غزوات میں ۰۰۵ میل تک کی مسافت طے کرنی پڑتی، اور تیاری بالعموم جنگی قسم کی تھوڑی یا بہت ضرور کرنی پڑتی۔ لیکن غزوہ کے لئے ضروری نہیں کہ اس میں دشمن سے جنگ ہی ہو۔ غزوہ حدیبیہ کو بھی غزوہ کہتے ہیں حالانکہ حدیبیہ میں جنگ نہ ہوئی تھی، ہاں مقابلہ ہوا تھا لیکن مقابلہ کا نتیجہ ایک صلح نامہ تھا جس پر فریقین کا اتفاق ہوگیا۔

غزواتِ نبویؐ کی تعداد

اصطلاحی معنوں میں جو مہمات غزوات کہلاتے ہیں وہ بھی تھوڑے نہیں۔ سات آٹھ تو بہت مشہور ہیں۔ بدر ہے، اُحد ہے، احزاب ہے، حدیبیہ ہے، فتح مکّہ ہے، حنین ہے طائف

کا محاصرہ ہے، تبوک ہے۔ ان سب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شامل ہوئے اور ان میں اپنے صحابہؓ کی قیادت فرمائی، لیکن ایک جنگ موتہ ہے کہ وہ بھی مشہور ہے مگر اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود شامل نہیں ہوئے۔ ان مقابلوں کے علاوہ بڑی تعداد میں اور مقابلے اور مہمات بھی ہیں، کوئی چالیس سے اوپر، جو زیادہ مشہور تو نہیں لیکن ہیں وہ بھی اہم اور نتیجہ خیز۔ ان میں سے بعض میں حضورؐ شامل ہوئے بعض میں نہیں۔ گویا بعض غزوات کہلاتے ہیں بعض نہیں۔ اور جو غزوات نہیں کہلاتے ان کے لئے اور اصطلاحات ہیں۔ سریہ یا بعث وغیرہ۔ ان سب مقابلوں کی مجموعی تعداد کم و بیش پچاس ہے۔ یعنی مدنی زندگی کے درمیانی حصے میں جس کی مدت سات آٹھ سال بنتی ہے حضورؐ کو کم و بیش پچاس مقابلے دشمن سے کرنے پڑے۔ اوسطاً چھ مقابلے فی سال اور قریباً ایک بڑا مقابلہ ہر سال۔

آنحضرتؐ کی سیرت کا ایک درخشاں پہلو

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو بڑے دور ہیں، مکی اور مدنی۔ ان کے درمیان ہجرت کا عظیم الشان واقعہ ہے۔ مکی دور کے مظالم اور دکھ اور مصائب ہجرت پر منتج ہوئے اور ہجرت مدنی دور کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ مکی دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر اور صلوٰۃ کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا اور ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ کے پیارے اور بنی نوع انسان کے محسن فتنہ و فساد سے بکلی مجتنب رہتے ہیں۔ جس نظام میں وہ آنکھیں کھولتے ہیں اس کا احترام اور اس کی قدر کرتے ہیں۔ اس میں کوئی تغیر چاہتے ہیں تو اس تغیر کو دلیل سے اور احسن طریق سے منواتے ہیں، دباؤ سے یا جبر سے نہیں۔ اور اگر نہ منوا سکیں اور ان کا معاشرہ اور ماحول اور اس کے مقتدر ان کے لئے جینا محال بنا دیں تو بھی وہ نظام کے اندر رہ کر نظام میں فتنہ نہیں ڈالتے بلکہ اس نظام سے الگ ہو کر کسی اور نظام سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں یا کسی اور جگہ جا کر ایک نئے نظام کی داغ بیل ڈال کر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ ایک جگہ لوگ حق کی مخالفت کرتے ہیں اور ظلم کی راہ سے ایک چیز کو دبانا اور مٹانا چاہتے ہیں تو خدا تعالیٰ کسی اور جگہ اس حق کی اشاعت کے سامان کر دیتا ہے۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دائمی حقیقت کی درخشندہ مثال ہے۔

مدنی زندگی اور اس کی عظیم الشان برکات

مدنی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت اور کامرانی بخشی۔ اپنی خاص الخاص نصرتوں سے نوازا۔ دشمن سے کھلا کھلا مقابلہ ہوا اور بار بار ہوا۔ آخر دشمن کو شکست ہوئی اور شکست خوردہ دشمن آپ کے رحم و کرم پر آ گرا۔ حضورؐ نے دشمن کو معاف فرما دیا۔ کوئی خون نہیں بہایا، نہ دباؤ ڈالا کہ دشمن آپ کا عقیدہ ضرور اختیار کرے۔ صرف یہ مطالبہ کیا کہ دشمن امن کا عہد کرے، امن سے رہے اور امن کی قدر کرے۔ عفو عامہ کے اس سنہری روپہلی مظاہرہ کے نتیجہ میں ایک ایسا تغیّر رونما ہوا جس کی مثال تاریخ میں موجود نہیں۔ وہ تغیّر کیا تھا؟ ایک منتشر اور پراگندہ قوم، قبیلہ قبیلہ میں بٹی ہوئی قوم، جس میں کوئی خاص ہنر نہ تھا، نہ کوئی خاص اُمنگ تھی، غرور، جہالت اور عیاشی کا شکار، خدا جانے کتنی صدیوں سے وہ اس حالت میں چلی آ رہی تھی کتنی صدیوں تک وہ اسی حالت میں رہتی چلی جاتی۔ یہ قوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں شکست کھا کر حضورؐ کے عفو سے رام ہوئی اور بیدار ہوئی اور ایسی بیدار ہوئی کہ دنیا کی استاد بن گئی۔ اور دنیا کو وہ کچھ سکھایا جو دنیا پہلے بالکل نہ جانتی تھی۔ جس میں دنیا کی فلاح، دنیا کی نجات، دنیا کے ہر دکھ اور درد کا مداوا تھا۔

یہ کچھ تو باطن میں اور معنوی رنگ میں ہوا لیکن مؤرخ کی نظر ظاہر پر زیادہ ہوتی ہے، عام لوگ بھی ظاہر سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، اس لئے سوال ہے کہ ظاہر میں کیا ہوا؟ ظاہر میں یہ ہوا کہ ملک عرب جو اس نعمت سے بالکل نا آشنا تھا اس ملک عرب میں ایک زندگی بخش معاشرہ، انسان کو انسان، با اخلاق انسان، باخدا انسان بنانے والا ایک نظام قائم ہوا۔ عرب میں کبھی ایک ملک گیر حکومت قائم نہ ہوئی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم کی برکت سے ایک ملک گیر حکومت قائم ہوئی جس کے نتیجہ میں ایک ملک گیر عدلیہ، ملک گیر انتظامیہ اور ایک ملک گیر دفاعی نظام قائم ہوا، عربوں کو شہری امن کی نعمت ملی، انہوں نے پہلی مرتبہ اس کا مزا چکھا کہ قانون کی حکومت کیا ہوتی ہے۔ یہ کام قیصر و کسریٰ بھی نہ کر سکے۔ عرب کی سرحدوں پہ یہ دونوں سلطنتیں تھیں اور انہیں بڑی طاقت حاصل تھی۔ لیکن گنتی کے چند سالوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقناطیسی شخصیت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کی عظمت، آپؐ کے حسن اور احسان کی برکت سے یہ کام سرانجام پایا اور عرب قوم کی ہی کایا نہیں پلٹی بلکہ دنیا میں ایک محسن اور مربی قوم وجود میں آئی جو دنیا کے چاروں کونوں میں پھیل گئی۔ دنیا آج تک ورطۂ حیرت میں ہے کہ یہ انقلاب کیونکر ظہور میں آیا؟ اس کے کیا اسباب تھے، مادی

اسباب کیا تھے، تاریخی پس منظر کیا تھا، جغرافیائی حالات کیا تھے، معنوی اسباب کیا تھے، روحانی اسباب کیا تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ آؤ ہم اس انقلاب کے ہیرو کی سیرت پر ایک حد تک تفصیلی نظر ڈالیں اور بار بار ڈالیں، کئی زاویوں سے اس کی عکاسی کریں۔ اگر ہم دیانتداری سے ایسا کریں گے تو حقیقت ہمارے سامنے آجائے گی، وہ اپنی ترجمانی خود کرے گی۔

ہجرت کا عظیم الشان واقعہ

جیسا کہ میں نے کہا حضورؐ کی سیرت کا یہ دَور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کا دَور ہے اور مدنی زندگی کا دَور ہجرت سے شروع ہوتا ہے حضورؐ میں ہمیں جہاں صبر، اولوالعزمی، یقین، محبت، درد، الغرض وہ سب کچھ نظر آتا ہے جو انسانی کردار کو عظمت بخشتا ہے وہاں قدم قدم پر عجائبات بھی نظر آتے ہیں۔ اگر ایک یا دو دفعہ ایسا ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ اتفاقات ہیں لیکن یہ عجائبات اوّل دَور سے شروع ہوتے ہیں اور عمر بھر حضورؐ کے ساتھ رہتے ہیں۔ حضورؐ کے ذاتی حُسن اور حضورؐ کی ذاتی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ خدا کی نصرت کا ہاتھ بھی اپنا کام کر رہا ہے۔

جس رات دشمن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور قاتل حضورؐ کے دروازے پر جا پہنچے تھے اُسی رات بلکہ عین اُسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم وقار کی ایک تصویر بن کر دشمن کے سامنے سے گزر گئے۔ حضورؐ کو ہجرت کا اذن مل چکا تھا، دشمن محاصرہ کئے ہوئے تھا لیکن اُسے کچھ معلوم نہ ہوا کہ کون گزر گیا، کون نکل گیا ہے؟

جب آپؐ اور آپؐ کے یارِ غار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں جا پہنچے تو دشمن بھی غار کے مُنہ تک جا پہنچا لیکن اُس کی عقل ماری گئی۔ اُس نے آگے ہو کر جھک کر نہ دیکھا جب دو اونٹنیوں پر مشتمل یہ قافلہ غار سے نکل کر مدینہ کے راستہ پر چل پڑا تو دشمن کا اُکسایا ہوا ایک شخص انعام کے لالچ میں اس قافلے کے سر پر آ پہنچا۔ سَو اونٹوں کا انعام تھا۔ آج کے حساب سے سَو مرسیڈیز کاروں کا انعام۔ یہ شخص سراقہ تھا۔ سراقہ اس قافلہ کے پاس ہوا تو ایسا رُعب اُس پر طاری ہوا کہ دو تین مرتبہ اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گھوڑے کا پاؤں ریت میں دھنس گیا۔ سراقہ کے دل نے فیصلہ کیا کہ جس انسان کو وہ گرفتار کرنے نکلا ہے وہ کوئی معمولی انسان نہیں۔

سراقہ کا دل بدل گیا، اُس نے دل میں کہا کہ مکہ کا یہ مہاجر تو بام عروج پر چڑھ رہا ہے۔ تیرہ برس مکہ میں جو کچھ کہتا رہا ہم نے اُس پر غور نہیں کیا، اس کی باتیں جھوٹی نہیں ہو سکتیں، نہ وہ اس کے اپنے نفس سے نکلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ اس کی عجیب سے عجیب باتیں پوری ہوتی نظر آرہی ہیں۔ سراقہ نے زور سے کہا حضور! میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی وقت آنے والی کامیابیوں کی ایک جھلک سی نظر آئی۔ حضورؐ نے سراقہ سے کہا تمہارا اُس وقت کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے ہاتھ کے کنگن تمہارے ہاتھ پر ہوں گے۔ سراقہ اور بھی حیران ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یقین پر بالکل ششدر رہ گیا۔ بولا کسریٰ ایران کے کنگن؟ حضورؐ نے جواب دیا ہاں کسریٰ ایران کے کنگن۔ سراقہ کچھ کہہ نہ سکا، صرف اتنا کہا حضور مجھے سلامتی کا پروانہ لکھ دیجئے کیونکہ اب کچھ دن کی بات ہے سلامتی کا نظام وہی ہو گا جس کی بنیاد حضور رکھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلامتی کا پروانہ لکھ دیا۔ کیا یہ عجیب نہیں؟ بلکہ بہت ہی عجیب؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ کنگن مسلمانوں کے ہاتھ آئے، حضرت عمرؓ نے یہ کنگن سراقہ کو پہنوائے اور خدا کی ایک اور بات پوری ہوئی۔

لیکن یہ بات بھی کچھ کم عجیب نہیں کہ دو اونٹنیوں کے اس قافلے کے پاس خدا جانے اور کچھ سامان تھا یا نہیں کاغذ، قلم، دوات ضرور تھا تبھی تو فوراً سلامتی کا پروانہ لکھا گیا اور سراقہ کو دیدیا گیا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ سلامتی کے اس پیمبر کو وہ آنے والی ذمہ داریاں نظر آرہی تھیں جو عنقریب اس کے کندھوں پر ڈالی جانی تھیں تبھی تو بادشاہوں کی طرح کاغذ قلم دوات پاس رکھتے تھے۔

ایک عدیم النظیر معاشرہ اور نظام کی اساس

غرضیکہ حضور مدینہ پہنچے اور مدینہ پہنچتے ہی اس معاشرے اور نظام کی اساس رکھی جانی شروع ہو گئی جس کی نشان دہی قرآنی وحی میں پے در پے ہو رہی تھی۔ ایک مہاجرین کے معاش ہی کا سوال تھا۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی وہ مسائل تھے جو ہجرتوں سے پیدا ہوا کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسائل کا فوری حل تو یہ کیا کہ انصار اور مہاجرین کو دو دو کر کے بھائی بھائی بنا دیا اور باقاعدہ عہدِ مواخاۃ آپس میں کرا دیا اور یہ طریق سکھایا کہ ضرورت کے وقت جن کے پاس کچھ زیادہ ہو اس میں سے وہ دوسرں کا حصہ نکالیں۔ پھر یہی نہیں حضورؐ نے مہاجرین کو بھی توجہ دلائی کہ چل پھر کر خدا کی وسیع زمین سے اپنے لئے گزارہ پیدا کریں۔ اس کی مثالیں ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بدر کی جنگ میں ایک ہیرو کا پارٹ ادا کیا۔ مہمات کی کمان کی حضورؐ کے فرمان کی تعمیل میں آپ معاش اور گزر اوقات کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔

آپ نے مدینہ پہنچتے ہی مدینہ کے بازار سے واقفیت پیدا کی۔ جہاں ہاتھ ڈالتے اس میں بے بہا نفع ہوتا۔ آپ چندے بھی دیتے، غرباء کی مدد بھی کرتے لیکن فوت ہوئے تو کروڑوں کا ترکہ نکلا۔ یہ سب کچھ کیونکر ہوا؟ اُس برکت سے جو خدا تعالےٰ نے صدقات میں رکھی ہے۔ دوسروں پر مال خرچ کرنے سے انسان زندگی کا سلیقہ بھی سیکھتا ہے، مال کمانا بھی سیکھتا ہے، اس کی حفاظت کرنا بھی سیکھتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو پاک کرتا رہتا ہے، قوم کو مضبوط کرتا رہتا ہے اور مضبوط قوم اُسے مضبوط تر کر دیتی ہے۔ یہ وہ حسین چکر ہے جو اسلامی طریق پر خرچ کئے ہوئے مال سے پیدا ہوتا ہے۔

لوگ اور صحابہؓ بھی تجارت کی طرف متوجہ ہوئے، مدینہ کی معیشت میں کوئی رخنہ پیدا نہیں ہوا کیونکہ انصار تو زراعت پیشہ تھے اور مہاجرین تجارت پیشہ۔ تجارت میں بڑی وسعت ہوتی ہے۔ اسی مدنی دور کی بات ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لئے جانور منگوایا۔ اور (فرض کیجئے) حضورؐ نے ایک روپیہ دیا۔ جس شخص کے سپرد یہ کام ہوا وہ بازار میں پہنچا۔ وہاں ایک روپیہ میں ایک جانور ملتا تھا لیکن اس کے دماغ نے کام کیا وہ بازار سے ذرا دور چلا گیا جہاں ایک روپیہ کے دو جانور ملتے تھے وہ دو جانور خرید کر بازار میں لوٹ آیا۔ وہاں ایک جانور ایک روپیہ میں فروخت کر دیا اور حضورؐ کے پاس لوٹا تو جانور بھی حاضر کر دیا اور روپیہ بھی لوٹا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے سلیقہ کو سراہا۔ اسی پر باقی صحابہؓ کا قیاس کر لیجئے کہ ہجرت کے بعد انہیں گزارہ کی کوئی خاص مشکل پیش آئی ہوگی یا نہیں؟

اِس بات کو بیان کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ یورپین سوانح نگار اس بات کو نہیں سمجھ سکے کہ انفاق فی سبیل اللہ بھی کوئی چیز ہے۔ مال کمانے اور پھر کمائے ہوئے مال کو خرچ کرنے کا کچھ سلیقہ بھی ہوتا ہے دنیا کے سب کام محض جمع تفریق سے نہیں ہوتے۔ انفاق فی سبیل اللہ سے خدا تعالیٰ ذہنوں کو تیز کر دیتا ہے اور تھوڑے میں زیادہ برکت رکھ دیتا ہے۔

تجارتی قافلوں کی روک تھام

یورپین دماغ ہر چیز کو مادی پیمانہ سے ناپتا ہے۔ اس لئے کئی باتوں کو وہ بالکل سمجھ ہی نہیں سکتا۔ وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ مدینہ پہنچ کر جب مسلمانوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کو روکنا شروع کیا تو اُس کی غرض لوٹ مار نہیں تھی۔ لوٹ مار کے خیال کو تو صحابہؓ کا عظیم کردار، ان کی بےنفسی، اُن کی سادگی، اُن کا محیر العقول ایثار دھکے دیتا ہے۔

تجارتی قافلوں اور اُن کی روک تھام جو مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں وفاقی نظام

قائم ہوتے ہی شروع ہوگئی اسے سمجھنے کی ہمارے مخالف بالکل کوشش نہیں کرتے۔ وہ اس بات کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں کہ رؤسائے قریش نے حریت انسانی کو چیلنج کیا۔ حریت انسانی نے مدینہ میں پناہ لی۔ قریش نے اعلان کیا کہ ہم تمہیں مدینہ میں بھی نہیں چھوڑیں گے بلکہ اس کو بھی نہیں چھوڑیں گے جو تمہارا ساتھ دے گا۔ سوال یہ تھا کہ جب انسان کے کسی بنیادی حق کو اس طرح چیلنج کیا جائے تو ایک شریف، با اخلاق، باخدا انسان کو جواب میں کیا کرنا چاہیئے؟ دنیا اس کے مختلف جواب دیتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ ہے کہ ایسے چیلنج کو قبول کرنا چاہیئے۔ اس لئے جب ہجرت کے بعد رؤسائے قریش نے اپنے اعلان جنگ کو دہرایا اور قاصدوں اور خطوں کے ذریعہ اسے خوب الم نشرح کر دیا تو دنیا کے اس محسن کا جواب بھی یہ تھا کہ ایسے چیلنج کو قبول کیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی وحی کے مطابق اس کا یہی جواب دیا کہ اب ہم ان سے جنگ کریں گے جو ہم سے جنگ کرتے ہیں۔ ہم مظلوم کا وہ حق استعمال کریں گے جو ظالم اپنے ظلم سے اسے خود دے دیتا ہے، اور یہ کیوں؟ اس لئے کہ دنیا میں ظلم اور فتنہ نہ رہے۔ اس کی جگہ عدل لے لے۔ سب پر اللہ کا قانون ہو کیونکہ اللہ ہی کا قانون سب انسانوں کے لئے مساوی ہے۔

قرآنی اصطلاح میں فتنہ کے معنی ہیں انسانی حقوق کی خلاف ورزی۔ اُن حقوق کی خلاف ورزی جنہیں تسلیم کئے بغیر انسانی معاشرہ چل ہی نہیں سکتا۔ جب قرآنی وحی میں کہا جاتا ہے کہ اے شریف انسانو! تم مقابلہ کرو اُس وقت تک کہ دنیا میں فتنہ نہ رہے تو معترضین کہتے ہیں دیکھا مسلمانوں کو یہی حکم ہے جب تک لوگ کلمہ نہ پڑھ لیں اُس وقت تک تلوار سونتے رکھو۔ حالانکہ فتنہ اَور چیز ہے اور کلمہ پڑھنا نہ پڑھنا اَور چیز ہے۔ رؤسائے قریش نے جو سوال اُٹھایا تھا وہ فتنہ تھا۔ کسی سے یہ کہنا اور بجبر کہنا کہ تم اپنے دل اور دماغ سے نکلی ہوئی بات کو نہ مانو بلکہ وہ مانو جو ہم کہتے ہیں یا ہمارے باپ دادا کہتے چلے آئے ہیں اس کو فتنہ کہتے ہیں۔ فتنہ کے مقابلہ کے لئے شرفاء کو اُکسانا اور بیدار کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر یہ فتنہ ہے تو شرف انسانی، ضمیر انسانی، فکر انسانی، انسانی ایجادات، انسانی تخلیقات کا خاتمہ ہے۔

قریش مکہ کے چیلنج کا اثر صرف مکہ اور مدینہ تک نہ تھا، حجاز تک بھی نہ تھا بلکہ سارے جزیرۃ العرب میں پھیل چکا تھا۔ اوّل تو قریش مکہ، مکہ کی حاکم قوم ہونے کی حیثیت سے سارے عرب میں اثر رکھتے تھے۔ دوسرے ان کے قافلے آتے جاتے قبائل عرب کو سچ اور جھوٹ ملا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُکساتے رہتے اور فتنہ کی آگ کو ملک بھر میں بھڑکاتے

رہتے اس لئے قافلوں کی روک تھام کیوں نہ ہوتی؟ جب جنگی تیاریاں ملک بھر میں ہو رہی تھیں، جب قریش کے چیلنج کا اثر سارے ملک میں تھا تو سارے ملک میں اس فتنہ کا مقابلہ کرنا بھی ضروری تھا۔ آجکل جنگ شروع ہوتی ہے تو وہ قومیں جو غیر جانبدار ہوتی ہیں ان کے تجارتی جہازوں کو بھی روکا جاتا ہے اور قریش تو خود شریک جنگ تھے ان کے قافلوں کو کیوں نہ روکا جاتا اور حضورؐ کے مدینہ تشریف لے جانے پر تو قریش کا شامی راستہ مسلمانوں کے زیرنگیں ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ مدینہ سے ینبوع تک جو بحیرہ قلزم کی بندرگاہ ہے قبائل، مدینہ والوں کے حلیف تھے اب کوئی قافلہ سردار مدینہ کی اجازت کے بغیر شام کے راستہ پر آجا نہ سکتا تھا۔

بدر کی فیصلہ کُن جنگ

بدر کی جنگ جب شروع ہونے لگی تو اُس وقت بھی ایک قافلہ تھا جو ادھر شام سے ابوسفیان کی کمان میں آرہا تھا۔ قریش اپنے کئے ہوئے کو خوب جانتے تھے اس لئے قافلہ کی حفاظت کے لئے ابوسفیان نے مکہ سے لشکر منگوایا۔ مکہ والے پہلے سے جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ لشکر تیار ہوا لیکن لشکر کے مدینہ کے قریب پہنچتے پہنچتے قافلہ بچ کر نکل گیا اور لشکر کے کمانڈروں کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ لشکر میں کچھ شریف اور سمجھدار تھے۔ انہوں نے کہا کوئی وجہ نہیں کہ ہم اب اس سے آگے جائیں، قافلہ سلامتی سے مکہ پہنچ گیا ہے، اب ہمارا مدینہ والوں سے کوئی جھگڑا نہیں لیکن رؤساء قریش نہ مانے اور لڑائی پر اصرار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر تھی، چند صحابہؓ کو بھی اس کی خبر تھی، لیکن باقی مسلمانوں کو اس کی کچھ خبر نہ تھی۔ تقریباً پندرہ سال سے ایک فتنہ بھڑکایا جا رہا تھا، وہ رنگ لایا اور بدر کے میدان میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان مقابلہ ہو ہی گیا۔ مقابلہ سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب کر کے پوچھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ کسی قول وقرار کی رُو سے وہ اس بات کے مکلف نہ تھے کہ اس مقابلہ میں ضرور حصہ لیتے، لیکن اُن کے دل منور ہو چکے تھے انہوں نے جواب دیا اب ہم وہی کچھ کریں گے جس کا حضور حکم دیں گے۔ حضورؐ کے پوچھنے سے انسانی وقار قائم ہوا۔ ہر شخص اپنی مرضی سے مقابلہ میں شریک ہوا۔ مقابلہ ہوا اور خوب ہوا۔ ایک طرف ۳۱۳ مسلمان، ان میں سے صرف چھ زرہ پوش،

ستر اونٹ، دو گھوڑے۔ دوسری طرف ایک ہزار سے کچھ اوپر قریش ان میں سے اکثر زرہ پوش، سات سو اونٹ، ایک سو گھوڑے۔ ایک طرف کردار، یقین، ایمان، اخلاص۔ دوسری طرف غرور، تذبذب، جاہ طلبی۔ خدا تعالیٰ کی نصرت بالکل بے پردہ ہو کر آسمان سے اتری۔ ریت نے بھی مسلمانوں کا ساتھ دیا، بارش نے بھی، آندھی نے بھی، کنکریوں نے بھی۔ رؤسائے قریش زمین پر ڈھیر ہوئے اور میدان مسلمانوں یعنی حق کے حامیوں کے ہاتھ رہا۔

روحانی تاریخ میں عجیب تسلسل ہے۔ قدیم سے یہی ہوتا چلا آیا ہے، زمانہ میں تغیرات آتے رہتے ہیں، لیکن ہر تغیر میں خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور خدا کے بندوں کو پہلے سے اس کی خبر ہوتی ہے۔ یہی حقیقت کائنات کی سیر ہے، اسی پر سچے فلسفہ تاریخ کی اساس رکھی جانی چاہیئے۔

بدر کی فیصلہ کن جنگ ہو اور تاریخ انسانی ایک زبردست موڑ مڑ رہی ہو، یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ قدیم آسمانی کتابوں میں اس کا ذکر نہ ہو۔ چنانچہ یسعیاہ نبی کی کتاب کھول کر دیکھ لیں، حبقوق نبی کی کتاب کھول کر دیکھ لیں، وہاں اور شاید اور بھی کئی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور بدر کے معرکہ کا ذکر مل جائے گا۔ یسعیاہ نبی کی کتاب (باب ۲۱، آیت ۱۳-۱۷) میں ہے:-

> "اے ددانیوں کے قافلو .... تیما کی سرزمین کے باشندو .... بھاگنے والے (یعنی ہجرت کرنے والے) کے ملنے کو نکلو، کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے .... اور کھنچی ہوئی کمان سے بھاگے ہیں۔"

پھر لکھا ہے:-

> "ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔"

حبقوق نبی کے صحیفہ میں لشکرِ قریش کے کمانڈر ابوجہل کو گھر کا سر (گھرانہ یعنی ایک بڑے قبیلہ کا سردار) کر کے لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی گردن اس کے بھالے سے سر تک اونچی

کرکے کاٹی جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ ایک عجیب بات ہے۔
متعصب معترضین اسلامی جنگوں کا بیان ایک واقعہ سے کرتے ہیں جو ایک صحابی کی اجتہادی غلطی سے نخلہ کے مقام پر قریش کے ایک پہرہ دار کے قتل پر منتج ہوا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے تجاوز کرنے کا نتیجہ تھا لیکن سوال یہ ہے کہ جنگوں کا بیان اِس واقعہ سے کیوں شروع کیا جاتا ہے۔ کیوں بابرکت مہینوں اور بابرکت زمین کا واسطہ دیا جاتا ہے؟ جبکہ بابرکت مہینوں کو خود قریش آگے پیچھے کرتے رہتے اور بابرکت زمین میں خود دوسروں سے جنگ کرتے، انہیں مارتے، انہیں روکتے، انہیں وہاں سے نکالتے۔ امن کے لئے ضروری ہے کہ جب قول وقرار ہو جائے تو اس کی دیانتداری سے پابندی کی جائے اور یہ پابندی ہر شخص اور ہر گروہ پر ہے نہ صرف کمزوروں پر۔
پھر نخلہ والے واقعہ سے پہلے بھی تو تشدد کے واقعات ہو چکے تھے جنکی ذمہ داری قریش پر تھی۔ اسلامی جنگوں کا ذکر کیوں نہ وہاں سے شروع کیا جائے؟ ہاں کیوں نہ اس اعلان سے شروع کیا جائے جس میں قریش نے کہہ دیا تھا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یا قید کر دیں گے یا شہر سے نکال دیں گے یا قتل کر دیں گے؟ اور کیوں نہ اس اعلان سے شروع کیا جائے جس میں رؤساء مکہ نے رؤساء مدینہ سے کہا تھا کہ:-

"تم محمد کی پناہ سے دست بردار ہو جاؤ ورنہ ہم تمہارے مردوں کو تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے۔"

حق بات یہ ہے کہ ایسے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اگر لوگ تیار نہ ہوں تو دنیا میں امن کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسانوں میں سے ایک یہ احسان ہے کہ حضور نے یہ اصول بطور اصول اور نظریہ اور فلسفہ کے سکھایا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین دلایا کہ اگر کوئی قوم کسی فتنہ کے سدِ باب کے لئے تلوار اُٹھائے گی تو وہ کمزور ہو کر بھی فتح پائے گی۔

جنگ اُحد اور آنحضرتؐ کی عظمتِ کردار

اُحد کی جنگ بدر کے ایک سال بعد ہوئی۔ حملہ آور وہی قریش تھے۔ اس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند کرداری ایک نئے رنگ میں ظاہر ہوئی اور وہ اس طرح کہ فتح نصیب جرنیل کبھی شکست

بھی کھاتے ہیں اور بہادر انسان کبھی دشمن کا وار بھی جھیلتے ہیں کبھی زخمی بھی ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو جنگ کے دوران جب بلا کا رَن پڑ رہا ہو اُس وقت انسانی بلند کرداری کا علم ہی کیسے ہو؟ اُحد میں ــــ بعض صحابہؓ کی اجتہادی غلطی سے ــــ مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور رخسار پر زخم آئے اور شدید آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے۔ حضورؐ بے ہوش ہو کر گر بھی پڑے۔ یہ سب کچھ ہوا۔ اگر نہ ہوتا تو کیسے پتہ لگتا کہ ایک بہادر انسان، خدا پرست انسان، انسان دوست انسان ایسے وقتوں میں کیا کرتا ہے۔ اس کیفیت اور اس ماحول میں مغرور دشمن نے للکارا۔ کبھی کہا کہاں ہے محمدؐ، کبھی کہا کہاں ہے ابو بکرؓ، کبھی کہا کہاں ہے عمرؓ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار جواب دینے سے روک دیا۔ لیکن جب دشمن نے اپنے قومی بُت ھُبل کا نعرہ لگایا تو اُس وقت خدا کا یہ جری، زخموں سے چُور، جو ابھی ابھی غشی کی حالت سے نکلا تھا اس سے رہا نہ گیا فوراً بولا، کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ۔ دشمن نے نعرہ لگایا۔ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ لگوایا

اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ

جنگِ احزاب اور اسکے مضمرات

اُحد کے بعد احزاب کا معرکہ ہوا۔ اِس دفعہ دشمن تمام عرب قبائل کی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر حملہ کا دفاع کیا۔ خندق شمال کی طرف کھودی گئی۔ دوسری اطراف باغات وغیرہ تھے، جنوب میں بنو قریظہ کی بستی تھی اور بنو قریظہ سے معاہدہ تھا اس لئے ادھر نہ خندق کی نہ فوج کی ضرورت سمجھی گئی۔

خندق کے کھودنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے صحابہؓ نے جسمانی محنت اور تکلیف کی برداشت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا، بلند کرداری کا ایک اور عظیم پہلو اُجاگر ہوا۔ اس محاصرے میں دشمن کی تعداد دس ہزار سے پندرہ ہزار تک بتائی جاتی ہے اور بعض روایتوں میں اس سے کہیں زیادہ۔ ادھر مسلمانوں کی تعداد خندق کھودتے وقت تین ہزار بتائی جاتی ہے۔ لیکن مقابلہ کے وقت صرف سات سَو۔ چونکہ بنو قریظہ جو جنوب میں رہتے تھے اپنے عہد سے پھر گئے اِس لئے مسلمان سپاہیوں کا ایک حصہ جنوب کی طرف بھیجنا پڑا۔ جنوب کی طرف عورتیں

تھیں۔ عورتوں نے بھی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ بنو قریظہ کی غداری خطرناک جُرم تھا۔ یہ غداری مملکت سے غداری تھی اور عین خطرہ کے وقت تھی، پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف تھی۔

یہودیوں نے اُس قول وقرار اور اُس دستور کی کچھ پرواہ نہ کی، جسے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے پر مشرکین اور مسلمانوں سمیت قبول کیا تھا۔ یہ دستور زبردست تاریخی دستاویز ہے۔ اس کی ستر کے قریب دفعات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ تاریخ میں دستورِ مدینہ سب سے پہلا تحریری دستور بیان کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک سے زیادہ قوموں نے مل کر ایک وفاقی مملکت کی بنیاد رکھی اور صرف دو تین بڑی بڑی شرطوں پر۔ **اوّل** یہ کہ ایک دوسرے کی مذہبی اور ثقافتی یعنی داخلی آزادی کا احترام کیا جائے گا۔ **دوم** یہ کہ شہر مدینہ کے دفاع میں اشتراک اور برابر کی ذمہ داری ہوگی۔ اور **سوم** یہ کہ رفعِ تنازعات میں آخری ذمہ داری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی۔ چنانچہ تنازعات ہوتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیصلے فرماتے رہے۔

ساتویں صدی عیسوی میں ایک شہری مملکت وجود میں آئی جس میں متعدد چھوٹی چھوٹی قوموں نے ضروری امور میں متحد ہو کر ایک بڑی قوم کی بنیاد رکھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال قائم کی کہ چھوٹی قومیں چاہیں تو متحد ہو کر ایک بڑی قوم بن سکتی ہیں۔ صرف ایکدوسرے کی آزادی کا احترام اور دفاع میں برابر کی ذمہ داری قبول کرنی ہوگی۔ یہ اتحاد ٹوٹا تو یہود کی غداری سے۔ لیکن تاریخ میں اپنا سبق چھوڑ گیا اور وہ یہ کہ بڑی قوم چھوٹی قوموں کے اتحاد اور قول و قرار سے بنا کرتی ہے۔

اوّل نظر میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حالات مدینہ کے اُس وقت کے حالات سے خاص تھی لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی معاشرہ قریباً ہر جگہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منقسم ہوتا ہے اور معاشرے کے اتحاد کی یہی صورت ہے کہ پہلے چھوٹے گروہوں کا آپس میں معاہدہ ہو، یہ نہ ہو کہ ایک بڑا گروہ سیاہ سفید کا مالک بن جائے اور کہے آؤ ہم ایک قوم بن جائیں۔ اس طرح اکثریت اقلیت کا مسئلہ پیدا ہوگا اور قومی اتحاد کامیاب نہ ہوگا۔ دوسری طرف یہ بھی ضروری ہوگا کہ چھوٹی قومیں اپنے اپنے قول وقرار پر اخلاص سے

قائم ہوں اور قائم رہیں۔ مملکت مدینہ دستوری وفاقی مملکت تھی۔
بنو قریظہ نے عین دشمن کے حملہ کے وقت غداری کی اور وہ ایک مملکت سے غداری کی سزا کے لائق ٹھہرے مسلمانوں کو سخت پریشانی ہوئی۔ لیکن خدا تعالیٰ کی نصرت عین وقت پر آئی۔ آندھی چلی، قریش کے ایک خیمہ کی آگ بجھ گئی جس سے وہ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ سنبھل نہ سکے اور بھاگتے ہی بنی۔ محاصرہ ختم ہوا، مسلمانوں نے قریباً ایک ماہ تک بھوک پیاس اور بظاہر نہ ختم ہونے والے خطرہ کا مقابلہ کیا اور اس کے بعد آرام کا سانس لیا۔

صلح حدیبیہ اور تاریخ عالم کا ایک اہم مسئلہ

اب یہ سلسلہ کہ قریش جب چاہیں لیس ہو کر آئیں اور مدینہ پر حملہ کر دیں اور جواب میں مسلمان حملہ کا دفاع کر دیں ایک نہ ختم ہونے والی خانہ جنگی کی شکل اختیار کر رہا تھا۔ یہ سلسلہ جاری رہتا تو قوم عرب نہ معلوم کب تک اس میں مبتلا رہتی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اب دشمن سے دو ٹوک فیصلہ کیا جائے گا لیکن وہ بھی پہلے ہی کی طرح اخلاق اور عدل کی حدود کے اندر رہ کر۔
احزاب کے ایک سال بعد ہی ایک تقریب پیدا ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ حضورؐ اور حضورؐ کے صحابہؓ خانہ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ خانہ کعبہ کی زیارت، اس کا طواف سب کا حق تھا لیکن مسلمانوں کو یہ حق نہ مل رہا تھا۔ حضورؐ نے خواب کو نیک فال سمجھ کر اور صحابہؓ کی اس تڑپ کو دیکھ کر جو انہیں دنیا کی اس قدیم ترین عبادت گاہ، بنی نوع انسان کے اس مستقل اور دوامی روحانی مرکز کو آباد کرنے کے لئے تھی، فیصلہ فرمایا کہ حضورؐ اور حضورؐ کے صحابہؓ عمرہ کے لئے مکہ جائیں اور بغیر جنگی ہتھیاروں اور سامانوں کے جائیں۔ چنانچہ حدیبیہ (مکہ کے شمال مغرب میں) پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش مزاحم ہوں گے اور لڑیں گے۔ حضورؐ نے قاصد بھیجے اور سمجھایا کہ سوائے عمرہ کے اور کوئی غرض نہیں۔ رؤساء قریش نے ایک نہ مانی۔ آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کے واپس پہنچنے میں دیر ہو گئی تو حضورؐ کو اور حضورؐ کے صحابہؓ کو گھبراہٹ ہوئی، بلکہ مسلمانوں کے کیمپ میں افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے

گئے ہیں سفیروں کے قتل کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ اس پر حضورؐ نے تاریخ عالم میں اس مسئلہ کی اہمیت ہمیشہ کے لئے استوار کرنے کے لئے صحابہؓ کو جمع کیا اور ان سے عہد لیا کہ خواہ کچھ ہی ہو، ہم مارے جائیں یا زندہ رہیں عثمانؓ کی جان کا بدلہ ضرور لیں گے۔ اس طرح حضورؐ نے سفیروں کا احترام قائم کیا اور بتایا کہ بین الاقوامی امن کے لئے اوّل شرط سفیروں کی ذات کا احترام ہے۔ حضورؐ کے اس عزم کی خبر قریش کو ہوئی تو انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ کو آزاد کر دیا اور صلح کے لئے تیار ہو گئے اور حدیبیہ کا مشہور صلحنامہ تحریر میں آیا۔ قریش صلح کی طرف مائل ہوئے تو آنحضرتؐ نے اُن کی ہر ایک بات مان لی ایسی ایسی شرطیں بھی مان لیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔

اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبریں پہنچیں کہ شام کی سرحد پر عیسائی قبائل یہود کے اُکسانے پر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے پہلے پندرہ آدمیوں کی ایک پارٹی بھیجی کہ صلح صفائی ہو جائے لیکن دشمن نے ان سب کو شہید کر دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص قاصد بھیجا دشمن نے اُسے بھی شہید کر دیا۔ ان قتلوں پر جنگ کا چیلنج مل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار جاں نثاروں کا لشکر اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کی کمان میں بھیجا۔ ایک سابق غلام کو انتہائی عزت کا مقام بخشا۔ بڑے بڑے صحابہؓ ایک غلام کی کمان میں فوجی خدمات سرانجام دینے لگے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہؓ شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے کمان سنبھالی۔ وہ بھی شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ شہید ہوئے اور کمان حضرت خالدؓ بن ولید نے سنبھالی اور لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔

فتح مکّہ اور خدائی وعدوں کی تکمیل

موتہ کے بعد فتح مکّہ ہوئی اور وہ اس طرح کہ رؤساء قریش نے جلد ہی صلح حدیبیہ کی کھلی کھلی خلاف ورزی کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکّہ پر چڑھائی کو جائز بلکہ ضروری بنا دیا۔ آخری وقت میں قریش نے بہت کوشش کی کہ بات ٹل جائے اور ایک نئے صلحنامہ پر دستخط ہو جائیں لیکن بار بار کی بد عہدیوں کے بعد یہ نہ ہونا چاہیئے تھا اور نہ ہوا۔ انتہائی خاموشی لیکن نہایت چابکدستی سے مکّہ پر چڑھائی ہوئی اور مکّہ فتح ہو گیا اور خدا کے وعدے

پورے ہوئے۔ عرب قبائل نے دیکھا کہ جس پیغام اور تحریک کو انہوں نے ملیا میٹ کرنا چاہا تھا اس نے عرب کے مرکز پر قبضہ کر لیا ہے اور خون کا قطرہ بہائے بغیر کیا ہے۔ اب سب کے سب، یا اکثر قائل ہو گئے کہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ایسا شخص جھوٹا ہو۔

جنگ حُنَین اور طائف کا محاصرہ

فتح مکہ کے بعد تاریخ میں حنین کا ذکر آتا ہے اور اس کے ساتھ ہی طائف کے محاصرے کا۔ حنین کی جنگ مکہ کے قریب بنو ہوازن قبیلہ سے ہوئی، گویا دشمن نے آخری زور آزمائی کی۔ حنین میں ایک وقت ایسا آیا کہ دشمن کے تیر اندازوں نے مسلمانوں کی صفیں توڑ دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا، خطرہ ہے حضور پیچھے چلیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے دشمن کو للکارتے ہوئے دشمن کے نرغے میں پہنچ گئے۔ اس پر صحابہؓ کا حوصلہ پھر بلند ہوا اور مسلمانوں کی شکست فتح میں تبدیل ہو گئی۔ اس کے جلدی بعد طائف کا محاصرہ ہوا لیکن اُسے غیر ضروری سمجھتے ہوئے حضورؐ نے اسے جلدی چھوڑ دیا۔

حنین اور طائف کے بعد تبوک کی جنگ ہوئی۔ یہ بھی شام کی سرحد پر ہوئی۔ قبائل اُکسائے گئے قیصر روم بھی ان کی شہ پر تھا اور مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی خبریں پہنچ رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہر قسم کی تیاری فرمائی۔ ایک طویل سفر اختیار فرمایا لیکن جب اسلامی لشکر تبوک پہنچا تو خبروں کو غلط پایا تب حضورؐ نے قبائل سے ترکِ جنگ کے معاہدے کئے اور اڑھائی ماہ کی صعوبتوں کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

شہری آزادی اور امن کی بحالی کے لئے جدّوجہد

اب تک جو مقابلے حضورؐ کو درپیش آئے ملک میں مذہبی آزادی اور امن کی خاطر درپیش آئے لیکن اب کچھ مقابلے خالصۃً شہری آزادی اور امن کی خاطر بھی پیش آئے۔ دومۃ الجندل میں عیسائی قبائل تھے جن کا کام صرف لُوٹ مار تھا جو قافلوں کے امن کو برباد کرتے اور راہ گیروں کو لُوٹتے۔ حضورؐ نے تین بار دومۃ الجندل پر لشکر کشی کی۔ قزاقوں کو زیر کیا۔ دومۃ الجندل کے عیسائی، عیسائی ہی رہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ ملکی نظام میں شامل ہو گئے۔ تبدیلِ مذہب کا کوئی مطالبہ اُن سے نہیں ہوا۔

دومۃ الجندل شمال میں تھا، نجران جنوب میں تھا، وہاں بھی عیسائی آباد تھے، ان سے بھی اسی قسم کا معاہدہ ہوا۔ انہیں بھی سیاسی اتحاد میں شامل کیا گیا۔ تبدیل مذہب کا کوئی مطالبہ نہ ہوا، مملکت سے تعاون اور وفاداری کا قول و قرار ہوا، صرف مملکت کے مقررہ ٹیکس دینے پڑے۔

اس کے بعد پہلا حج امن امان سے ہوا۔ امیرالحج حضرت ابوبکرؓ تھے حضورؐ نے اس حج پر اعلان کروایا کہ اب ہر شخص ملک میں خوب چل پھر کر دیکھ لے کہ خدا کے وعدے پورے ہوئے کہ نہیں؟ اور اب ملک میں کونسا نظام ہے جو امن اور آزادی کا ضامن ہے؟

اس کے بعد دوسرا حج ہوا جس کی قیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی اور اپنے آخری خطبہ میں حقوقِ انسانی کا تاریخی اعلان فرمایا، ہر انسان خواہ وہ عجمی ہو یا عربی، کالا ہو یا گورا ایسا ہی قابلِ احترام ہے جیسا کہ کوئی اور انسان۔ ہاں انسانوں میں ایک طبقہ نسبتاً کمزور ہے اور وہ طبقہ عورتوں کا طبقہ ہے۔ اس لئے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کا خاص اعلان فرمایا اور خطاب میں قریش کو یا اہلِ عرب کو مخاطب نہیں فرمایا بلکہ فرمایا اے لوگو! اے لوگو! اے لوگو!

دُنیا کے لئے سراپا رحمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے حضورؐ کے دعویٰ کے متعلق کیا کچھ کہا اور دشمن آج تک کیا کچھ کہتا رہتا ہے لیکن پوری سیرت پر نظر ڈالئے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایک بادل تھا جو تمام بنی نوع انسان کے لئے رحمت بن کر اُٹھا اور رحمت بن کر برسا۔ اس سے قومیں سیراب ہوئیں اور جیسا کل کی دنیا کے لئے حضورؐ کا وجود سراسر رحمت تھا ویسا ہی آج کی دنیا کے لئے بھی حضورؐ کا وجود رحمت ہے۔

میرا یہ مضمون جنگوں اور معرکوں کے متعلق تھا۔ موجودہ زمانے کا بڑا مسئلہ بھی جنگ کا مسئلہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ میں اور حضورؐ کے مواعظ میں اس مسئلہ کا حل موجود ہے۔ اے کاش دنیا اس سے فائدہ اُٹھائے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰل محمدٍ وبارک وسلم انک حمیدٌ مجید ٭

صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جاں نثاری اور وفاداری

(مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ حیدر آباد)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پاک صحبت سے مستفیض ہونے والے اصحاب بڑے ہی خوش نصیب تھے۔ انہوں نے ایک نور کو پایا اور اُن کے قلوب اس سے منور ہو گئے۔ ایک مزکّی وجود اُن کو ملا اور اس کے فیض سے اُن کے نفوس کا تزکیہ ہو گیا۔ گناہ دُھل گئے، تاریکیاں کافور ہوئیں، محبت و اخلاص اور عشق و وفا کے جو نمونے مفقود ہو چکے تھے وہ دنیا نے پھر پُوری آب و تاب کے ساتھ مشاہدہ کئے۔

آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہؓ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی مقدسوں، جاں نثاروں اور وفا شعاروں کی ایک جماعت عطا کی گئی اور "ثلة من الاولین وثلة من الاٰخرین" کی پیشگوئی کا ظہور نہایت شان سے مکمل ہوا۔ مسیح مہدی علیہ السلام کی مقدس جماعت نے جاں نثاری اور وفاداری کا جو اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا اس کی مثال سوائے ہمارے پیارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے اَور کہیں نظر نہیں آتی۔ جب جان دینے کا وقت آیا تو بے خوف اور نڈر بہادروں کی طرح جان دی اور یہی سمجھا کہ ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی ؁ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

وطنوں کو چھوڑا، اعزا و اقربا سے جُدا کر دیئے گئے اور رضوانِ یار کی خاطر سب کو خیر باد کہا اور اپنے پیارے آقا مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آکر دُھونی رما بیٹھے۔ اپنے مالوں کو خدا اور اس کے دین کے لئے پانی کی طرح بہا دیا اور تمام دنیوی لذات کو ترک کر کے نہایت سادہ زندگی کو اختیار کر لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کی جاں نثاری اور وفاداری تو ایک وسیع مضمون ہے مگر میں بطور نمونہ اس وقت چند مثالیں پیش کروں گا۔

(۱)

سب سے پہلے میں حضرت مولوی نور الدین خلیفہؓ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نورِ دیں بودے ؁ ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نورِ یقیں بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہو اگر قوم کا ہر فرد نور دین بن جائے۔ مگر یہ تو تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔"

حضور اقدس علیہ السلام نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی تعریف میں اپنی عربی تصنیف "حمامۃ البشریٰ" میں جو کلمات تحریر فرمائے ہیں وہ حسب ذیل ہیں حضورؑ فرماتے ہیں :-

"اور میرے تمام احباب متقی ہیں لیکن بصیرت میں قوی تر، علم میں سب سے زیادہ، رفق وحلم میں سب سے افضل، ایمان میں کامل تر، محبت، عرفان، خشیت، یقین اور ثبات قدم میں سب سے بڑھا ہوا ایک مبارک شخص ہے۔ جو پاکیزہ سرشت، عالم، صالح، فقیہہ، محدث، جلیل القدر، عظیم المرتبت، حاذق حکیم، حاجی الحرمین، حافظِ قرآن، قرشی فاروقی ہے۔ جس کا اسم گرامی مولوی نور الدین بھیروی ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے صدق وصفا، اخلاص، محبت اور وفا سے میری بیعت کی ہے۔ ایثار و قربانی اور خدماتِ دینی میں وہ عجیب مرد ہے۔ اسلام کی اشاعت کے لئے اس نے مختلف طریقوں سے بے دریغ روپیہ خرچ کیا ہے۔ میں نے اس کو ان مخلصین میں سے پایا ہے جو اپنی ہر خواہش، بیویوں، بیٹوں اور بیٹیوں پر رضاء الٰہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہر حال میں شکر گزار رہتے ہیں۔ وہ رقیق القلب، نقی الطبع اور حلیم و کریم ہے، نیکیوں کا جامع ہے اور اپنی بدنی لذات سے الگ تھلگ۔ اور یہی پسند کرتا ہے کہ اس کا خون پانی کی طرح اعلاء کلمۂ اسلام کے لئے بہہ جائے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا سچا دوست عطا فرمایا جو فاضل، متبحر عالم، دقیق النظر، عمیق الفکر، مجاہد فی سبیل اللہ اور کمال اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والا ہے۔"

(۲)

حضرت خلیفۂ اولؓ کے دل میں مسیح موعود علیہ السلام کی محبت اور اطاعت کا بے مثال جذبہ اور جاں نثاری کا عجیب رنگ پایا جاتا ہے۔ ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے تو اُن کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحبؓ کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلا توقف دہلی چلے آئیں۔ جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے۔ اُس تار کے پہنچتے ہی آپ بلا توقف وہیں سے اُٹھ کر

بغیر گھر گئے اور بغیر کوئی سامان یا زادِ راہ لئے سیدھے بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے جو اُن ایام میں قادیان کا ریلوے سٹیشن تھا۔ کسی نے عرض کیا حضرت! بلا توقف آنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں اور اتنے لمبے سفر پر یوں خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں۔ فرمایا۔ امام کا حکم ہے کہ بلا توقف آؤ اس لئے میں اب ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں اور خدا خود میرا کفیل ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے بھی اس نکتہ کو ایسا نوازا کہ بٹالہ کے سٹیشن پر ایک متموّل مریض مل گیا جس نے آپ کو پہچان کر آپ کا بڑا اکرام کیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید دینے کے علاوہ ایک رقم بھی پیش کی۔

(۳)

حضرت خلیفۃ اوّلؓ کی اطاعت، جاں نثاری اور وفا شعاری کا ایک اَور واقعہ عجیب ایمان افروز ہے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :-

"حضرت صاحبؑ کے زمانہ کے جس قدر آدمی ہیں سب کو حضور علیہ السلام سے اپنے اپنے طریق کے مطابق محبت تھی اور ہے۔ مگر جس قدر ادب و محبت حضورؑ سے حضرت خلیفہ اولؓ کو تھا اس کی تلاش کرنی مشکل ہے۔ چنانچہ ایکدن میں حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس بیٹھا تھا وہاں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنے کو ارشاد فرمایا مگر وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اُس وقت مرحومہ امۃ الحیٰ صاحبہ بھی جو اُس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آ گئیں۔ حضرت مولوی صاحب اس دوست کا ذکر سُن کر جوش سے فرمانے لگے کہ مجھے تو اگر مرزا کہے کہ لڑکی کو نہالی (چوہڑی) کے لڑکے کو دیدو تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دیدوں گا۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا مگر نتیجہ دیکھ لیں کہ بالآخر وہی لڑکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو بنی اور اُس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسن و احسان میں نظیر ہے۔"

(سیرت المہدیؑ حصہ سوم صـ۷۷ـ)

(۴)

اب میں حضرت شاہزادہ عبد اللطیف صاحبؓ کا واقعۂ شہادت پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

"عبد اللطیف کے نمونہ کو ہمیشہ مدِّ نظر رکھو کہ اس سے کس طرح صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ نمونہ خدا نے تمہارے لئے پیش کیا ہے۔" (ملفوظات جلد ۶ صـ۲۹۲ـ)

حضرت اقدسؑ واقعۂ شہادت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کرکے اس میں رسّی ڈال دی جائے اور اسی رسّی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے ۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا۔ اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسّی ڈالی گئی۔ تب اسی رسّی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے اور ہنسی اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے اور امیر اپنے مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں اور مفتیوں اور دیگر اہلکاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا ۔ اور شہر کی ہزارہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی ۔ جب مقتل پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین تک گاڑ دیا گیا ۔ اور پھر اس حالت میں جب کہ وہ کمر تک گاڑ دیئے گئے تھے امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تُو قادیانی سے جو مسیح موعود کا دعوی کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی تجھے بچا لیتا ہوں ۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر تب شہید مرحوم نے جواب دیا نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں ؟ جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں .... مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا ...... تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی ۔ پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا ۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا ۔ ....

.... شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے ۔ انّہٗ مَن یّاتِ ربّہٗ مجرماً فانّ لہٗ جہنّم لا یموت فیہا ولا یحیٰی ۔ افسوس کہ امیر زیر آیت مَن یقتل مؤمناً متعمّداً داخل ہو گیا ۔ اور ایک ذرا خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا ۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے ۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان

بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۸)

(۵)

حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ ۱۸۹۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہوئے۔ آپ تمام دینی علوم تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کے متبحر عالم تھے۔ اُردو، فارسی، عربی اور پشتو کے ماہر اور تقریر و تحریر میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ بہت متوکل تھے اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق و محبت اور اخلاص جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ آپ کی جاں نثاری بھی قابلِ رشک ہے:۔

"۱۹۰۴ء میں جب حضرت اقدسؑ سیالکوٹ تشریف لے گئے تو مولوی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ وہاں حضرت اقدسؑ اپنے خدام کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ کسی عورت نے کھڑکی سے حضورؑ پر راکھ ڈالی حضورؑ گزر گئے مگر راکھ مولوی صاحبؓ کے سر پر پڑی۔ آپ پر محویت طاری ہو گئی اور نہایت خوشی سے فرمانے لگے "پا اے مائے پا" یعنی بڑھیا اور راکھ ڈالو۔ حضرت اقدسؑ جب سیالکوٹ سے واپس آئے اور آپؓ حضورؑ کو الوداع کہنے کے بعد پیچھے رہ گئے تو بعض شریروں نے آپ کی بے عزتی کی بلکہ پکڑ کر منہ میں گوبر تک ٹھونس دیا۔ لیکن آپ نے نہایت بشاشت کے ساتھ فرمایا "او برہانا ایہہ نعماں کتھوں" یعنی اے برہان الدین یہ نعمتیں روز روز کہاں میسر آتی ہیں۔ ایک مرتبہ قادیان دارالامان میں حضرت اقدسؑ شہ نشین پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ، حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور دوسرے بزرگ بھی مجلس میں بیٹھے تھے کہ مولوی برہان الدین صاحبؓ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا اور بے اختیاری کی وجہ سے ہچکی بندھ گئی۔ حضرت اقدسؑ نے پوچھا کیا بات ہے آپ کیوں روتے ہیں۔ لیکن حضورؑ جتنا پوچھتے آپؓ اتنا ہی زور سے رونے لگ جاتے۔ آخر بار بار پوچھنے اور تسلی دلانے پر مولوی صاحب نے عرض کیا۔ حضور سب سے پہلے میں باؤلی شریف والوں کی خدمت کرتا رہا پھر مولوی عبداللہ غزنوی کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد پیر صاحب کوٹھہ شریف کے پاس رہا اور اب حضور کا

خادم اور مرید بنا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا مسیح آگیا یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ اسلام کے لئے قربان کرسکوں۔ ہم سُنا کرتے تھے کہ مسیح آئے گا تو خزانے لٹائے گا اور حضور نے خوب خزانے لٹائے۔ اور پھر کہنے لگے کہ میں تو پھر بھی "چھُڈو کا چھُڈو" ہی رہا یعنی اب تک ناکارہ کا ناکارہ ہوں۔ یہ کہہ کر پھر چیخیں مار کر رونے لگے۔ اس پر حضورؑ نے نہایت شفقت و محبت سے فرمایا "آپ گھبرائیں نہیں اور کوئی فکر نہ کریں آپ نے جہاں پہنچنا تھا آپ پہنچ گئے۔"

(تاریخ احمدیت حصہ سوم صفحہ ۴۲۴)

(۶)

حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلویؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے جان نثار خدام میں سے تھے اُن کے حسب ذیل واقعہ سے بھی عجیب جاں نثاری ٹپکتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:۔

"سنہ ۱۹۰۱ء کا ذکر ہے جب کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر گورداسپور میں فوجداری دعویٰ دائر کیا ہوا تھا۔ اور حضورؑ خان صاحب علی محمد صاحب مشتر کے مکان متصل مسجد حجاماں میں مقیم تھے۔ خاکسار اور میاں جمال الدین اور امام الدین اور خیر الدین صاحبان ساکنان سیکھواں حضورؑ کے ساتھ تھے۔ باقی دوست دوسری جگہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن حضور کو پیچش کی شکایت ہوگئی۔ بار بار قضاء حاجت کے لئے اُٹھتے تو خاکسار اُسی وقت اُٹھ کر پانی کا لوٹا لے کر حضورؑ کے ساتھ جاتا۔ تمام رات ایسا ہی ہوتا رہا۔ ہر بار حضورؑ یہی فرماتے کہ تم سوئے رہو۔ صبح کے وقت حضورؑ نے مجلس میں بیٹھ کر ذکر فرمایا کہ مسیحؑ کے حواریوں اور ہمارے دوستوں میں ایک نمایاں فرق ہے۔ ایک موقعہ مسیحؑ پر تکلیف کا آتا ہے تو وہ اپنے حواریوں کو جگاتے ہیں اور کہتے ہیں جاگتے رہو اور دعائیں مانگتے رہو مگر وہ سو جاتے ہیں لیکن ہم اپنے دوستوں کو بار بار تاکید کرتے ہیں کہ سو رہو لیکن وہ پھر بھی جاگتے ہیں۔ چنانچہ خاکسار کا نام لے کر فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میاں عبدالعزیز تمام رات سوئے بھی ہیں کہ نہیں۔ میرے اُٹھنے پر فوراً ہوشیاری کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور باوجود میرے بار بار تاکید کرنے کے کہ سوئے رہو اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔"

یہ سچی اور حق و حقیقت پر مبنی بات ہے کہ جو شیریں پھل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اور فیض سے پیدا ہوا وہ حضرت مسیح ناصریؑ کو نہ ملا۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے بارہ آدمیوں

کی قلیل جماعت کا یہ حال تھا کہ ان میں سے ایک نے تیس روپے لیکر آپ کو پکڑوا دیا۔
مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انفاسِ مقدسہ نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی ایسی جماعت پیدا کر دی جو آپ کے لئے اپنی جان قربان کر دینے کو سب فخروں سے بڑھ کر فخر سمجھتی تھی اور آپ کی ذرہ سی تکلیف پر اپنا ہر آرام و راحت قربان کر دینے کو تیار رہتی ہے۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

آمین یا رب العالمین۔

خدا کی راہ میں اپنا تمام وجود وقف کرنے والے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدائے تعالیٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیوض کہلاتے ہیں انہی پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کی خدا کی راہ میں قربانی دیکر اور اپنا تمام وجود اسکی راہ میں وقف کر کے اور اسکی رضا میں محو ہو کر پھر اس وجہ سے دعا میں لگے رہتے ہیں کہ تا جو کچھ انسان کو روحانی نعمتوں اور خدا کے قرب اور وصال اور اسکے مکالمات اور مخاطبات میں سے مل سکتا ہے وہ سب انکو ملے اور اس دعا کیساتھ وہ اپنے تمام قویٰ سے عبادت بجا لاتے ہیں اور گناہ سے پرہیز کرتے ہیں اور آستانہ الٰہی پر پڑے رہتے ہیں اور جہاں تک ان کے لئے ممکن ہے اپنے تئیں بدی سے بچاتے ہیں اور غضب الٰہی کی راہوں سے دور رہتے ہیں۔ سو چونکہ وہ ایک اعلیٰ ہمت اور صدق کے ساتھ خدا کو ڈھونڈتے ہیں اس لئے اُس کو پا لیتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کی پاک معرفت کے پیالوں سے سیراب کئے جاتے ہیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

تحریکِ جدید کا بنیادی مطالبہ ——— سادہ زندگی

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نائب قائد تربیت مجلس مرکزیہ)

تحریکِ جدید کا سب سے پہلا اور نہایت اہم مطالبہ سادہ زندگی بسر کرنے کا ہے۔ آج جس امر کی ضرورت کا احساس ہر سمجھدار اور محبِّ وطن کر رہا ہے ہمارے پیارے امام حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تیئیس سال پہلے بھانپ لیا اور اس اہم مطالبہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"سادہ زندگی کی تحریک کوئی معمولی نہیں بلکہ دراصل دنیا کے آئندہ امن کی بنیاد اسی پر ہے۔"

اس مختصر سے نوٹ میں تحریک جدید کے اس اہم مطالبہ کی تفاصیل بیان کرنا مقصود نہیں۔ اخبار الفضل اور الگ کتابچوں کے ذریعہ جماعت کے سامنے اس کی بار بار اور بہ تکرار وضاحت ہو چکی ہے۔ اس وقت صرف اس امر کی طرف توجہ دلانا مطلوب ہے کہ جب اس مطالبہ کی اہمیت میں کوئی کلام نہیں رہا، اس کی تفاصیل ہمارے محبوب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے سامنے شرح و بسط کے ساتھ بیان فرما دی ہیں اور اب زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ سادہ زندگی اختیار کئے بغیر دنیا کا امن قائم نہیں رہ سکتا تو ایک احمدی کے لئے اس مطالبہ پر کتنے تعہد کے ساتھ عمل کرنا ضروری اور لابدی ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اوّلین مخاطبین نے اس اہم مطالبہ پر دل و جان سے لبیک کہا اور ہم نے بہت جلد ان کی قربانیوں کے میٹھے پھل کھانے شروع کر دیئے۔ اشاعتِ اسلام کا نظام جو چند ملکوں تک محدود تھا قریباً سارے کرۂ ارض پر ممتد ہو گیا۔ دنیا کی معروف زبانوں میں تراجم قرآن مجید عوام و خواص تک پہنچائے جانے لگے۔ ممالکِ بیرون میں دیکھتے ہی دیکھتے مساجد کی تعداد تین سو سے بھی تجاوز کر گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

سادہ زندگی کی تعریف اور اس کا نمونہ

سادہ زندگی کی تعریف خواہ کچھ ہی کر لی جائے ہمارے سامنے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضورؐ کے صحابہ کرامؓ کا جو پاک نمونہ موجود ہے اس کو اختیار کرنا تحریک جدید کا اصل مقصد ہے تاہم اگر کوئی سادہ زندگی کی تعریف معلوم کرنے پر اصرار کرے تو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں اس کی تعریف یوں بیان کی جا سکتی ہے:۔

"آج اسلام کے لئے قربانیوں کا زمانہ ہے۔ اور ایسا زمانہ ہے کہ ہمیں چاہیئے کہ اسلام کی خاطر قربانی کرنے کی غرض سے جائز خواہشات کو بھی جہاں تک چھوڑ سکیں چھوڑ دیں"

گویا اس مطالبہ کے تحت صرف اسراف اور فضول خرچیوں سے ہاتھ کھینچ لینا اور بے ہودہ رسومات سے کلی اجتناب کرنا کافی نہ ہوگا۔ بلکہ اشاعتِ اسلام جیسے پاکیزہ مقصد کی خاطر جائز خواہشات کو بھی جہاں تک چھوڑا جا سکے چھوڑنا لازمی اور ضروری ہوگا۔

نظریۂ حیات میں تبدیلی کی ضرورت

سادہ زندگی کی اس مجمل سی تعریف کے پیشِ نظر ظاہر ہے کہ مادہ پرستی کے موجودہ دَور میں سادہ زندگی کی رُوح کو جس کی اسلام کی اشاعت شدید طور پر متقاضی ہے قائم و دائم رکھنا بظاہر محال نظر آتا ہے لیکن اگر ہم اپنا نصب العین یعنی اشاعتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمیشہ اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھیں تو دنیا کی زیب و زینت اور آرام و آسائش کی خواہش سرد ہو سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک آہنی عزم کے ساتھ اپنے نظریۂ حیات میں وہ تبدیلی پیدا کی جائے جس کی طرف سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں نہایت لطیف رنگ میں ہمیں توجہ دلائی ہے۔ فرمایا:۔

"وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا"

جو شخص آخرت پر نظر رکھتا ہے وہ دنیوی زندگی کی زینت کے خیال کو چھوڑ دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں جو انقلابِ عظیم برپا کر دکھایا وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں۔ پس اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح یہ بات میخ کی طرح اپنے دل میں گاڑ لیں کہ اُخروی زندگی کے مقابلہ میں اس دُنیوی زندگی کی کوئی حیثیت نہیں تو ہم روحانیت کے ایک ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہو سکتے ہیں۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد دنیا کی محبت خود بخود سرد پڑ جائے گی۔ جائز خواہشات کو ترک کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائے گا۔ رسومات کے خلاف عَلَم جہاد بلند کرنے میں ہمیں لذت محسوس ہوگی جس طرح کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رسومات کے خلاف اعلانِ جہاد فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"پس آج میں اس مختصر سے خطبہ میں ہر احمدی کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اور جماعت احمدیہ میں اس پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے جس پاکیزگی کے قیام کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کی طرف مبعوث

ہوسٹے تھے ہر بدعت اور بدرسم کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ سب میرے ساتھ اِس جہاد میں شریک ہوں گے۔"

(الفضل نمبر ۱۴۴- مؤرخہ ۲ جولائی ۱۹۶۷ء)

سادہ زندگی کا مطالبہ جو آج سے چونتیس سال پہلے ہمارے محبوب آقا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کے سامنے پوری شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا اور نہ صرف پیش کیا بلکہ خود عمل پیرا ہو کر دکھایا اُس کی یاد پھر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا خطبہ کے ذریعہ تازہ ہو گئی ہے۔ اگر اس بروقت انتباہ پر ہم نے پوری توجہ مرکوز نہ کی تو ہم اپنے نصب العین کو جلد حاصل نہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ائمہ کی مقدس تحریکات پر دل و جان سے لبیک کہنے کی توفیق بخشے تا کہ اسلام کو جلد از جلد تمام دنیا میں سربلندی اور برتری نصیب ہو۔ وھو المراد۔

اسلام سے کیا مراد ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اپنے آپکو ہر آن خدا کا محتاج جاننا اور اُس کے آستانہ پر بھروسہ رکھنا ہی اسلام ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان ہو کر اسلام کے طریق کو اختیار نہیں کرتا اور اس پر قدم نہیں مارتا تو پھر اُس کا اسلام ہی کیا ہے؟ اسلام نام ہے خدا کے آگے گردن جھکا دینے کا . . . . اِس جماعت میں داخل ہو کر اوّل تغیّر زندگی میں یہ کرنا چاہیئے کہ خدا پر ایمان سچا ہو کہ وہ ہر مصیبت میں کام آتا ہے۔ پھر اُس کے احکام کو نظرِ خفّت سے ہرگز نہ دیکھا جاوے بلکہ ایک ایک کلمہ کی تعظیم کی جاوے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جاوے۔"

(البدر ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء)

حضرت مصلح موعودؓ کا قائم کردہ عالمگیر تبلیغی نظام

عیسائی دنیا کی طرف سے حیرت و استعجاب کا اظہار

خدائی وعدوں کے بموجب سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعتِ اسلام کا جو عالمگیر نظام قائم فرمایا اور اس نظام کے تحت مشرق و مغرب ممالک میں جس معجزانہ طور پر تبلیغی مشنوں اور مساجد کا قیام عمل میں آیا اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی جس وسیع پیمانہ پر اشاعت ہوئی اور پھر اس کے نتیجہ میں اسلام کا درد رکھنے والے اور اسلام کی خاطر بڑھ چڑھ کر قربانیاں کرنے والے نومسلم احمدیوں کی جیسی جیسی منظم و مربوط جماعتیں معرضِ وجود میں آئیں انہیں دیکھ کر عیسائی دنیا ورطۂ حیرت میں پڑی ہوئی ہے۔ وہ حیران ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تنِ مُردہ میں یہ پہلی سی توانائی کیسے عود کر آئی۔ اور اب خلافتِ ثالثہ کے نئے مبارک دور میں اشاعتِ اسلام کی اس مہم کو جو نئی تقویت حاصل ہوئی ہے اور بالخصوص سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ سفرِ یورپ کے نتیجہ میں وہاں جس وسیع پیمانہ پر اسلام کا چرچا ہوا ہے اور اسلام کے حق میں ایک نئی رَو چل پڑی ہے۔ اس پر تو عیسائی چرچ گھبرا اُٹھا ہے۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ کے اس دورہ کا وہاں کے عیسائی حلقوں میں نہایت شدید ردِ عمل ظاہر ہوا ہے۔ وہ یکلخت چوکنا ہو گئے ہیں اور اب ساری دنیا کو عیسائیت کے لئے فتح کرنے کے خواب دیکھنے والوں کو اُلٹے لینے کے دینے پڑے ہوئے ہیں۔

قدرتی طور پر سب سے زیادہ شدید ردِ عمل یورپ کے اس خطہ میں ظاہر ہوا ہے جہاں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے اُس خطہ کی سب سے پہلی مسجد کا افتتاح فرمایا تھا اور وہ ہے سکنڈے نیویا۔ ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں مسجدِ نصرت جہاں کی تعمیر اور اس کے افتتاح کے بعد وہاں کے عیسائی حلقوں میں اضطراب کی ایک لہر دَوڑ گئی ہے کیونکہ انہیں نظر آ رہا ہے کہ اسلام اب اِس خطہ میں بھی زور شور سے پھیلنا شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ سکنڈے نیویا کی ایک عیسائی تنظیم نے مسجد کی تعمیر شروع ہونے پر آنے والے موہوم خطرات کے سدِ باب کی غرض سے باقاعدہ ایک کمیشن مقرر کیا تا کہ وہ احمدیت کے متعلق تحقیق کر کے یہ معلوم کرے کہ اِس جماعت کی تبلیغی جدّ و جہد کا کس طرح اور کس رنگ میں مقابلہ کیا جائے۔ اس کمیشن کی رپورٹ منظرِ عام پر آ چکی ہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے اپنی جلسہ سالانہ ۱۹۶۷ء کی تقریر میں اس کے بعض اقتباس سنائے

تھے۔ ذیل میں اُس کمیشن کے دو اراکین کی رپورٹوں کے بعض اقتباسات ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔

اس کمیشن کے ایک رکن Bertil Wiberg اپنی رپورٹ میں رقمطراز ہیں:-

(۱) "یہ جماعت اسلام کو ترقی سے ہمکنار کرنے کا بے پناہ جذبہ رکھتی ہے۔ اس غرض کے پیشِ نظر وہ ایک طرف اسلامی ممالک میں سے عیسائی اثرات کو دور کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہی ہے اور دوسری طرف اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ واپس لانے میں کوشاں ہے اور اپنی ان کوششوں میں بہت ممتاز ہے۔ اس جماعت کی یہ بھی کوشش ہے کہ مسلمانوں کی قومی برتری ثابت ہو۔ ایک لمبے عرصہ سے تبلیغی کوششوں کو جاری رکھا جا رہا ہے جس کے نتیجہ میں ساری دنیا میں احمدی جماعتیں قائم ہو گئی ہیں۔ مثال کے طور پر مغربی افریقہ، امریکہ، جنوب مشرقی ایشیا اور متعدد یورپین ممالک میں اس جماعت کے افراد پائے جاتے ہیں"

(۲) "اقوامِ عالم کے لئے احمدیت کے پیغام کا خلاصہ تین لفظوں میں پیش کیا جا سکتا ہے (۱) ایک خدا (۲) ایک دنیا (۳) ایک مذہب۔ یہ لوگ اسلام کو طاقت کے بل پر پھیلانے کے مخالف ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ مذہب کو جنگوں کے ذریعہ دوسروں پر ٹھونسنے کا نظریہ صلیبی جنگیں کرنے والے عیسائیوں کی ایجاد ہے، قرآن میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ خیال قطعاً پیش نہیں کیا۔ بعد کے زمانہ میں اگر کبھی مسلمانوں نے مذہب پھیلانے کے لئے یہ جنگی طریق اختیار کیا تو یقیناً انہوں نے عیسائیوں کے اثر کے ماتحت ہی ایسا کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اب اسلام ساری دنیا کو فتح کرے گا لیکن یہ فتح اس طریقِ کار کے ذریعہ ہی حاصل ہو گی جو بانیٔ سلسلۂ احمدیہ نے اختیار کیا اور جو طریقِ کار اب آپ کے موعود فرزند نے اختیار کیا ہوا ہے پھر ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اسلام کی فتح اس لئے ہو گی کہ یہ ایک فطرتی مذہب ہے۔ عیسائیت کے برخلاف اسلام اس بات کا مطالبہ نہیں کرتا کہ اندھا دھند کسی عقیدہ کو مان لیا جائے یا پُرانے زمانہ کے معجزوں پر ہی ایمان لایا جائے بالخصوص ایسے معجزوں پر جو عقلِ انسانی سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اسلام کی تعلیم عقلِ انسانی سے پوری طرح ہم آہنگ ہے اور اس کی سچائی ہر وقت الہام اور وحی کے ذریعہ پایۂ ثبوت کو پہنچ رہی ہے"

(۳) "مسیح کے ابن اللہ ہونے کے سلسلہ میں احمدیت کی طرف سے جو اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں ان سے یہ امر صاف عیاں ہے کہ جماعت احمدیہ مسیحیت کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہے مسیحیت

نے اس زمانہ میں عالمگیر مذہب کی جو حیثیت اختیار کر رکھی ہے جماعت احمدیہ سب سے زیادہ اس کے درپے ہے اور چاہتی ہے کہ اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت واپس لائی جائے یعنی وہ عظمت جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد سے لیکر ایک سو سال تک اسلام کو حاصل رہی جبکہ یہ مذہب بحرالکاہل کے اردگرد کے ملکوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا تھا اور یورپ میں بھی کافی دُور تک پہنچ گیا تھا۔ دعویٰ تو بہت بڑا ہے لیکن مستقبل ہی بتا سکے گا کہ اس میں کامیابی ممکن ہے یا نہیں۔ جماعت احمدیہ نے اب تک جو تبلیغی کوششیں کی ہیں ان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دعاوی کی پشت پر عمل کی طاقت موجود ہے یعنی باعمل اسلام کی۔"

عیسائی تنظیم کے مقرر کردہ اس کمیشن کے ایک اور رکن Henrik Gamst Padersen ڈنمارک میں پہلی مسجد یعنی مسجد نصرت جہاں کی تعمیر پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں :-

"جب ہم بیرونی مشنوں کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں جو بات آتی ہے وہ ہے مشرکوں، یہودیوں اور مسلمانوں میں انجیل کی تبلیغ و اشاعت۔ ہم عیسائی صدیوں سے اسی نہج پر سوچتے رہے ہیں۔ لیکن اب ڈنمارک میں پہلی مسجد کی تعمیر یہ حقیقت ہم پر منکشف کرنے میں مدد دے گی کہ ایک لمبے عرصہ کی خاموشی کے بعد اسلام ایک دفعہ پھر تبلیغی مذہب بن گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ مذہب صرف انفرادی طور پر لوگوں سے نجی ملاقاتوں کے ذریعہ ہی نہیں پھیلایا جا رہا بلکہ اب اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کی ایک منظم سکیم تیار کی گئی ہے۔ عیسائیت کی طرح اسلام اب پھر ایک عالمگیر مقصد کا حامل بن گیا ہے۔ اور وہ مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں تک پہنچا جائے اور اس کا لب لباب عیسائیت کی مخالفت ہے۔"

سکنڈے نیویا کی عیسائی تنظیم کے مقرر کردہ کمیشن کے اراکین کی رپورٹوں کے ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ آج عیسائی دنیا سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قائم کردہ عالمگیر تبلیغی نظام اور اس کے ذریعہ رونما ہونے والے عظیم الشان روحانی انقلاب پر ورطۂ حیرت میں پڑی ہوئی ہے اور اب خلافت ثالثہ کے نئے مبارک دَور میں تبلیغ اسلام کے اس عالمگیر نظام کو جو مزید استحکام حاصل ہو رہا ہے اور اس میں مزید وسعت پیدا ہو رہی ہے اس سے وہ بُری طرح خائف ہے اور وہ اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو روکنے کی تدابیر سوچ رہی ہے۔ لیکن وہ لاکھ تدبیریں سوچے اور منصوبے بنائے وہ اسلام کے موعودہ غلبہ کے ظہور کو روک نہیں سکتی۔ خدائی تقدیر کے آگے اس کی سب تدبیریں اور تمام تر کوششیں رائیگاں

جائیں گی اور بجز حسرت و یاس کے اس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اسلام آگے ہی آگے بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا جائے گا یہاں تک کہ پوری دنیا پر غالب آکر اسے حق و صداقت اور امن و عافیت سے بھر دے گا۔ خود سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خدائی تقدیر سے دنیا کو آگاہ کرتے ہوئے اعلان فرمایا تھا :۔

”خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کے لئے شکست دے دوں۔ دنیا زور لگالے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں، پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے“ ✣

تہجّد کی عادت ڈالو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

”نمازوں میں عاجزی کرو، تہجّد کی عادت ڈالو، تہجّد میں رو رو کر دعائیں مانگو کہ خدا تعالیٰ گڑگڑانے والوں اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۳۴)

عہدیداران مجالس انصار اللہ کیلئے ضروری ہدایات

برائے سال ۱۹۶۸ء (۱۳۴۷ ہش)

محترم زعماء اعلیٰ / زعماء صاحبان مجالس انصار اللہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ کا سالِ رواں کے لئے جو لائحہ عمل منظور فرمایا ہے اس کے مطابق ہدایات قیادت وار پیش خدمت ہیں۔ جادۂ عمل کے یہ مختصر نقوش ہمارے کام کا کم سے کم معیار ہیں۔ خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے مساعی کی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ جتنا زیادہ کوئی اس راہ میں مصروفِ عمل ہوگا انشاء اللہ اتنا ہی زیادہ وہ عند اللہ مستحق اجر قرار پائیگا۔ اس راہ میں انصار اللہ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی عمر کے اُس حصہ میں سے گزر رہے ہیں جس کے بعد تلافی مافات کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبۂ جمعہ فرمودہ ۲۲ راکتوبر ۱۹۴۳ء میں انصار اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"نوجوان تو یہ خیال بھی کر سکتے ہیں کہ اگر ہم سے خدمتِ دین میں کوتاہی ہوئی تو انصار اللہ اس کام کو ٹھیک کر لیں گے مگر انصار اللہ کس پر انحصار کر سکتے ہیں۔ وہ اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں گے، وہ اگر دین کی محبت اپنے نفوس میں اور پھر تمام دنیا کے قلوب میں پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہونگے وہ اگر احمدیت کی اشاعت کو اپنا اولین مقصد قرار نہ دینگے اور وہ اگر اس حقیقت سے اغماض کریں گے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے تو انصار اللہ کی عمر کے بعد اور کونسی عمر ہے جس میں وہ یہ کام کریں گے۔" (راہِ ہدیٰ صفحہ ۲۶)

حضورؓ کا یہ ارشاد ہمیں ہوشیار کرنے کے لئے کافی ہے۔ ازراہِ کرم ان ہدایات کے پہنچنے کے بعد مجلس عاملہ کا فوری طور پر اجلاس بُلائیں۔ ہر ناظم/منتظم صاحب کو ان کے فرائض سے آگاہ فرماویں اور ایک نئے جوش، ولولہ اور جذبہ کے ساتھ کام شروع کر دیں اور یہ عزم کر لیں کہ اس سال انشاء اللہ ہم اپنی مجلس کو گزشتہ سالوں کی نسبت کامیاب تر بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کرینگے۔

مجھے اس جگہ یہ امر خاص طور پر عرض کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق ہر مجلس اپنے اپنے ہاں مصروفِ عمل رہتی ہے۔ مگر بعض مجالس اپنی مساعی کی اطلاع مرکز میں نہیں بھجواتیں جس کی وجہ سے ایسی مجالس حضور کی دعاؤں اور بعض ضروری ہدایات سے محروم رہ جاتی ہیں۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ ازراہِ کرم اپنی ماہانہ رپورٹ ہر ماہ کے شروع میں باقاعدگی کے ساتھ

مرکز میں بھجواتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو، آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہر آن آپ کو اپنی رحمت کے سایہ تلے رکھے۔ آمین۔ والسلام

۱۵ر فروری ۱۹۶۲ء خاکسار محبوب عالم خالد قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ۔ ربوہ

قیادتِ عمومی :-

۱۔ حسب قواعد انصاراللہ کے سابقہ عہدیداران کی میعاد ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو ختم ہو چکی ہے۔ جن مجالس میں ابھی تک نیا انتخاب نہیں ہوا ان کو چاہیئے کہ فوری طور پر امیر صاحب/صدر صاحب مقامی کی صدارت میں حسب قواعد انتخاب زعیم/زعیم اعلیٰ کروا کے مکمل رپورٹ بغرض منظوری مرکز میں بھجوا دیں۔

۲۔ جن مجالس میں زعماء/زعماء اعلیٰ کا انتخاب اور اس کی منظوری ہو چکی ہے متعلقہ زعماء/زعماء اعلیٰ مقامی مجالس عاملہ کی منظوری کے لئے حضرت صدر محترم کی خدمت میں نام بھجوائیں۔

۳۔ ماہانہ رپورٹ کارگزاری کا بروقت مرکز میں پہنچنا بے حد ضروری ہے۔ ہر مجلس کو اس امر کی پابندی کرنی چاہیئے کہ ماہانہ رپورٹ ہر ماہ کی دس تاریخ تک مرکز میں پہنچتی رہے۔

۴۔ بڑی مجالس بالخصوص ضلعی و علاقائی مجالس اپنے ہاں تربیتی اجتماعات کیلئے تاریخیں تجویز کر کے مرکز میں بھجوائیں۔

۵۔ سالانہ اجتماع انصاراللہ مرکزیہ میں دوستوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہونا چاہیئے۔ عہدیداران کا فرض ہوگا کہ وہ شروع سال سے ہی دوستوں کو تحریک کرتے رہیں۔

۶۔ شوریٰ انصاراللہ کے لئے نمائندگان کے اسماء اکتوبر کے پہلے ہفتہ تک دفتر مرکزیہ میں بھجوا دیئے جائیں۔

۷۔ شوریٰ انصاراللہ کے لئے تجاویز مقامی مجلسِ عاملہ کی منظوری سے ۱۵ر ستمبر تک مرکز میں پہنچ جانی چاہئیں۔

۸۔ ماہنامہ "انصاراللہ" ایک تربیتی رسالہ ہے جو براہ راست حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (صدر مجلس) کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔ اس مفید رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے خاص کوشش فرمائی جائے۔ سالانہ چندہ صرف چھ روپے ہے۔

قیادتِ اصلاح و ارشاد :- (قائد اصلاح و ارشاد — مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب)

۱۔ ہر رکن مجلس اپنے رشتہ داروں کو بالخصوص اور دیگر احباب کو بالعموم پیغامِ حق پہنچائے گا۔ کم سے کم پانچ افراد کو ضرور پیغامِ حق پہنچایا جائے۔

۲۔ ہر مجلس انصاراللہ سال میں قیادتِ تربیت کے اشتراک سے ایک ہفتہ اصلاح و ارشاد منائے۔ اس کا پروگرام مرکز سے

مقرر ہوگا اور اس کے لئے تقریروں کے نوٹس بھی ارسال ہوں گے۔ تقاریر اختلافی مسائل پر ہوں گی۔ خاص طور پر عیسائیت کی تردید میں تقریریں ہوں گی۔

۳- اراکین انصار اللہ کو جو سوالات یا اعتراضات پیش آئیں وہ مرکز میں بھجوائے جائیں۔ مرکزی قیادت انکے جوابات بھجوانے کا اہتمام کریگی۔ مناسب اور ضروری سوالات کے جوابات کی اشاعت بھی کی جائے گی۔

۴- ہر مجلس اصلاح و ارشاد سے متعلق لٹریچر کی تقسیم کا بندوبست کرے۔

۵- سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تحریک پر عمل کرانے کی خاص کوشش کی جائے کہ ہر احمدی سال میں کم از کم ایک شخص کو حقیقی اسلام سے پوری طرح آشنا کر کے اُسے باعمل مسلمان بنائے۔

۶- حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جاری فرمودہ تحریک وقفِ عارضی کو کامیاب بنانے کی پوری پوری کوشش کی جائے۔

۷- سہ ماہی ٹریکٹ حسب فیصلہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز شائع ہوا کریگا جس کی تقسیم میں مجالس حسب جدوجہد کریں

قیادتِ تربیت :- (قائدِ تربیت ——— مکرم شیخ مبارک احمد صاحب)

۱- پانچ ارکانِ اسلام کی طرف خصوصاً نماز باجماعت کی طرف تسلسل کے ساتھ توجہ دلائی جاتی رہے۔

۲- ایسی مجالس کو جن کے ہاں ابھی تک مساجد تعمیر نہ ہوئی ہوں جماعتی انتظام کے تحت تعمیرِ مساجد کے لئے خاص کوشش کرنی چاہیئے۔

۳- انصار اللہ کے اراکین کو عمومی رنگ میں وصیت کے نظام میں شامل ہونے کی تحریک کی جاتی رہے۔

۴- تمام مجالس ہفتہ تربیت منائیں جس میں حسب ذیل مضامین پر تقاریر کروائی جائیں :-

ا- خلافت سے وابستگی - ب- لین دین میں دیانتداری - ج- عہد کی پابندی - د- مہمان نوازی اور صلہ رحمی کی اسلامی تعلیم - ہ- ماتحتوں سے حُسنِ سلوک ——— تاریخوں کا اعلان بعد میں ہوگا۔

۵- تمام مجالس قرآن مجید، احادیث اور کتب سلسلہ کے درس بڑی باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ جاری رکھیں۔

قیادتِ مال :- (قائدِ مال ——— مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب)

۱- بجٹ فارم اگر اس وقت تک واپس بھجوائے نہیں جا سکے تو بعد تکمیل جلد واپس بھجوا دیئے جائیں۔

۲- کوشش کی جائے کہ ہر رُکن انصار اللہ سے باقاعدہ ہر ماہ شرح کے مطابق چندہ جات انصار اللہ وصول کئے جائیں۔ شرح درج ذیل ہے :-

چندہ مجلس :- کُل آمد پر بحساب ½ پیسہ فی روپیہ - بشرطیکہ ۳ روپے سالانہ سے کم نہ ہو۔

چندہ سالانہ اجتماع :- ایک روپیہ سالانہ فی رُکن کم از کم۔

چندہ اشاعتِ لٹریچر :- ایک روپیہ سالانہ فی رکن۔ چندہ تعمیر دفتر :- حسب استطاعت۔

۳- سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالِ رواں کیلئے مندرجہ ذیل بجٹ منظور فرمایا ہے :-

چندہ مجلس	:-	۴۰,۵۰۰ روپے
" سالانہ اجتماع	:-	۴,۵۰۰ "
" اشاعت لٹریچر	:-	۴,۰۰۰ "
" تعمیر دفتر	:-	۴,۰۰۰ "
میزان		۵۳,۰۰۰ روپے

قیادتِ تعلیم :- (قائدِ تعلیم ــــ مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب)

سالِ رواں میں مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق اراکینِ انصار اللہ کے چار امتحانات ہوں گے انشاء اللہ۔ کوشش کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ انصار ان امتحانات میں شریک ہوں۔ نصاب حسب ذیل ہوگا :-

معیارِ اوّل

سہ ماہی اوّل : ــــــــــــ

تاریخ امتحان:- ۲۲-۳-۶۸ بروز جمعہ برائے ربوہ اور ۲۴-۳-۶۸ بروز اتوار برائے بیرون جات۔

نصاب :-

(۱) ترجمہ قرآن کریم نصف اول پارہ نہم (۲) نماز استسقاء کا طریق۔ بارش کے لئے دعائیں۔

سہ ماہی دوم : ــــــــــــ

تاریخ امتحان:- ۲۱-۶-۶۸ بروز جمعہ برائے ربوہ۔ ۲۳-۶-۶۸ بروز اتوار برائے بیرون جات۔

نصاب :-

(۱) ضرورۃ الامام (۲) بازار جانے کی دعا۔ شہر میں داخل ہونے کی دعا۔

سہ ماہی سوم : ــــــــــــ

تاریخ امتحان:- ۲۰-۹-۶۸ بروز جمعہ برائے ربوہ۔ ۲۲-۹-۶۸ بروز اتوار برائے بیرون جات

نصاب :-

(۱) ترجمہ قرآن کریم نصف دوم پارہ نہم (۲) نماز جنازہ کا طریق اور اس کی دعائیں۔

سہ ماہی چہارم :۔

تاریخ امتحان۔ ۱۵ بروز جمعہ برائے ربوہ۔ ۱۷ بروز اتوار برائے بیرون جات۔

نصاب :۔

(۱) برکات الدعا۔ (۲) چاند دیکھنے کی، روزہ کھولنے کی اور محبتِ الٰہی کے حصول کیلئے دعائیں۔

معیار دوم

(برائے ناخواندہ اصحاب)

سہ ماہی اوّل :۔

قرآن مجید ناظرہ یا قاعدہ یسرنا القرآن سُنانا۔ نماز استسقاد کا طریق اور دُعا زبانی۔

سہ ماہی دوم :۔

کتاب ضرورۃ الامام کا مضمون زبانی سُن کر۔ دُعائیں زبانی۔

سہ ماہی سوم :۔

قرآن کریم ناظرہ یا قاعدہ یسرنا القرآن سُنانا۔ نماز جنازہ اور متعلقہ دعائیں زبانی۔

سہ ماہی چہارم :۔

برکات الدعا کا مضمون زبانی سُن کر۔ دعائیں زبانی۔

۲۔ امسال کوشش کی جائے کہ امتحان میں شریک ہونے والے افراد کی تعداد سال گزشتہ کی تعداد سے کم از کم پچیس فی صد زیادہ ہو۔ حسب فیصلہ شوریٰ امتحان انصار اللہ میں کامیاب انصار کو اسناد دی جائیں گی انشاء اللہ تاکہ دوسروں کو امتحان میں شرکت کی ترغیب ہو۔

تعلیم القرآن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق ضلع جھنگ اور کراچی کی جماعتوں میں تعلیم القرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

نصاب امتحان اطفال برائے وظائفِ انعامی

۱۔ بچوں کے لئے تاریخ احمدیت۔ مؤلفہ شیخ خورشید احمد صاحب۔

۲۔ دس اشعار از در ثمین ؏ "نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا"

۳- پانچ سورتیں زبانی (سورہ فاتحہ کے علاوہ)
۴- انٹرویو برائے معلوماتِ عامہ بالخصوص متعلق اسلام و سلسلہ عالیہ احمدیہ

قیادتِ اشاعت :- (قائدِ اشاعت - مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی)

۱- مجلس شوریٰ ۱۹۶۱ء کے فیصلہ کے مطابق ماہنامہ "انصار اللہ" کی اشاعت کو دو ہزار تک بڑھانے کے لئے مجلس مرکزیہ کا ہاتھ بٹائیں اور کوشش فرمائیں کہ آپ کی مجلس میں اس علمی اور تربیتی رسالہ کے زیادہ سے زیادہ خریدار پیدا ہو جائیں - سالانہ چندہ صرف چھ روپے ہے -
۲- ہر مجلس کے لئے ضروری ہے کہ چندہ مجلس مقامی سے اپنے لئے مستقل طور پر ایک ماہنامہ انصار اللہ جاری کروائے -
۳- انصار اللہ کو زیادہ سے زیادہ اپنے قلمی جوہر کو ترقی دینے کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور ماہنامہ انصار اللہ کے لئے مختلف علمی اور تربیتی موضوعات پر مضامین لکھنے چاہئیں -
۴- دفتر مرکزیہ سے مجلس کی مندرجہ ذیل مطبوعات منگوا کر اراکین میں تقسیم فرمائیں :-
الف - اقتباسات در ثمین فارسی - ب - میری بعثت کا مقصد

قیادتِ تجنید :- (قائدِ تجنید ـــــ مکرم چوہدری فضل احمد صاحب)

۱- تمام ایسے احباب کو مجلس انصار اللہ کا رُکن بنایا جائے جو گزشتہ سال کے دوران ۴۰ سال کی عمر تک پہنچ چکے ہوں -
۲- ناظمینِ اعلیٰ و ناظمینِ اضلاع اس امر کا جائزہ لیں کہ کوئی ایسی جماعت نہ رہے جہاں مجلس انصار اللہ قائم نہ ہو - اس سلسلہ میں مساعی کی مفصل رپورٹ قائد تجنید کو بھجوائی جائے -

قیادتِ ذہانت و صحتِ جسمانی :-

(قائد - مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب)

۱- ہر مجلس سال میں اپنے ہاں کم از کم ایک دفعہ پکنک کا اہتمام کرے -
۲- صحت کو قائم رکھنے کیلئے ہر مجلس اپنے ہاں سال میں کم از کم ایک مرتبہ ورزشی مقابلوں کا اہتمام کرے -

قیادتِ ایثار :- (قائدِ ایثار ـــــ محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب)

۱- تمام مجالس بیکاروں کو روزگار دلانے کی حتی المقدور کوشش کریں -

۲۔ مجالس نادار مریضوں کے سلسلہ میں امداد کی طرف خصوصیت سے توجہ دیتی رہیں اور اپنے اراکین کو عیادت کے نیک کام کی باقاعدہ تحریک کرتی رہیں۔

۳۔ مجالس اِس بات کا خاص اہتمام کریں کہ مقامی جماعت کا کوئی فرد بھی ایسا نہ ہو جسے بوجہ غربت ایک وقت کا بھی فاقہ کرنا پڑے۔ نیز وہ حلقہ وار یا محلہ وار زعماء وار انصار کی ڈیوٹی لگایا کریں جو روزانہ اِس بات کا جائزہ لیا کریں اور اِس بات کا باقاعدہ ریکارڈ بھی رکھا جایا کرے۔

۴۔ مجالس تمام اراکین کو جسم، لباس اور گھر کی صفائی کے علاوہ ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی تلقین کرتی رہیں۔ نیز مکھی اور مچھر کے استیصال کے لئے تدابیر اختیار کرتی رہیں۔

۵۔ گھروں اور تمام گزرگاہوں پر سایہ دار اور پھلدار درخت لگانے کی تحریک کی جائے۔

۶۔ بڑی مجالس زیادہ سے زیادہ انصار کو فرسٹ ایڈ سکھانے کی کوشش کریں تاکہ انصار بیماروں کے لئے مفید وجود ثابت ہوں۔

۷۔ مجالس کو اِس امر کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ گم شدہ اشیاء ملنے پر اُن کو متعلقہ اشخاص تک پہنچایا جائے۔

قیادتِ وقفِ جدید:۔ (قائد ـــــ مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب)

۱۔ مجالس اِس امر کو نوٹ فرمالیں کہ وقفِ جدید کے چندہ کی شرح چھ روپے کم از کم ہے۔ کوشش ہونی چاہیئے کہ احباب اپنی مالی حیثیت کے مطابق چندہ کی رقوم میں اضافہ کریں۔

۲۔ وقفِ جدید کے وعدہ کنندگان کی تعداد میں اضافہ کی دو صورتوں کی طرف خاص توجہ دی جائے:۔

اُ۔ ہر وعدہ کرنے والا دوست اپنے علاوہ اپنی اہلیہ اور بچوں کی طرف سے علیحدہ وعدہ لکھوائیں۔

ب۔ وہ دوست جو تاحال اِس تحریک میں شامل نہیں اُن کو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات سے آگاہ کرکے اِس تحریک میں شامل کیا جائے۔

وقفِ جدید کے سلسلہ میں زعماء مجالس اپنی مساعی سے قائد وقفِ جدید کو اطلاع دیں۔ وعدہ جات اور وصولی کی کُل رقوم کی میزان درج ہونی چاہیئے +

بقیہ نتیجہ معیار اوّل امتحان انصار اللہ سہ ماہی چہارم ۱۹۶۷ء

گزشتہ شمارہ میں امتحان انصار اللہ سہ ماہی چہارم ۱۹۶۷ء کے نتیجہ پر مشتمل "ضمیمہ انصار اللہ" شائع ہوا تھا۔ نتیجہ کا ایک حصہ اُس ضمیمہ میں درج ہونے سے رہ گیا تھا لہٰذا وہ حصہ اب ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے (قائد تعلیم)

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۳۷	دار الصدر غربی	مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب	I	۱۴۹	دار الرحمت شرقی	مکرم عبد القدیر صاحب	II
۱۳۸	" ب	" قاری محمد امین صاحب	"	۱۵۰	"	" مرزا برکت علی صاحب	I
۱۳۹	"	" غلام مرتضیٰ صاحب	"	۱۵۱	دار النصر غربی	" عبد المجید خان صاحب	II
۱۴۰	"	" عبد الرحمٰن صاحب دہلوی	"	۱۵۲	"	" حکیم نذیر احمد صاحب	"
۱۴۱	"	" حاجی رشید احمد صاحب	"	۱۵۳	دار الرحمت غربی	" محمد اقبال حسین صاحب	I
۱۴۲	"	" قاضی عبد السلام صاحب	"	۱۵۴	"	" کیپٹن محمد سعید صاحب	"
۱۴۳	"	" کرنل حبیب احمد صاحب	"	۱۵۵	"	" حکیم عبد الرحمٰن شاہ صاحب	"
۱۴۴	"	" غلام احمد صاحب	II	۱۵۶	"	" ایم عبد الغنی صاحب	"
۱۴۵	"	" چوہدری اللہ بخش صاحب	I	۱۵۷	"	" صوفی عطا محمد صاحب	"
۱۴۶	"	" میجر عبد الحمید صاحب	II	۱۵۸	"	" شریف احمد صاحب صدیقی	"
۱۴۷	"	" ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب	I	۱۵۹	"	" ناصر احمد صاحب صدیقی	II
۱۴۸	دار الرحمت شرقی	" ملک محمد احمد صاحب	II	۱۶۰	"	" محمد حلیم اقبال صاحب	"
				۱۶۱	دار الرحمت وسطی	" خان میر خان صاحب	I

زعماء کرام انصار اللہ توجہ فرمائیں

مجالس انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹوں میں دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات وقفِ جدید کے تحت کوئی رپورٹ درج نہیں کی جاتی یا بالکل مبہم الفاظ درج کر دیئے جاتے ہیں۔ زعماء کرام سے درخواست ہے کہ ازراہِ کرم اپنی مجلس میں کسی دوست کے سپرد خاص طور پر یہ کام کریں اور معین اعداد و شمار کے تحت آئندہ رپورٹ فرمایا کریں تا کام کی رفتار کا اندازہ ہو سکے۔

(قائد وقفِ جدید مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

نصاب امتحان سہ ماہی اوّل

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو لائحہ عمل منظور فرمایا ہے اس کے مطابق مجلس کا پہلا سہ ماہی امتحان مورخہ ۲۴/۳/۶۸ کو منعقد ہوگا اس امتحان کے لئے نصاب حسب ذیل ہوگا :۔

نصاب معیار اوّل

(۱) ترجمہ قرآن کریم پارہ نہم نصف اوّل

(۲) نماز استسقاء کا طریق ۔ بارش کی دعائیں مع ترجمہ

معیار دوم

قرآن مجید ناظرہ یا قاعدہ یسرنا القرآن سُنانا۔

نماز استسقاء اور دعا زبانی۔

نماز استسقاء کا طریق اور دُعا درج ذیل ہے :۔

جب بارش ضرورت پر نہ ہو اور اس کی سخت ضرورت ہو تو لوگ باہر کُھلے میدان میں جائیں بغیر اذان اور اقامت کے امام پہلے دو رکعت نماز بلند قرأت سے پڑھائے ۔ نماز سے فارغ ہو کر سب قبلہ رُخ ہو کر اور دونوں ہاتھ خوب بلند کر کے یہ دعا مانگیں :۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْعًا نَّافِعًا غَيْرَ ضَآرٍّ

اے اللہ ہم کو پانی دے گھبراہٹ کو دُور کرنے والا سرسبز کرنے والا فائدہ مند ضرر نہ دینے والا

عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ ۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَآئِمَكَ

جلدی آنے والا دیر نہ کرنے والا ۔ اے اللہ پانی پلا اپنے بندوں کو اور اپنے جانوروں کو

وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا

اور پھیلا اپنی رحمت کو اور زندہ کر اپنے مُردہ شہر کو اے اللہ ہم کو پانی پلا ۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ۔

اے اللہ ہم کو پانی پلا ۔ اے اللہ ہم کو پانی پلا ۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ماہنامہ "انصار اللہ" اور دعائیہ فہرست

جن احباب نے ستمبر ۱۹۶۷ء سے جنوری ۱۹۶۸ء تک ماہنامہ انصار اللہ کے نئے خریدار بنائے ان کے اسماء گرامی دعا کے لئے حضور اقدس کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ حضور نے ازراہ تلطف اس فہرست پر اپنے دست مبارک سے "جزاکم اللہ" رقم فرمایا۔ ان احباب کے نام احباب کی اطلاع کے لئے شائع کئے جاتے ہیں تا احباب بھی ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جہاں ان کے اس نیک قدم کو مزید بیش از بیش خدمات کا موجب بنائے وہاں دوسرے احباب کو بھی ان کی تقلید کی توفیق بخشے۔

۱۔ مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ حیدرآباد
۲۔ " نواب دین صاحب سیکرٹری مال کوئٹہ
۳۔ " میاں محمد سعید صاحب زعیم اعلیٰ انصار اللہ ملتان
۴۔ " محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی۔ کراچی
۵۔ " چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ
۶۔ " بابو قاسم الدین صاحب سیالکوٹ
۷۔ " ملک محمد بشیر صاحب انسپکٹر انصار اللہ مرکزیہ
۸۔ مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب ربوہ
۹۔ " سید لال شاہ صاحب آنبہ کرم پور
۱۰۔ " چوہدری سراج دین صاحب زعیم انصار اللہ جھنگ صدر
۱۱۔ " سید احمد علی شاہ صاحب مربی سلسلہ احمدیہ سیالکوٹ
۱۲۔ " محمد عبداللہ صاحب زعیم انصار اللہ جہلم شہر
۱۳۔ " ٹھیکیدار ملک عبدالخالق صاحب آف راولپنڈی

(اسسٹنٹ مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

۱۔ مکرم زعماء / زعماء اعلیٰ صاحبان انصار اللہ توجہ فرمائیں

احباب جماعت جو عمر میں چالیس سال کے ہو چکے ہیں انہیں اپنی تنظیم میں شامل کر کے ان کے ناموں کی فہرست مرکز میں ارسال فرما دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

۲۔ مکرم ناظمین صاحبان انصار اللہ توجہ فرمائیں

جن مقامات میں دو سے زیادہ احباب جماعت چالیس سال سے زائد عمر والے موجود ہوں اور اب تک وہاں انصار اللہ کی تنظیم نہ ہو وہاں مہربانی کر کے تنظیم قائم کر کے مرکز میں ان کے زعماء کی فہرست ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(قائد تجنید انصار اللہ مرکزیہ)

خدا تعالی سے ڈرنا اور متقی بننا بڑی چیز ہے

خدا اس کے ذریعہ سے ہزار آفات سے بچا لیتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

''دیکھو تقوی ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالی صرف ایک متقی انسان کی خاطر دوسروں پر بھی رحم کرتا ہے اور اس کے اھل و عیال خویش و اقارب اور متعلقین پر بھی اثر پڑتا ہے - اور اسی طرح سے اگر انسان جرائم اور فسق و فجور کا مرتکب ھوتا ہے تو اس کا اثر بھی پڑتا ہے -

غرض خدا تعالی سے ڈرنا اور متقی بننا بڑی چیز ہے - خدا اس کے ذریعہ سے ہزار آفات سے بچا لیتا ہے - بجز اس کے کہ خدا تعالی کی حفاظت اس کے شامل حال ھو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے بلا نہیں پکڑے گی - کسی کو بھی مطمئن نہیں ھونا چاھئیے - آفات تو ناگہمانی طور سے آ جاتے ھیں - کسی کو کیا معلوم کہ رات کو کیا ھو گا - لکھا ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ھوئے - پہلے بہت روئے اور پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا یا عباداللہ خدا سے ڈرو ، آفات اور بلیات چیونٹیوں کی طرح انسان کے ساتھ لگے ھوئے ھیں ، ان سے بچنے کی کوئی راہ نہیں بجز اس کے کہ سچے دل سے توبہ استغفار میں مصروف ھو جاؤ -

استغفار اور توبہ کا یہ مطلب نہیں جو آجکل لوگ سمجھے بیٹھے ھیں - استغفراللہ استغفراللہ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ھو سکتا جبکہ اس کے معنے بھی کسی کو معلوم نہیں - استغفراللہ ایک عربی زبان کا لفظ ہے - ان لوگوں کی تو چونکہ یہ مادری زبان تھی وہ اس کے مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھے ھوئے تھے - استغفار کے معنے یہ ھیں کہ خدا تعالی سے اپنے گذشتہ جرائم اور معاصی کی سزا سے حفاظت چاھنا اور آئندہ گناھوں کے سرزد ھونے سے حفاظت مانگنا - استغفار انبیاء بھی کیا کرتے تھے اور عوام بھی''

(ملفوظات جلد دھم صفحہ ۳۳۶ ، ۳۳۷)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا

جلد ۹ اپریل ۱۹۶۸ء شمارہ ۴

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اپریل ۱۹۶۸ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ؛ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم ٭ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۹ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

اپریل ۱۹۶۸ء

خلیفۂ وقت کا حقِّ مشاورت

ہر شخص کا فرض ہے کہ ہر مفید تجویز جو اُس کے ذہن میں آئے خلیفۂ وقت کی خدمت میں پیش کرے

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور جس طرح ہماری زندگی انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں پر مشتمل ہے اسی طرح اسلام بھی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے متعلق ہر قدم اور ہر موڑ پر ہماری راہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی "آج میں نے تمہارے (فائدہ) کے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنے احسان کو پُورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔"

اجتماعی زندگی کے بہت سے تقاضوں میں سے ایک تقاضا ——— جو سب سے اہم تقاضا ہے اور جس کے بغیر اجتماعی زندگی کا تصور بھی ناممکن ہے ——— یہ ہے کہ قوم یا جماعت ایک واجب الاطاعت

امام کی سرکردگی میں زندگی بسر کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی حال میں بھی مسلمانوں کو ـــــ خواہ وہ ایک وقت میں کسی ایک مقام پر صرف دو ہی کیوں نہ ہوتے ـــــ امیر کے بغیر نہ دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب بھی حضور نے کسی دو افراد کو کسی کام کے لئے کہیں بھیجا تو اُن میں سے ایک کو امیر مقرر فرما دیا تاکہ ان دونوں میں، خواہ وہ کہیں ہوں اور کسی حال میں ہوں، مرکزیت قائم رہے۔ جب دو افراد کو کہیں بھیجتے وقت حضور کا یہ طریق تھا تو پھر اس سے بڑے گروہوں کی تو بات ہی کیا ہے۔ اسی مرکزیت کو قائم رکھنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت پُرزور الفاظ میں فرمایا کہ جس کی گردن میں امام کا جوا نہ ہوگا اور جو جماعت سے ایک بالشت بھر بھی دُور جائے وہ اپنے آپ کو جہنم میں پھینکنے کا سامان کرنے والا ہوگا۔

امام کی موجودگی اور اجتماعیت کا ایک اور تقاضا بھی ہے اور اس تقاضے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝

(سورہ آل عمران آیت ۱۶۰)

یعنی "اور تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے (ہی) جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے (تجھے دی گئی) ہے ان کے لئے نرم واقع ہُوا ہے اور اگر تو بداخلاق اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے گرد سے تتر بتر ہو جاتے پس تو انہیں معاف کر دے اور ان کے لئے خدا سے بخشش مانگ اور حکومت (کے معاملات) میں ان سے مشورہ (لیا) کر۔ پھر جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اللہ پر توکل کر۔ اللہ توکل کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔"

جس طرح یہاں آنحضرت کو ارشاد خداوندی ہے کہ اپنے متبعین سے مشورہ لیا کریں اسی طرح گروہ مومنین کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ یعنی "اور جو اپنے رب کی آواز کو قبول کر لیتے ہیں اور نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں اور ان کا طریق یہ ہے کہ اپنے ہر معاملہ کو باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

الغرض باہمی مشورہ اجتماعی زندگی کا ایک بہت بڑا ستون ہے۔ اس اجتماعی مشورے کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت میں مجلس شوریٰ کا قیام فرمایا تھا۔ ہر سال مُلک کے مختلف حصوں سے جماعتوں کے نمائندے مرکز میں تشریف لاتے ہیں اور جن امور سے متعلق خلیفۂ وقت اُن سے مشورہ طلب فرماتے ہیں وہ

نہایت صاف دلی اور نیک نیتی کے ساتھ اپنی رائے بصد ادب و احترام اپنے مُطاع کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔

جس وقت ہمارا یہ پرچہ قارئین کرام کی خدمت میں پہنچے گا اس وقت مرکزِ سلسلہ میں تمام جماعتوں کے نمائندے مختلف اہم امور پر اپنی رائے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کر رہے ہوں گے اور اجتماعی زندگی کی ایک بنیادی ضرورت بلکہ شرط کو پُورا کر رہے ہوں گے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مجلس مشاورت کے متعلق دو باتوں کو ہر وقت ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ مشورہ لینا خلیفۂ وقت کا حق ہے اور جس طرح ہم سب چاہتے ہیں کہ دوسرے تمام لوگ ہمارے حقوق ادا کریں اسی طرح ہم سب کو اپنا یہ حق بھی نیک نیتی کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے کہ جب بھی کسی بات کے متعلق کوئی اچھی اور نیک تجویز ہمارے ذہن میں آئے ہمارا فرض ہے کہ قومی اور جماعتی مفاد کے پیشِ نظر اسے خلیفۂ وقت کی خدمت میں پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ گذشتہ سال کی مجلس مشاورت کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس سلسلہ میں نہایت لطیف پیرایہ میں وضاحت فرمائی تھی۔ حضور نے فرمایا تھا:-

"جہاں تک مشورہ کا سوال ہے جماعت کے ہر فرد کا حق نہیں کہ وہ مشورہ دے بلکہ خلیفۂ وقت کا حق ہے کہ جماعت اس کو مشورہ دے۔ ان دونوں میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ اگر یہ سمجھا جائے کہ جماعت کے ہر فرد بشر کا یہ حق ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کو مشورہ دے تو ہزاروں آدمی ایسے ہونگے جو کہیں گے ہمارا حق ہے ہم اسے چھوڑتے ہیں ہم نہیں دیتے مشورہ لیکن اگر یہ سمجھا جائے کہ خلیفۂ وقت کا حق ہے کہ جس کے ذہن میں کوئی ایسی تجویز آتی ہے جو جماعت کی ترقی کے لئے مفید ہو وہ خلیفۂ وقت تک پہنچائے اور جب یہ خلیفۂ وقت کا حق ہُوا اور کوئی شخص وہ تجویز خلیفۂ وقت تک نہیں پہنچاتا تو وہ حق مارنے والا ہو جائیگا۔ پہلی صورت میں وہ یہ کہے گا کہ میرا حق ہے میں نہیں دیتا۔ دوسری صورت میں وہ خلیفۂ وقت کا حق مار رہا ہے اس کی اس کو اجازت نہیں مل سکتی۔"

دوسری بات جو ہمیشہ ہمارے ذہن نشین ہونی چاہیئے یہ ہے کہ چونکہ مجلس مشاورت میں تمام کے تمام احمدی تو شامل نہیں ہو سکتے نمائندگان ہی نے شرکت کرنی ہوتی ہے اس لئے نمائندگان ایسے ہونے چاہئیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں "اس مجلس میں تو ان لوگوں کو شامل ہونے کے لئے بھیجنا چاہیئے جن کا ایمان اتنا مضبوط ہو کہ وہ سلسلہ کے لئے اپنے باپ اور اپنی ماں کی بات بھی سُننے کے لئے تیار نہ ہوں۔" پھر حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

"مجلس شوریٰ کے نمائندے ایسے ہی منتخب کرنے چاہئیں جن کے اندر تقویٰ اور طہارت ہو ـــ جو لوگ لڑاکے اور فسادی ہوں ۔ نمازوں کی پابندی کرنے والے نہ ہوں ۔ جھوٹ بولنے والے ہوں ۔ معاملات کے اچھے نہ ہوں ۔ بلا وجہ ناجائز افترا اور اعتراض کرنے والے ہوں یا منافق اور کمزور ایمان والے ہوں ان کو بطور نمائندہ انتخاب کرنا جماعت کی جڑ پر تبر رکھنا ہے اور ایسے لوگوں کو مجلس کے قریب بھی نہیں آنے دینا چاہیئے ۔ چاہے وہ کروڑوں روپے کے مالک ہوں اور چاہے وہ باتیں کر کے تمام مجلس پر چھا جانے والے ہوں ہمارے لئے وہی لوگ مبارک ہیں جن کے اندر دین اور تقویٰ ہے خواہ وہ اچھی طرح بول بھی نہ سکتے ہوں ۔"

خدا کرے کہ ہم ہر مجلس مشاورت کے موقعہ پر نیک اور متقی لوگوں ہی کو اپنا نمائندہ بنایا کریں اور خدا کرے کہ ہمارا ہر نمائندہ نیک نیتی اور خلوص دل سے اپنے مشوروں کو امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کرتا رہے اور مجلس مشاورت کے مشوروں کے بعد خلیفۂ وقت جو بھی فیصلے فرمائیں اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈالے اور ہم سب کو بطیب خاطر ان پر پورے جذبے اور ولولہ کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ٭

اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"صحیح معرفت حضرت جلّشانہ کی کئی نشانیاں ہیں ۔ اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس کی قدرت اور توحید اور علم اور ہر ایک خوبی اور صفت پر کوئی داغ نقص کا نہ لگایا جائے ۔" (چشمہ مسیحی)

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اللہ تعالیٰ کامل مقبولوں کے ذریعہ اپنا چہرہ دکھاتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ اُن کا استجابتِ دعا ہی ہے۔ جب اُن کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا اُن کی سُنتا ہے اور اس وقت اُن کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے۔ کامل مقبولوں کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے۔ خدا کے نشان تبھی ظاہر ہوتے ہیں جب اُس کے مقبول ستائے جاتے ہیں اور جب حد سے زیادہ اُن کو دُکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کرے گا جیسا کہ خدا اُن لوگوں سے کرتا ہے جو دل وجان سے اُس کے ہو جاتے ہیں۔ وہ اُن کے لئے عجائب کام دکھلاتا ہے اور ایسی اپنی قوت دکھلاتا ہے کہ جیسا ایک سوتا ہوا شیر جاگ اُٹھتا ہے۔ خدا مخفی ہے اور اُس کے ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ وہ ہزاروں پردوں کے اندر ہے اور اُس کا چہرہ دکھلانے والی یہی قوم ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دُعا قبول ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط ہے۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کے ساتھ خدا تعالیٰ کا دوستانہ معاملہ ہے۔ کبھی وہ اُن کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت اُن سے منوانا چاہتا

ہے ۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ دوستی میں ایسا ہی ہوتا ہے ۔ بعض وقت ایک دوست اپنے دوست کی بات کو مانتا ہے اور اُس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور پھر دوسرا وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بات اُس سے منوانا چاہتا ہے ۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں مومنوں کی استجابتِ دعا کا وعدہ کرتا ہے اور فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا ۔ اور دوسری جگہ اپنی نازل کردہ قضاء و قدر پر خوش اور راضی رہنے کی تعلیم کرتا ہے ۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ پس اِن دونوں آیتوں کو ایک جگہ پڑھنے سے صاف معلوم ہو جائیگا کہ دعاؤں کے بارے میں کیا سنّت اللہ ہے اور ربّ اور عبد کا کیا باہمی تعلق ہے"

(حقیقۃ الوحی صہ ۱۸-۱۹)

اِسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ نے دعاؤں کے بارے میں علم دیا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کے قبول ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں :-

اوّل ۔ دعا کرنے والا کامل درجہ پر متقی ہو ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقبول وہی بندہ ہوتا ہے جس کا شعار تقویٰ ہو اور جس نے تقویٰ کی باریک راہوں کو مضبوط پکڑا ہو ۔ اور جو امین ، متقی اور صادق العہد ہونے کی وجہ سے منظورِ نظرِ الٰہی ہو ۔ اور محبّتِ ذاتیہ الٰہیہ سے معمور اور پُر ہو ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کی عقدِ ہمّت اور توجہ اِس قدر ہو کہ گویا ایک شخص کے زندہ کرنے کے لئے ہلاک ہو جائے اور ایک شخص کو قبر سے باہر نکالنے کیلئے آپ گور میں داخل ہو ۔ اِس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے مقبول بندے اس سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں جیسا کہ ایک خوبصورت بچہ جو ایک ہی ہو اُس کی ماں کو پیارا

ہوتا ہے۔ پس جبکہ خدائے رحیم و کریم دیکھتا ہے کہ ایک مقبول و محبوب اُس کا ایک شخص کی جان بچانے کے لئے روحانی مشغول اور تضرعات اور مجاہدات کی وجہ سے اِس حد تک پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ اُس کی جان نکل جائے تو اُس کو علاقۂ محبت کی وجہ سے ناگوار گذرتا ہے کہ اُسی حال میں اُس کو ہلاک کردے۔ تب اُس کے لئے اُس دوسرے شخص کا گناہ بخش دیتا ہے جس کے لئے وہ پکڑا گیا تھا۔ پس اگر وہ کسی مہلک بیماری میں گرفتار ہے یا کسی اَور بلا میں اسیر و لاچار ہے تو اپنی قدرت سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جس سے رہائی ہو جائے۔ اور بسا اوقات اُس کا ارادہ ایک شخص کے قطعی طور پر ہلاک کرنے یا برباد کرنے پر قرار یافتہ ہوتا ہے لیکن جب ایک مصیبت زدہ کی خوش قسمتی سے ایسا شخص پُردرد تضرعات کے ساتھ درمیان میں آ پڑتا ہے جس کو حضرتِ عزت میں وجاہت ہے تو وہ مِسل مقدمہ جو سزا دینے کے لئے مکمل اور مرتب ہو چکی ہے چاک کرنی پڑتی ہے کیونکہ اب بات اغیار سے یار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ خدا اپنے سچے دوستوں کو عذاب دے۔

تیسری شرط استجابتِ دعا کے لئے ایک ایسی شرط ہے جو تمام شرطوں سے مشکل تر ہے کیونکہ اُس کا پُورا کرنا خدا کے مقبول بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اُس شخص کے ہاتھ میں ہے جو دعا کرانا چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نہایت صدق اور کامل اعتقاد اور کامل یقین اور کامل ارادت اور کامل غلامی کے ساتھ دعا کا خواہاں ہو اور یہ دل میں فیصلہ کرے کہ اگر دعا قبول بھی نہ ہو تاہم اُس کے اعتقاد اور ارادت میں فرق نہیں آئے گا اور دعا کرانا آزمائش کے طور پر نہ ہو بلکہ سچے اعتقاد کے طور پر ہو اور نہایت نیازمندی سے اس کے دروازے پر گرے اور جہاں تک اُس کے لئے ممکن ہے مال سے، خدمت سے ہر ایک طور پر کی اطاعت سے ایسا قُرب پیدا کرے کہ اس کے دل کے اندر داخل ہو جائے اور بایں ہمہ نہایت درجہ پر نیک ظن ہو اور اُس کو نہایت درجہ کا متقی سمجھے اور اُس کے مقدس شان کے برخلاف ایک خیال بھی دل میں لانا کفر خیال کرے اور اس قسم کی طرح طرح کی جاں نثاری دکھا کر سچے اعتقاد کو اُس پر ثابت اور روشن کر دے اور اُس کی مثل دنیا میں کسی کو بھی نہ سمجھے اور جان سے، مال سے، آبرو سے اُس پر فدا ہو جائے اور کوئی کلمہ کسرِ شان کا کسی پہلو سے اس کی نسبت زبان پر نہ لائے اور نہ دل میں۔ اور اس بات کو اُس کی نظر میں بپایۂ ثبوت پہنچا دے کہ درحقیقت وہ ایسا ہی معتقد اور مرید ہے

اور بایں ہمہ صبر سے انتظار کرے اور اگر پچاس دفعہ بھی اپنے کام میں نامراد رہے تو پھر بھی اعتقاد اور یقین میں سُست نہ ہو۔ کیونکہ یہ قوم سخت نازک دل ہوتی ہے اور اُن کی فراست چہرہ کو دیکھ کر پہچان سکتی ہے کہ یہ شخص کس درجہ کا اخلاص رکھتا ہے اور یہ قوم باوجود نرم دل ہونے کے نہایت بے نیاز ہوتی ہے۔ اُن کے دل خدا نے ایسے بے نیاز پیدا کئے ہیں کہ متکبّر اور خود غرض اور منافق طبع انسان کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اِس قوم سے وہی لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں جو اِس قدر غلامانہ اطاعت اُن کی اختیار کرتے ہیں کہ گویا مر ہی جاتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو قدم قدم پر بدظنی کرتا ہے اور دل میں کوئی اعتراض رکھتا ہے اور پُوری محبت اور ارادت نہیں رکھتا وہ بجائے فائدہ کے ہلاک ہوتا ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صـ۶۶-۶۸)

خدا کے کلام کی شناخت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جس انسان سے خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے وہ خالی نہیں ہوتا بلکہ اُس میں بھی خدائی شان جلوہ گر ہوتی ہے اور وہ بھی ایک گونہ خدائی صفات کا مظہر اور جلوہ گاہ ہوتا ہے اس میں وہ لوازم پائے جاتے ہیں، اس میں ایک خاص امتیاز ہوتا ہے۔ علوم غیبی جو سفلی خیالات کے انسانوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے وہاں کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اُس کی دعائیں قبول کر کے اُس کو اطلاع دی جاتی ہے، اور اُس کے کاروبار میں خاص نصرت اور مدد کی جاتی ہے اور جس طرح خدا سب پر غالب ہے اور اُس کو کوئی جیت نہیں سکتا اُسی طرح انجام کار وہ بھی غالب اور ہر طرح سے مظفر و منصور اور کامیاب و بامراد ہو جاتے ہیں۔" (الحکم ۶ اگست ۱۹۰۸ء صـ۲)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَيْسَ يُحْصٰى وَيُحْصَرُ

(تیری تعریفیں بے حد ہیں)

اِلٰهِيْ أَغِثْنَا وَاسْقِنَا وَاحْمِ عِرْضَنَا　　　بِسُلْطَانِكَ الْأَجْلٰى وَإِنَّكَ أَقْدَرُ

اے اللہ ہماری فریاد رسی کر اور ہمیں پانی پلا اور ہماری عزت کی پاسبانی کر۔ اپنی نمایاں طاقت سے اور تو بڑی قدرت والا ہے۔

يَئِسْنَا مِنَ الْمَخْلُوْقِ وَانْقَطَعَ الرَّجَا　　　وَجِئْنَاكَ يَا مَنْ يَّعْلَمَنْ مَّا يُضْمَرُ

ہم مخلوق سے مایوس ہو چکے ہیں اور امید منقطع ہو چکی ہے۔ اے اسرار کے جاننے والے ہم تیرے پاس آئے ہیں۔

تَعَالَيْتَ يَا مَنْ لَا تُحَاطُ كَمَالُهٗ　　　لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَيْسَ يُحْصٰى وَيُحْصَرُ

اے وہ جس کے کمال کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ تیری شان بلند ہے۔ تیری تعریفیں بے حد ہیں۔

تَصَدَّقْ بِأَلْطَافٍ كَمَا أَنْتَ أَهْلُهَا　　　وَأَدْرِكْ عِبَادًا لَّكَ كَمَا أَنْتَ أَقْدَرُ

تُو ہم پر نظرِ کرم فرما ان الطاف کے ساتھ جو تیری شان کے شایاں ہیں اور دستگیری کر اپنے بندوں کی تُو بڑی قدرت والا ہے

فَخُذْ بِيَدِيْ يَا رَبِّ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ　　　وَأَيِّدْ غَرِيْبًا يُّلْعَنَنْ وَيُكَفَّرُ

اے میرے رب! تُو ہر معرکہ میں میری دستگیری فرما اور اس غریب کی تائید فرما جو لوگوں کا موردِ لعنت اور تکفیر ہے۔

أَتَيْتُكَ مِسْكِيْنًا وَعَوْنُكَ أَعْظَمُ　　　وَجِئْتُكَ عَطْشَانًا وَبَحْرُكَ أَزْخَرُ

میں مسکینی سے تیرے حضور آیا ہوں اور تیری مدد بڑی ہے اور میں پیاسا تیرے پاس آیا ہوں اور تیرا سمندر موجزن ہے۔

قَدِ انْدَرَسَتْ أٰثَارُ دِيْنِ مُحَمَّدٍ　　　فَأَشْكُوْ إِلَيْكَ وَأَنْتَ تَبْنِيْ وَتَعْمُرُ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کے نشانات مٹ گئے ہیں۔ میں تیرے حضور شکوہ کرتا ہوں۔ تو ہی عمارتوں کو بنانیوالا اور برباد کرنیوالا ہے۔

(حمامۃ البشریٰ)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

زیرک آں مردے کہ کرد است اتّباعت اختیار

(وہی انسان عقلمند ہے جس نے تیری پیروی اختیار کی)

یا نبی اللہ لبِ تو چشمۂ جاں پرور است　　یا نبی اللہ توئی در راہِ حق آموزگار

اے نبی اللہ! تیرے ہونٹ زندگی بخش چشمہ ہیں۔ اے نبی اللہ! تُو ہی خدا کے راستے کا رہنما ہے۔

آں یکے جوید حدیث پاکِ تو از زید و عمرو　　واں دگر از خود دہانت بشنود بے انتظار

ایک تو تیری باتیں زید و عمرو کے پاس جاکر تلاش کرتا ہے اور دوسرا بلا توسط تیرے مُنہ سے ان کو سُنتا ہے

زندہ آں شخصے کہ نوشد جرعۂ از چشمہ ات　　زیرک آں مردے کہ کرد است اتّباعت اختیار

وہ شخص زندہ ہے جو تیرے چشمہ سے پانی کے گھونٹ پیتا ہے اور وہی انسان عقلمند ہے جس نے تیری پیروی اختیار کی۔

عارفاں را منتہائے معرفت علمِ رُخت　　صادقاں را منتہائے صدق بر عشقت قرار

عارفوں کی معرفت کا آخری نقطہ تیرے رُخ کا علم ہے اور راستبازوں کے صدق کا منتہا تیرے عشق پر ثابت قدم رہنا ہے

بے تو ہرگز دولت عرفاں نمی یابد کسے　　گرچہ میرد در ریاضت ہا و جہدِ بے شمار

تیرے بغیر کوئی عرفان کی دولت کو نہیں پا سکتا اگرچہ وہ ریاضتیں اور جدوجہد کرتے مر بھی جائے۔

تکیہ بر اعمالِ خود بے عشق روئت ابلہی است　　غافل از رویت نہ بیند روئے نیکی زینہار

تیرے عشق کے سوا صرف اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا بیوقوفی ہے۔ جو تجھ سے غافل ہے وہ ہرگز نیکی کا مُنہ نہ دیکھے گا۔

در دمے حاصل شود نورے ز عشقِ روئے تو　　کاں نہ باشد سالکاں را حاصل اندر روزگار

تیرے عشق کی وجہ سے ایک دم میں وہ نور حاصل ہو جاتا ہے جو سالکوں کو ایک لمبے زمانے میں حاصل نہیں ہوتا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

دُعا کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر یقین پیدا کرنا ضروری ہے

ہر قسم کے اضطرار کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کام آتا ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیتِ قرآنیہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ الخ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"اس آیت میں جو مُضْطَرَّ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے ایسا شخص مراد ہے جو اپنے چاروں طرف مشکلات ہی مشکلات دیکھتا ہے اور اُسے اپنی کامیابی کا کوئی مادی رستہ نظر نہیں آتا۔ صرف ایک جہت اللہ تعالیٰ والی باقی رہ جاتی ہے اور اُسی پر اُس کی نظر پڑتی ہے۔ گویا مُضْطَرَّ کے صرف یہی معنے نہیں کہ اُس کے دل میں گھبراہٹ ہو۔ کیونکہ گھبراہٹ میں بعض دفعہ ایک شخص بے تحاشہ کسی طرف چل پڑتا ہے بغیر اِس یقین کے کہ جس طرف وہ جارہا ہے وہاں اُسے امن بھی حاصل ہوگا یا نہیں۔ بلکہ بعض لوگ گھبراہٹ میں ایسی طرف چلے جاتے ہیں جہاں خود خطرہ موجود ہوتا ہے اور وہ اُس سے بچ نہیں سکتے۔ پس محض اضطراب کا دل میں پیدا ہونا اضطرار پر دلالت نہیں کرتا۔ اضطرار پر وہ حالت دلالت کیا کرتی ہے جب چاروں طرف کوئی پناہ کی جگہ انسان کو نظر نہ آتی ہو اور ایک طرف نظر آتی ہو۔ گویا اضطرار کی نہ صرف یہ علامت ہے کہ چاروں طرف آگ نظر آتی ہو بلکہ یہ بھی علامت ہے کہ ایک طرف امن نظر آتا ہو اور انسان کہہ سکتا ہو کہ وہاں آگ نہیں ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی دُعا خدا تعالیٰ کے حضور قبول کی جاتی ہے جس کے کرتے وقت بندہ اِس رنگ میں اس کے سامنے حاضر ہوتا ہے کہ اُسے یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے میرے لئے اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔ یہی وہ مضطر کی حالت ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ۔ یعنی اے خدا تیرے عذاب

اور تیری طرف سے آنے والے ابتلاؤں سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں سوائے اس کے کہ مَیں سب طرف سے مایوس ہوکر اور آنکھیں بند کرکے تیری طرف آجاؤں۔ تو لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ والی جو حالت ہے یہی اضطرار کی کیفیت ہے۔

اور جب خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہ کہا کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ ایسے شخص کی دُعا جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ملجأ و ماوی نہیں سمجھتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا مَنْجَأ قرار نہیں دیتا ضرور سُنی جاتی ہے۔ اور یہ شرط بلا وجہ نہیں رکھی گئی ہے کہ گو حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی ہر مضطر کا علاج ہے مگر بعض دفعہ اس کے دیئے ہوئے انعام کے ماتحت کوئی بندہ دوسرے کے اضطرار کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ ایک آدمی سخت غریب ہوتا ہے، اُس کے کپڑے پھٹ جاتے ہیں اور اُسے نظر نہیں آتا کہ وہ نئے کپڑے کہاں سے بنوائے کہ اچانک ایک امیر آدمی جو بعض دفعہ ہندو ہوتا ہے، بعض دفعہ سکھ ہوتا ہے، بعض دفعہ پارسی ہوتا ہے، بعض دفعہ عیسائی یا بُت پرست ہوتا ہے اُسے دیکھتا ہے اور کہتا ہے تمہارے کپڑے پھٹ گئے ہیں آؤ مَیں تمہیں نیا جوڑا بنوا دوں۔ اب گو ہمارے یقین کے مطابق خدا تعالیٰ نے ہی اُس امیر آدمی کے دل میں تحریک پیدا کی کہ وہ اُسے کپڑے بنوا دے، مگر جو کامل الایمان نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ میری اضطرار کی حالت میں فلاں آدمی میرے کام آیا ہے مگر وہی آدمی جس نے اُسے کپڑوں کا جوڑا بنا کر دیا تھا جب یہ ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اُس کے لئے کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے، پانی تک اُسے ہضم نہیں ہوتا، تمام جسم کی حالت خراب ہو جاتی ہے اور چل پھر بھی نہیں سکتا تو ایسی حالت میں وہ امیر آدمی اُس کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی اچھا لائق اور رحم دل طبیب ہوتا ہے اور وہ اُسے اِس حالت میں دیکھتا ہے تو کہتا ہے تمہیں علاج پر روپیہ خرچ کرنے کی توفیق نہیں تو مَیں تمہیں مُفت دوائی دینے کے لئے تیار ہوں، تم میرے پاس رہو اور اپنے مرض کا علاج کرو۔ اب ایسی اضطرار کی حالت میں امیر اس کے کام نہیں آیا بلکہ طبیب اُس کے کام آیا۔ جب وہ کپڑوں کے لئے مضطر تھا تو امیر آدمی اُس کے کام آگیا مگر جب وہ علاج کے لئے مضطر ہوا تو ایک طبیب اُس کے کام آگیا۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس پر کوئی مقدمہ بن جاتا ہے۔ وہ بے گناہ ہوتا ہے اُس کا دشمن زبردست ہوتا ہے اور وہ کسی وجہ سے ناراض ہوکر اُسے کسی مقدمہ میں ماخوذ کرا کے عدالت تک پہنچا دیتا ہے۔ اب اُسے نہ وکیل کرنے کی توفیق ہے اور نہ اُس میں خود مقدمہ لڑنے کی قابلیت ہے اور وہ حیران ہوتا ہے کہ کیا کرے۔ آخر کوئی رحم دل وکیل اُسے مل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے مَیں بغیر فیس کے تمہاری وکالت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اب ایسے موقعہ پر نہ امیر اُس کے کام آسکا، نہ طبیب اُس کی مشکل کو دُور کر سکا، صرف وکیل اُس کے کام آیا۔ اِسی طرح ایک اَور وقت میں یہ مضطر ہوتا ہے۔ بوجھ اُٹھائے

جا رہا ہوتا ہے کہ تھک کر چُور ہو جاتا ہے اور بوجھ اُس سے گر جاتا ہے۔ اُس میں اتنی ہمّت نہیں ہوتی کہ وہ اُس بوجھ کو پھر اُٹھا سکے۔ اب ایسے وقت میں نہ امیر اُس کے کام آ سکتا ہے، نہ طبیب اُس کے کام آسکتا ہے، نہ وکیل اُس کے کام آسکتا ہے البتہ کوئی مضبوط زمیندار چلتے ہوئے اُسے دیکھتا ہے اور پُوچھتا ہے کہ تُو یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے۔ بوجھ مجھ سے اُٹھایا نہیں جاتا۔ اِس پر وہ زمیندار اُس کا بوجھ اُٹھا لیتا ہے۔ اب یہ مضطر تو تھا مگر اِس حالت میں نہ امیر اُس کے کام آ سکا، نہ طبیب اُس کے کام آسکا، نہ وکیل اُس کے کام آ سکا بلکہ اُس کا ایک زمیندار بھائی اُس کے کام آ گیا۔ تو ایک ہی انسان کے مختلف اضطراروں میں مختلف لوگ اُس کے کام آ سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ۔ مطلق مضطر جس کے لئے کوئی شرط نہیں کہ وہ کس قسم کا مضطر ہو خواہ وہ بھوکا ہو، ننگا ہو، پیاسا ہو، بیمار ہو، بوجھ اُٹھائے جا رہا ہو، کسی قسم کا اضطرار ہو اُس کی ساری ضرورتوں کو پُورا کرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے پھٹے پُرانے کپڑے ہوں تو کوئی امیر آدمی اُس کے کام آ جائے مگر طبیب اُس کے کام نہیں آ سکتا۔ کوئی بیمار ہو تو طبیب اُس کے کام آ جائے گا مگر وکیل اُس کے کام نہیں آ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی بے گناہ کسی مقدمہ میں مبتلا ہو تو وکیل اُس کے کام آ جائے مگر بوجھ اُٹھانے کے وقت وکیل اُس کے کام نہیں آ سکتا۔ ہو سکتا ہے بوجھ اُٹھانے کے وقت ایک زمیندار اُس کے کام آ جائے لیکن امیر، طبیب اور وکیل اُس کے کام نہیں آ سکتا مگر اللہ تعالیٰ یہ سارے کام کر سکتا ہے۔ باقی انسان جس قدر ہیں وہ تو کسی کسی ضرورت میں کام آ سکتے ہیں۔ کوئی ایک قسم کے مضطر کے کام آ سکتا ہے، کوئی دوسرے قسم کے مضطر کے کام آ سکتا ہے مگر ہر قسم کے مضطرّین کی ضرورتیں پُورا کرنے والی خدا کی ذات ہی ہوتی ہے۔ اور انسان کے اضطرار کی ہزاروں حالتیں ہوتی ہیں بھلا اِن حالتوں میں کوئی بندہ کسی کے کب کام آ سکتا ہے۔ اِن حالتوں میں تو کوئی بادشاہ بھی کسی کے کام نہیں آ سکتا۔ فرض کرو ایک شخص سخت بیمار ہے اب بادشاہ کا خزانہ اُس کے کام نہیں آ سکتا، بادشاہ کی فوجیں اُس کے کام نہیں آ سکتیں، بادشاہ کا قُرب اُس کے کام نہیں آ سکتا۔ اُس کے کام تو اللہ تعالیٰ ہی آ سکتا ہے جو ہر قسم کی بیماریوں کو دُور کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ یا ایک جنگل میں گزرنے والا شخص جس پر بھیڑیا یا شیر اچانک جھپٹ کر حملہ کر دیتا ہے وہ بادشاہ کا چاہے کتنا ہی مُنہ چڑھا ہو یا بادشاہ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو بادشاہ اُس کے کیا کام آ سکتا ہے یا طبیب جو اُس کا علاج کرتا تھا وہ اُس کے کیا کام آ سکتا ہے۔ یا امیر جو نئے کپڑے سِلا دیتا تھا وہ اُس کے کیا کام آ سکتا ہے۔ یا وکیل جس نے رحم کر کے اُس کا مقدمہ سلجھا دیا تھا اُس کے کس کام آ سکتا تھا۔ جنگل میں وہ تن تنہا جا رہا ہوتا ہے کہ شیر، چیتا یا بھیڑیا اُس کے سامنے آ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو کام آتی ہے

کوئی انسان کام نہیں آسکتا۔ تو جب تک انسان کے اندر یقین پیدا نہ ہو کہ ہر قسم کے اضطرار کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کام آتا ہے اُس وقت تک وہ مضطر نہیں کہلا سکتا۔ مگر بہرحال جب وہ مضطر ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو خدا اُس کے پاس دَوڑتے ہوئے آجاتا ہے اور اُس کی ہر تکلیف اور مصیبت کو دُور کر دیتا ہے۔

دُنیا میں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ لوگ اگر دوسروں کے خلاف فریاد کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ افسر اُن سے کہتے ہیں کہ اگر تم نے ہمارے خلاف شکایت کی تو ہم تمہاری زبان گُدّی سے کھینچ لیں گے۔ وہ ڈرتا ہے کہ اگر مَیں نے فریاد کی تو بعد میں وہی افسر مجھے اَور رنگ میں مصیبتوں میں مبتلا کر دیں گے۔ مگر یہاں یہ حالت ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی سایہ ڈالے ہوئے ہوتی ہے اور مصیبت زدہ بندہ اپنے لحاف میں پڑا آہیں بھر رہا ہوتا ہے اور دُنیا کا کوئی فرد نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے یا کیا کہہ رہا ہے۔ کوئی افسر اُسے دھمکا نہیں سکتا، کوئی افسر اُسے فریاد کرنے سے روک نہیں سکتا۔ وہ لحاف میں بیٹھے بیٹھے خدا تعالیٰ کے دربار میں اپنی آواز بلند کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا! فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے تو میری طرف سے آپ اس کا بدلہ لے۔ ظالم نہیں جانتا کہ اس کے خلاف بادشاہ تک شکایت پہنچ چکی ہے، وہ نہ سُنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ اس کے دل میں کوئی خیال گذرتا ہے۔ مگر مظلوم کی فریاد خدا تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیتی ہے۔ بس فرماتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ جب انسان خدا تعالیٰ کے حضور مضطر ہو کر فریاد کرتا ہے جب کوئی اس کے پاس نہیں ہوتا تو اُس وقت کون اُس کی مدد کے لئے آتا ہے۔ دُنیا غافل ہوتی ہے مگر خدا اپنے بندے کی مدد سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ خود آتا ہے اور کہتا ہے اے میرے بندے مَیں تیری مدد کے لئے آگیا ہوں۔ اور پھر وہ اُس سے ایسی محبت اور پیار کا سلوک کرتا ہے کہ اُس کا ہر دُکھ دُور ہو جاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد ۷ حصہ سوم صفحہ ۱۰۷۔۱۱۰)

دُعا سے کیا ملتا ہے

"دعا سے الہام ملتا ہے۔ دعا سے ہم خدا تعالیٰ سے کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اُس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔"

(الحکم ۲۳ر جنوری ۱۸۹۹ء)

نظامِ خلافت کی اہمیّت از رُوئے قرآن مجید

(مکرم و محترم مولینا ابوالعطاء صاحب)

قرآن پاک نے وسیع اور واضح نظامِ خلافت کی بنیاد رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے، وہ لطیف اور وراء الوراء ہستی ہے، وہ انسانوں میں سے بعض افراد کو منتخب فرماتا ہے اور ان کو اپنی رداءِ خلافت سے امتیاز بخشتا ہے۔ یہ خلافت مطلقہ اگر براہِ راست قائم ہو یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امر سے کسی برگزیدہ وجود کو مامور کرے تو ایسے شخص کو امتیاز کے لئے نبی اور رسول کہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پاتا ہے اور بندوں تک خدا کا پیغام پہنچاتا ہے۔ خلافتِ مطلقہ سے سرفراز ہونے والے وہ افراد جنہیں آسمانی قانون کے مطابق نبی یا اس کے جانشین کی وفات پر الٰہی جماعت کے ارکان منتخب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں مقرر کرتا ہے۔ انہیں امتیاز کے لئے خلفاء کہا جاتا ہے۔ اس امتیاز کو علماءِ سلف نے خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسول کے مختصر لفظوں میں بھی ذکر فرمایا ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے لئے نظامِ خلافت (ہر دو نوع) از بس لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب اور تعلق کے لئے، اس کے فیوض و برکات کے حصول کے لئے آسمانی علوم و معارف سے استفادہ کے لئے خلافت سے وابستگی لازمی ہے۔ جو لوگ اس نظام سے رُوگردانی کرتے ہیں وہ کفر و فسق کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نظامِ خلافت کی اہمیت کو مختلف پیرایوں میں واضح فرمایا ہے۔ مَیں اس وقت صرف دوؔ موقعوں کا تذکرہ کرتا ہوں۔ سورۂ بقرہ ع۴ میں اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدمؑ کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی ترتیبِ اشاعت میں امّ القرآن (سورۂ فاتحہ) کے بعد سب سے پہلی سورۃ سورۂ بقرہ ہے اور اس سورۃ میں سب سے پہلے جس اجتماعی نظام کا تذکرہ ہوا ہے وہ نظامِ خلافت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

کہ اُس موقعہ کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ مَیں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔ فرشتوں نے استفساراً عرض کیا کہ کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو اس میں فساد پیدا کرے گی اور خون بہائے گی حالانکہ ہم آپ کی تسبیح، تحمید اور تقدیس کرنے والے موجود ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں وہ امور بھی جانتا ہوں جو آپ نہیں جانتے۔"

اس آیتِ کریمہ سے ظاہر ہے کہ خلیفہ کا وجود کتنا اہم اور کتنا ضروری ہے؟ ملائکہ بجا طور پر تسبیح و تحمید اور تقدیس کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود نظامِ خلافت کا قیام ضروری ہے۔ فرشتوں کے سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ انسانوں میں بعض وجود فساد کرنے والے اور خون بہانے والے بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ فساد نہیں کریں گے یا خونریزی نہیں کریں گے بلکہ ضمناً تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ہاں بعض انسان خونریزی اور فساد کے مرتکب ہوں گے لیکن اس امکانی خرابی کے باوجود نظامِ خلافت کا قیام از بس لازمی ہے، اور انسانوں میں خلیفہ کا تقرر ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وہ مقاصدِ عظیمہ جو نظامِ خلافت کی علتِ غائی ہیں وہ پہلے فرشتوں کے لئے بھی غیر معلوم تھے۔

اگلی آیات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اسماء و صفات کا پورا علم دیا اور اُسے اپنا مظہر بنایا۔ یہ بات فرشتوں کی پہنچ اور ان کے ادراک سے بالا تھی، انہوں نے اپنی کوتاہ علمی و عملی کا اعتراف کیا اور ان پر ضرورتِ خلافت پوری طرح عیاں ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو نظامِ خلافت کی تائید و اطاعت کا ارشاد فرمایا۔ کُل فرشتے بلا چون و چرا اس کام میں منہمک ہو گئے البتہ ابلیس اور اس کی ذریّت نے انحراف کی راہ اختیار کی بلکہ نظامِ خلافت کی مزاحمت کرنے اور اُس کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالنے کا وطیرہ اختیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ کہ ابلیس نے سرتابی کی، تکبر کی راہ اختیار کی اور وہ راندۂ درگاہ کافرین میں شامل ہو گیا۔

ان ساری آیات پر تدبر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ نظامِ خلافت وہ آسمانی نظام ہے جس کے بغیر انسانوں کی تخلیق عبث اور رائیگاں ثابت ہوتی ہے۔ لوگ اپنی جگہ پر اپنے خیال میں کیسی بھی خوبیوں کے مالک ہوں، کتنے ہی تسبیح و تحمید کرنے والے ہوں اُن کے لئے ضروری ہے کہ نظامِ خلافت میں منسلک ہوں، اپنی گردنوں پر خلافت کی اطاعت کا جؤا رکھیں، کسی قسم کے اباء و استکبار کو اختیار نہ کریں۔

قرآن مجید میں مذکورہ بالا موقعہ انسانیت کے آغاز سے متعلق ہے۔ دوسرا موقعہ جس کا مَیں اس جگہ ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ دینِ اسلام کے ظہور کا موقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے کامل دین ہونے کا اعلان فرما دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل شارع رسول ہونے اور سیّد الانبیاء ہونے کا اعلان فرما دیا۔ آیت اِنَّا

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں قرآن پاک کی حفاظت کا اعلان بھی کر دیا مگر ساتھ ہی فرمایا:-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (نور ع)

کہ میں تم میں سے مومنوں اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں انہیں اسی طرح نظامِ خلافت عطا کروں گا جس طرح پہلے صالح لوگوں کو یہ نظام عطا گیا تھا میں ان کے سینے اُن کے دین کو تمکنت بخشوں گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دوں گا- وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے- جو اشخاص اس کے باوجود نظامِ خلافت کا انکار کریں گے وہ فاسق قرار پائیں گے"

اس آیتِ استخلاف میں اُمتِ محمدیہ کے لئے نظامِ خلافت کی اہمیت واضح کی گئی ہے، اس کی ضرورت بیان کی گئی ہے اور اس سے رُوگردانی اختیار کرنے والوں کی رُوحانی سزا کا بیان ہے نظامِ خلافت کے فوائد و برکات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے- گویا جس طرح ابتداءِ آفرینش میں نظامِ خلافت نسلِ آدم کی بنیادی ضرورت تھی اُسی طرح دینِ اسلام کے قیام کے بعد بھی نسلِ آدم کے لئے نظامِ خلافت ایک بنیادی ضرورت ہے- نہ پہلے دور میں یہ عذر سُنا گیا ہے کہ اگر ہم تسبیح و تحمید کرنے والے نیک لوگ موجود ہیں تو خلیفہ کی کیا ضرورت ہے اور نہ ہی آخری دور میں یہ عذر قابلِ پذیرائی ہے کہ ہمارے پاس کامل شریعت موجود ہے، ہم بڑے صاحبِ فراست ہیں، ہمیں نظامِ خلافت کی کیا ضرورت ہے اور ہمارے لئے اس نظام سے وابستگی کیوں لازمی ہے؟ ایمان قائم رکھنے، خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور روحِ شریعت کو کمال تک پہنچانے کیلئے نظامِ خلافت ہر دور اور ہر زمانہ میں ضروری ہے- وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین +

خلیفہ کے معنے

"خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں جو تجدیدِ دین کرے- نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اُس کو دُور کرنے کے واسطے جو اُن کی جگہ آتے ہیں اُنہیں خلیفہ کہتے ہیں"

(الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۳ء)

نظامِ سلسلہ کی اہمیت کی بابت
حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات

(از مولینا عبد المالک خان صاحب)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں مکرم مولینا عبدالمالک صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ چونکہ جماعتوں کے قیام اور استحکام میں نظام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ نہ صرف وہ خود اسے غور سے پڑھیں بلکہ زیادہ سے زیادہ احباب جماعت کو یہ مضمون پڑھانے اور اس کی اہمیت ان کے ذہن نشین کرانے کی کوشش فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

حضرات! میری تقریر کا عنوان نظامِ سلسلہ کی اہمیت حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں مقرر ہوا ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں حضورؓ کے ارشادات پیش کروں نظامِ سلسلہ کی کسی قدر وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ سو واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی پیشگوئی هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کے ماتحت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غلبۂ اسلام کے واسطے جو پیشگوئی میں مذکور ہے قادیان سے مبعوث فرمایا اور آپؑ کے ذریعہ اعلاءِ اسلام و اشاعتِ نورِ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک عظیم الشان سلسلہ کی بنیاد رکھی جسے سلسلہ عالیہ احمدیہ کہتے ہیں۔ اس سلسلہ کے نظام کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ہدایات جاری فرمائیں وہ حضورؑ کے رسالہ الوصیت میں درج ہیں۔ چونکہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حَکَم قرار دیا تھا لہٰذا آپ کا وجود اس سلسلہ کی جان ہے اور ہر احمدی پر آپؑ کا حُکم واجب الاطاعت ہے۔ آپؑ نے اسی رسالہ میں اپنی وفات کے بعد نظامِ سلسلہ کو چلانے کے لئے نظامِ خلافت کے قیام کی پیشگوئی فرمائی اور اسے قدرتِ ثانیہ قرار دیا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"میرے بعد اور وجود ہوں گے جو قدرتِ ثانیہ کا مظہر ہوں گے۔" (الوصیت صفحہ)

اس وصیت کے مطابق حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت نے متفقہ طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو "قدرت ثانیہ" کا پہلا مظہر قرار دیکر اپنا خلیفہ منتخب کیا۔ پس نظام سلسلہ کا مرکزی نقطہ خلافت قرار پائی۔ پھر درجہ بدرجہ وہ شعبے اور تنظیمیں ہیں جو خلفاء نے وقتاً فوقتاً قائم فرمائیں۔ اس لحاظ سے حضرت مصلح موعودؓ کے وصال تک نظام سلسلہ کی مندرجہ ذیل شاخیں قرار پاتی ہیں :-

۱۔ نظامِ خلافت و انتخابِ خلافت کا نظام۔
۲۔ شوریٰ کا نظام۔
۳۔ وصیت کا نظام۔
۴۔ قضاء کا نظام۔
۵ انتظامی شعبے اور جماعتی نظام۔
۶۔ ذیلی تنظیمیں۔ انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ۔
۷۔ تحریکِ جدید کا نظام
۸۔ وقفِ جدید کا نظام۔
۹۔ جلسہ سالانہ کا انتظام۔
۱۰۔ نظامِ سلسلہ کے مرکز کا قیام۔

نظامِ سلسلہ کی اِن سب شاخوں کی جو اہمیت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے وہ میں آپ دوستوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

نظامِ خلافت کی اہمیت

نظامِ خلافت کی اہمیت کو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے باون سالہ دورِ خلافت میں مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے بطور نمونہ میں چند ارشادات پیش کرتا ہوں۔ حضورؓ فرماتے ہیں :-

"اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اُس کے پیچھے اُٹھاتا ہے۔ اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے، اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے ارادوں کو اُس کے ارادے کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اُس کی

آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اُس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو اُن کے لئے کامیابی یقینی ہے۔"

(الفضل۔ خطبہ جمعہ ۴ ستمبر ۱۹۳۲ء)

پھر آیتِ استخلاف کی تفسیر میں حضورؓ نے تحریر فرمایا:۔

"اطاعتِ رسول بھی جس کا اس آیت میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے رشتہ میں پرو دیا جائے۔ یوں تو صحابہؓ بھی نمازیں پڑھتے تھے اور آجکل کے مسلمان بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ صحابہؓ بھی حج کرتے تھے اور آجکل کے مسلمان بھی حج کرتے ہیں پھر صحابہؓ اور آجکل کے مسلمانوں میں فرق کیا ہے؟ یہی کہ صحابہؓ میں ایک نظام کا تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی رُوح حدِ کمال تک پہنچی ہوئی تھی...... اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جب خلافت ہو گی اطاعتِ رسول بھی ہو گی۔" (تفسیر کبیر۔ سورۃ نور صفحہ ۳۶۹)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اے مومنوں کی جماعت! اور اے عمل صالح کرنے والو!! میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ خلافت خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو۔ جب تک تم لوگوں کی اکثریت ایمان اور عمل صالح پر قائم رہے گی خدا اس نعمت کو نازل کرتا چلا جائے گا لیکن اگر تمہاری اکثریت ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو گئی تو پھر یہ اُس کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو اس انعام کو جاری رکھے اور چاہے تو بند کر دے۔ پس خلیفہ کے بگڑنے کا کوئی سوال نہیں خلافت اُس وقت چھینی جائے گی جب تم بگڑ جاؤ گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری مت کرو اور خدا تعالیٰ کے الہامات کو تحقیر کی نگاہ سے مت دیکھو بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے تم دعاؤں میں لگے رہو تا قدرتِ ثانیہ کا پے در پے تم میں ظہور ہوتا رہے۔ تم اُن ناکاموں اور نامرادوں اور بے علموں کی طرح مت بنو جنہوں نے خلافت کو رد کر دیا۔ اس امر کو اچھی طرح یاد رکھو کہ جب تک تم میں خلافت رہے گی دنیا کی کوئی قوم تم پر غالب نہ آسکے گی اور ہر میدان میں تم مظفر و منصور ہو گے کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے۔" خلافتِ راشدہ صفحہ ۲۶۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"آج اگر کوئی شخص تفرقہ پیدا کرتا ہے اور جماعت کے اتحاد کو تباہ کرنے کے درپے ہوتا ہے تو وہ صرف تفرقہ پیدا نہیں کرتا بلکہ اسلام کو ضعف پہنچاتا ہے اور اس کی ترقی میں روک بنتا ہے۔" (الفضل یکم اگست ۱۹۳۷ء)

پھر فرماتے ہیں :-

"خلیفہ نبی کی قوت قدسیہ کو جو اس کی جماعت میں ظاہر ہو رہی ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچا کر ایک خاص پروگرام کے ماتحت استعمال کرتا ہے اور جماعت کی طاقتیں پراگندہ نہیں ہوتیں اور تھوڑی سی طاقت سے بہت سے کام نکل آتے ہیں کیونکہ طاقت کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔" (الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۳۷ء)

۲۹ رجون ۱۹۱۷ء کو خطبہ جمعہ میں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو انتظام ہو جو شخص اس کی قدر نہیں کرے گا اور اس انتظام پر خواہ مخواہ اعتراض کرے گا خواہ وہ مومن بھی ہو اور جو اس کے متعلق بولتے وقت اپنے الفاظ کو نہیں دیکھے گا تو یاد رکھو کہ وہ کافر ہو کر مرے گا...... اگر تم خدا کی قائم کی ہوئی خلافت پر اعتراض کرنے سے باز نہ آؤ گے تو خدا تمہیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑے گا۔"

شوریٰ کا نظام

شوریٰ کے نظام کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:-

"قرآن کریم میں اس کے کام کرنے کا طریق بھی بتا دیا ہے وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔ ایک مجلس شوریٰ قائم کرو، اُن سے مشورہ لیکر غور کرو، پھر دعا کرو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں قائم کر دے اُس پر قائم ہو جاؤ خواہ وہ اس مجلس کے مشورہ کے خلاف بھی ہو تو خدا تعالیٰ مدد کرے گا۔"

شوریٰ کے نظام کا فائدہ

حضورؓ فرماتے ہیں :-

"ایک دماغ سوچتا ہے تو اس میں محدود باتیں آتی ہیں۔ اگر دو ہزار آدمی قرآن مجید کی آیات پر غور کر کے ایک مجلس میں مشورے بیا کریں تو بعض غلط بھی ہوں گے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اکثر درست بھی ہوں گے۔ پس درست لے لئے جائیں گے اور غلط چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اسی طرح ایسے مشوروں میں جو امور صحیح ہوں وہ لے لئے جائیں گے۔ ایک آدمی اتنی تجاویز نہیں سوچ سکتا۔ ایک وقت میں بہت سے آدمی ایک امر سوچیں گے تو انشاء اللہ کوئی مفید راہ نکل آئے گی۔ پھر مشورہ سے یہ بھی غرض ہے کہ تمہاری دماغی طاقتیں ضائع نہ ہوں بلکہ قومی کاموں میں مل کر غور کرنے اور سوچنے اور کام کرنے کی طاقت تم میں پیدا ہو۔ پھر ایک اور بات ہے کہ اس قسم کے مشوروں سے آئندہ لوگ خلافت کے لئے تیار ہوتے رہتے ہیں اگر خلیفہ لوگوں سے مشورہ ہی نہ لے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ قوم میں کوئی دانا انسان نہ رہے اور دوسرا خلیفہ احمق ہی ہو کیونکہ اسے کبھی کام کرنے کا موقع نہیں دیا گیا ...... پس مشورہ لینے سے یہ بھی غرض ہے کہ قابل دماغوں کو رفتہ رفتہ تربیت ہو سکے تاکہ ایک وقت وہ کام سنبھال سکیں۔" (منصب خلافت)

جماعتوں کا نظام

خلفاء کے ذریعہ سنن اور طریقے خدا تعالیٰ قائم فرماتا ہے اور وہ ایسی راہیں بتاتے ہیں جن پر چل کر اسلام ترقی کرے۔ اس غرض کے لئے ہمارے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے ساری دنیا کی احمدی جماعتوں کا ایک نظام اس رنگ میں قائم کیا کہ بڑی جماعتوں میں امراء کو مقرر فرمایا اور چھوٹی جماعتوں میں پریذیڈنٹ۔ اور پھر اُن کے ماتحت سیکرٹری مقرر کئے۔ اس طرح ایک وسیع جال جماعتی نظام کا حضورؓ نے قائم فرما دیا۔ اس کی اہمیت اور برکت کی بابت حضورؓ نے فرمایا:۔

"خدا کے فضل سے ہمارا یہ نظام ہے اس لئے ایک جگہ سے جو آواز اُٹھتی ہے وہی پشاور سے لے کر آسام تک اور منصوری سے لے کر راس کماری تک ہر جگہ سے بلند ہوتی ہے اور سارے ملک میں شور بپا ہو جاتا ہے۔ ایسا نظام اگر انسان خود پیدا کرنے کی کوشش کرے تو سینکڑوں سالوں میں بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مامور بھیج کر ہم پر احسان کیا کہ ایسا زبردست نظام منٹوں میں پیدا کر دیا اور جو کام کروڑوں مسلمان سالہا سال میں نہیں کر سکتے تھے وہ خدا کے فضل سے ہم نے کئے ہیں۔" (الفضل ۱۶ر اکتوبر ۱۹۲۸ء)

قضاء اور نظارتوں کا نظام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلسلہ کے مالی امور کی نگرانی کے لئے اپنی زندگی میں ایک انجمن قائم فرمائی تھی حضرت مصلح موعودؓ نے اس انجمن کی افادیت کو بڑھانے کے لئے نظارتوں کو قائم فرمایا اور یہ ہدایت نامہ جاری فرمایا :-

" تمام احباب جماعت کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ضروریات سلسلہ کو پورا کرنے کے لئے قادیان اور بیرونجات کے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ سلسلہ کے مختلف کاموں کو سرانجام دینے کے لئے چند ایسے افسران مقرر کئے جائیں جن کا فرض ہو کہ وہ سب موقع اپنے متعلقہ کاموں کو پورا کرنے میں کوشاں رہیں۔ فی الحال میں نے اس غرض کے لئے ایک ناظر اعلیٰ، ایک ناظر تعلیم و تربیت، ایک ناظر تالیف و اشاعت، ایک ناظر امور عامہ اور ایک ناظر بیت المال مقرر کیا ہے۔ ...... ان کے علاوہ جماعت کی ضروریات افتاء اور قضاء کو مدنظر رکھ کر افتاء کیلئے مولوی سید سرور شاہ صاحب، مکرمی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مکرمی حافظ روشن علی صاحب کو اور قضاء کے لئے مکرم قاضی امیر حسین صاحب، مکرمی مولوی فضل دین صاحب اور مکرمی میر محمد اسحٰق صاحب کو مقرر کیا ہے ...... میں امید کرتا ہوں کہ احباب ان لوگوں کے کام میں پوری اعانت کریں گے اور سلسلہ کی کسی خدمت سے دریغ نہ کریں گے ...... سلسلہ کے استحکام کے لئے مجھے یقین ہے کہ سب احباب اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کریں گے اور ہر طرح ان کارکنوں کا ہاتھ بٹا کر ثواب کے مستحق ہوں گے اور ان کی تحریرات کو میری تحریرات سمجھیں گے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار

مرزا محمود احمد"

قضاء کے اس نظام کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی جانب سے مسلمانوں سے یہ دریافت کیا گیا کہ وہ رواج چاہتے ہیں یا شریعت؟ علماء نے عام طور پر رواج کا مطالبہ کیا مگر حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے احمدیوں کو یہ ہدایت دی کہ وہ یہ لکھوائیں :-

" ہم احمدی ہیں اور شریعت کے تابع ہیں اور ہمارا عملدرآمد شریعتِ اسلام پر ہے۔" (الحکم خلافت جوبلی نمبر ۱۹۳۹ء)

نظارتوں کی نگرانی کے لئے کمیشن کا تقرر

آپؓ نے نظارتوں کے کاموں کی نگرانی کے لئے ایک کمیشن مقرر فرمایا۔ اس کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ بعد تحقیق یہ رپورٹ کرے کہ :۔

"دفاتر کا عملہ کم ہے اور کام زیادہ ہے یا عملہ زیادہ ہے اور کام کم ہے۔ نظارتوں کے فرائض پورے طور پر اجراء ہوتے ہیں یا نہیں" (تاریخِ احمدیت)

ذیلی تنظیمیں

دوستوں کو معلوم ہے کہ حضورؓ نے جماعت کو مختلف حصوں میں منظم کرنے کی ہدایت جاری فرمائی اور اس کے ماتحت انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس نظام کی اہمیت کے سلسلہ میں حضورؓ نے ہر شاخ کی علیحدہ علیحدہ اہمیتیں متعدد بار بیان فرمائی ہیں۔ بحیثیت مجموعی ان کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا :۔

"خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ اس نظام کی کڑیاں ہیں اور ان کو اسلئے قائم کیا گیا ہے تاکہ وہ نظام کو بیدار رکھنے کا باعث ہوں۔ اگر ایک طرف نظارتیں جو نظام کی قائم مقام ہیں عوام کو بیدار کرتی رہیں اور دوسری طرف خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ جو عوام کے قائم مقام ہیں نظام کو بیدار کرتے رہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کسی وقت جماعت کلی طور پر گر جائے اور اس کا قدم ترقی کی طرف اٹھنے سے رک جائے۔"

پھر فرمایا :۔

"میری غرض انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم سے یہ ہے کہ عمارت کی چاروں دیواروں کو مکمل کرلوں۔ ایک دیوار انصار اللہ، دوسری دیوار خدام الاحمدیہ، تیسری دیوار اطفال الاحمدیہ اور چوتھی دیوار لجنہ اماء اللہ ہے۔ اگر یہ چاروں دیواریں ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں تو یہ لازمی بات ہے کہ عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی۔"

تحریک جدید کا نظام

۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کا اجراء فرمایا۔ اس کی اہمیت کے سلسلہ میں فرمایا :۔

"یاد رکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کی فتح کی بنیاد، احمدیت کے غلبہ کی بنیاد، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دوبارہ زندہ کرنے کی بنیاد روزِ ازل سے تحریک جدید کے ذریعہ قرار دی گئی ہے۔"

پھر فرماتے ہیں :-

"گو اس تحریک میں شامل ہونا اختیاری ہوگا مگر جو شخص شامل ہونے کی اہلیت رکھنے کے باوجود اس خیال کے ماتحت شامل نہیں ہوگا کہ خلیفہ نے شمولیت کا اختیار قرار دیا ہے وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں یا مرنے کے بعد اگلے جہان میں پکڑا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ذرہ بھی رکھتا ہے میری اس تحریک پر آگے آئے گا اور وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اُس کا ایمان کھویا جاتا ہے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء)

وقفِ جدید کا نظام

اس تحریک کا مقصد حضور رضؓ نے یہ قرار دیا تھا کہ کراچی سے لے کر پشاور تک ہر جگہ ایسے آدمی مقرر ہوں جو اُس علاقہ کے لوگوں میں رہ کر ایسے مفید کام کریں کہ لوگ اُن سے متاثر ہوں اور رشد و اصلاح کا بھی کام کریں۔ اس تحریک کی اہمیت واضح کرتے ہوئے حضور رضؓ نے فرمایا :-

"یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دیگا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے، میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اُتارے گا۔"

(الفضل ۷ر جنوری ۱۹۵۸ء)

پھر فرمایا :-

"یہ تحریک بھی ایسی ہے کہ اس میں حصہ لینا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے مطابق ہے اور اس میں کسی طرح روک بننا وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کے ماتحت آتا ہے۔"

(الفضل ۲۲ر جنوری ۱۹۵۸ء)

نظامِ وصیّت

نظامِ وصیّت کی اہمیت کی بابت حضور ؓ نے فرمایا :-

" وصیّت کا معاملہ نہایت اہم معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے ایسی خصوصیت بخشی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص الہامات کے ماتحت اسے قائم کیا ہے۔ کوئی مومن اس اہمیت و عظمت کا انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قائم کردہ سارا نظام ہی آسمانی اور خدائی ہے اور الہامی نظام ہے مگر وصیّت کا نظام ایسا نظام ہے جسے خدا کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ باقی امور ایسے ہیں جو عام الہام کے ماتحت قائم کئے گئے مگر وصیت کا مسئلہ ایسا ہے جو خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا تھا۔ اور وصیّت کا مسئلہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ایک عملی ثبوت ہے۔" (الفضل ۵ / اکتوبر ۱۹۶۶ء)

پھر فرماتے ہیں :-

" وصیّت حاوی ہے اُس تمام نظام پر جو اسلام نے قائم کیا ہے ...... جب وصیّت کا نظام مکمل ہو گا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہو گی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فردِ بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دُکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا انشاء اللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا، بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی، بے سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیونکہ وصیّت بچّوں کی ماں ہو گی، جوانوں کا باپ ہو گی، عورتوں کا سہاگ ہو گی اور جبر کے بغیر محبّت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس کے ذریعہ سے مدد کرے گا۔ اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہو گا بلکہ ہر دینے والا خدا تعالیٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب۔ نہ قوم قوم سے لڑے گی۔ بلکہ اس کا احسان سب دنیا پر ہو گا۔

اے دوستو! دنیا کا نیا نظام نہ مسٹر چرچل بنا سکتے ہیں نہ مسٹر روزویلٹ بنا سکتے ہیں۔ یہ اٹلانٹک چارٹر کے دعوے سب ڈھکوسلے ہیں اور اس میں کئی نقائص، کئی عیوب اور کئی خامیاں ہیں۔ نئے نظام وہی لاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں۔ پس آج وہی تعلیم امن قائم کرے گی جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آئی ہے اور جس کی

بنیاد الوصیت کے ذریعہ ۱۹۰۵ء میں رکھی گئی ہے۔ پس تمام دوستوں کو اس کی اہمیت سمجھنی چاہیئے۔"

جلسہ سالانہ

حضورؓ نے فرمایا:۔

"میں دوستوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذکرِ الٰہی کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھیں۔ یہاں وہ کسی تماشہ یا کھیل کے لئے جمع نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور اس کا نام لینے کے لئے آئے ہیں اس لئے ذکرِ الٰہی کے آداب کو مدِّنظر رکھنا چاہیئے۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض دوست اِن آداب کو مدِّنظر نہیں رکھتے اور بلا وجہ اور بلا سبب جلسہ گاہ سے اُٹھ کر باہر چلے جاتے اور اِدھر اُدھر باتیں کرتے رہتے ہیں ..... آپ لوگوں کے لئے سارا سال آرام کرنے کے لئے پڑا ہے اس لئے یہ چند دن تکلیف اُٹھا کر بھی خدا تعالیٰ کا کلام سُننا چاہیئے اور کوئی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔" (الفضل ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۹ء)

نظامِ سلسلہ کا مرکز

حضورؓ نے مرکزِ سلسلہ ربوہ کے قیام کے بارے میں فرمایا:۔

"اگر ہمارے دلوں میں اسلام کی کوئی بھی غیرت باقی ہے، اگر ہمارے دلوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی محبت باقی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے آقا کی کھوئی ہوئی عزت کو پھر دوبارہ دنیا میں قائم کریں۔ اِس میں ہماری جانیں، ہماری بیویوں کی جانیں، ہمارے بچوں کی جانیں بلکہ ہماری ہزار ہا نسلیں بھی اگر قربان ہو جائیں تو یہ ہمارے لئے عزت کا موجب ہوگا۔

ہم نے یہ کام قادیان میں شروع کیا تھا مگر خدائی خبروں اور اس کی بتائی ہوئی پیشگوئیوں کے مطابق ہمیں قادیان کو چھوڑنا پڑا۔ اب ان ہی خبروں اور پیشگوئیوں کے ماتحت ہم ایک نئی بستی اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں بسا رہے ہیں۔ ہم چیونٹی کی طرح کمزور اور ناطاقت ہی سہی مگر چیونٹی بھی جب دانہ اُٹھا کر دیوار پر چڑھتے ہوئے گرتی ہے تو وہ اُس دانے کو چھوڑتی نہیں بلکہ دوبارہ اُسے اُٹھا کر منزلِ مقصود پر لے جاتی ہے۔ اسی طرح گو ہمارا وہ مرکز جو حقیقی اور دائمی مرکز ہے دشمن نے ہم سے چھینا ہوا ہے لیکن ہمارے ارادہ اور عزم میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا۔ دنیا ہم کو ہزاروں جگہ چھینکتی چلی جائے

وہ فٹ بال کی طرح ہمیں لڑھکاتی چلی جائے ہم کوئی نہ کوئی جگہ ایسی ضرور نکال لیں گے جہاں کھڑے ہو کر ہم پھر دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم کر دیں۔"

(الفضل سالانہ نمبر سنہ ۱۹۶۴ء)

پھر ربوہ کی سرزمین کی بابت فرمایا:-

"ہم ...... دعاؤں کے ساتھ اپنا مذہبی مقدس مقام قرار دیتے ہیں۔ اِس کے بعد ہمارا فرض ہوگا کہ ہم اِس مقام کو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کوشش کریں اور ہمیشہ دین اسلام کی خدمت اور خدا تعالیٰ کے نام کی بلندی کے لئے اسے استعمال کرنے کی کوشش کریں۔"

پھر فرمایا:-

ربوہ کو ترا مرکزِ توحید بنا کر   اِک نعرۂ تکبیر فلک بوس لگائیں
ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعاگو   ربوہ کو پہنچتی رہیں کعبہ کی دعائیں

حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۵ سال کی عمر میں نظامِ سلسلہ کی باگ ڈور سنبھالی۔ آپ کو بچہ کہا جاتا تھا اور کہنے والے یہ کہتے تھے کہ مرکزِ سلسلہ پر نعوذ باللہ عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا لیکن میں اُنہیں کہتا ہوں ؎

وہ جو کہتے تھے کہ شیرازہ بکھر جائے گا   آئیں دیکھیں اپنی آنکھوں سے نظامِ محمود

انتخابِ خلافت کا نظام

آئندہ انتخابِ خلافت کے بارے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:-

"میں یہ قاعدہ مقرر کرتا ہوں کہ آئندہ جب کبھی خلافت کے انتخاب کا وقت آئے تو صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اور ممبر اور تحریک جدید کے وکلاء اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے زندہ افراد اور ...... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ...... اور جامعۃ المبشرین کے پرنسپل اور جامعہ احمدیہ کا پرنسپل اور مفتی سلسلہ احمدیہ اور تمام جماعتہائے پنجاب اور سندھ کے ضلعوں کے امیر اور مغربی پاکستان اور کراچی کا امیر اور مشرقی پاکستان کا امیر ...... ایسے سابق امراء جو دو دفعہ کسی ضلع کے امیر رہے ہوں ...... ایسے تمام مبلغ جو ایک سال تک غیر ملک میں کام کر آئے ہوں اور بعد میں سلسلہ کی طرف سے اُن پر کوئی الزام نہ آیا ہو ...... ایسے مبلغ جنہوں نے پاکستان کے کسی ضلع یا صوبہ میں رئیس التبلیغ کے طور پر کم سے کم ایک سال

کام کیا ہو .... مگر شرط یہ ہو گی کہ اگر وہ موقعہ پر پہنچ جائیں سیکرٹری شوریٰ تمام ملک میں اطلاع دے دے کہ فوراً پہنچ جاؤ۔ اس کے بعد جو نہ پہنچے اُس کا اپنا قصور ہو گا۔ اور اس کی غیر حاضری خلافت کے انتخاب پر اثر انداز نہیں ہو گی۔ یہ ان کا اپنا کام ہے کہ پہنچیں ...... سیکرٹری شوریٰ کا کام صرف یہ ہو گا کہ وہ ایک اعلان کر دے۔ اور اگر سیکرٹری شوریٰ کہے کہ مَیں نے اعلان کر دیا تھا تو وہ انتخاب جائز سمجھا جائے گا۔ ان لوگوں کا یہ کہہ دینا یا اُن میں سے کسی کا یہ کہہ دینا کہ مجھے اطلاع نہیں پہنچ سکی اس کی کوئی وقعت نہیں ہو گی۔ نہ قانوناً نہ شرعاً۔ یہ سب لوگ مل کر جو فیصلہ کریں گے وہ تمام جماعت کے لئے قابلِ قبول ہو گا۔ اور جماعت میں سے جو شخص اس کی مخالفت کرے گا وہ باغی ہو گا۔"

پھر فرمایا :-

"جو بھی خلیفہ ہو گا وہ مِنْکُم ہو گا یعنی وہ خلافتِ احمدیہ کا قائل ہو گا اور جماعتِ مبائعین میں سے نکالا ہوا نہیں ہو گا۔ اور مَیں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ جو بھی خلیفہ چُنا جائے وہ کھڑے ہو کر یہ قسم کھائے کہ مَیں خلافتِ احمدیہ پر ایمان رکھتا ہوں اور مَیں خلافتِ احمدیہ کو قیامت تک جاری رکھنے کے لئے پُوری کوشش کروں گا اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے انتہائی کوشش کرتا رہوں گا اور مَیں ہر غریب اور امیر احمدی کے حقوق کا خیال رکھوں گا۔ اور اگر مَیں بدنیتی سے کہہ رہا ہوں یا اگر مَیں دانستہ ایسا کرنے میں کوتاہی کروں تو خدا کی مجھ پر لعنت ہو۔ جب وہ یہ قسم کھائے گا تو پھر اُس کی بیعت کی جائے گی اس سے پہلے نہیں کی جائے گی۔ اِسی طرح منتخب کرنے والی جماعت میں سے ہر شخص حلفیہ اعلان کرے کہ مَیں خلافتِ احمدیہ کا قائل ہوں اور کسی ایسے شخص کو ووٹ نہیں دوں گا جو جماعتِ مبائعین میں سے خارج ہو یا اُس کا تعلق غیر مبائعین یا غیر احمدیوں سے ثابت ہو۔ غرض پہلے مقررہ اشخاص اس کا انتخاب کریں گے۔ اس کے بعد وہ یہ قسم کھائے گا کہ مَیں خلافتِ احمدیہ حقہ پر ایمان رکھتا ہوں اور مَیں اُن کو جو خلافتِ احمدیہ کے خلاف ہیں جیسے پیغامی یا احراری وغیرہ باطل پر سمجھتا ہوں۔"

خصوصیات و برکاتِ خلافت

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

(۸)

(سلسلہ کے لئے دیکھئے ماہنامہ انصار اللہ جنوری ۱۹۶۸ء)

قرآن کریم کی سورۃ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا میں آنے والے نبی آخر الزمانؑ کے جو کام گنوائے گئے ہیں اُن میں تیسرا کام تزکیۂ نفوس ہے جیسے کہ فرمایا:-

وَ یُزَکِّیۡهِمۡ (البقرہ ع ۱۵)

یعنی وہ رسول ان کو پاک کرے گا۔ تزکیہ کے دوسرے معنیٰ نشو و نما اور ترقی دینے کے بھی ہیں۔ گویا یُزَکِّیۡهِمۡ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ وہ رسول انہیں ہر قسم کی کدورت اور میل کچیل سے پاک کرے گا خواہ وہ کدورت اخلاقی ہو یا جسمانی یا روحانی اور خواہ دینی ہو یا دنیوی۔ اور اس کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ہر لحاظ سے اُن کے اندر نشو و نما پیدا کریگا تاوہ بلحاظ افراد اور بلحاظ قوم مدارجِ ترقی کو طے کرتے چلے جائیں۔ گویا یُزَکِّیۡهِمۡ کے کام میں معایب و نقائص کی نفی اور محاسن اور محامد کی تکمیل ہر دو امور شامل ہیں۔ یہی کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظلال و خلفاء کا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص خود بیمار ہو وہ دوسروں کو کیا شفاء دے گا۔ اس پر تو یہ مصرعہ صادق آئے گا ؎

حبّذا اے مرگ۔ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

وہ جو خود اندھا یا کمزور نظر ہے وہ دوسروں کی میل کچیل کا کیا علم حاصل کرے گا اور کیسے اُسے دُور کریگا؟ اور اس کے بعد ان کے اندر زینت اور حُسن کیا پیدا کرے گا؟

پس یہ کام وہی کر سکتا ہے جسے پہلے اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھ سے پاک کرے اور توحیدِ خالص کے مقام پر کھڑا کر دے اور اُس کے فضل سے اُس کے تمام اندرونی بُت ختم ہو جائیں اور روحانی صحت جو دراصل شرک کی کامل نفی اور توحید کے کامل حصول کا ہی دوسرا نام ہے اُسے حاصل ہو۔

چنانچہ خلفاء کے اِس کام کے مقابل میں آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ اُن کے حق میں یہ وعدہ کرتا

ہے کہ :-

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

یعنی چونکہ خلفاء نے اپنے نبی متبوع صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تزکیۂ نفوس کا کام بجا لانا ہے اور اس کام کے لئے ایک مُطَهَّر اور مُزَکّٰی نفس کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے خلفاء راشدین کے متعلق ہم تم سے یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن میں یہ خصوصیت و کمال بھی اپنے فضل سے نمایاں کرے گا کہ :-

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

وہ صرف اور صرف میری ہی عبادت کریں گے اور کسی بھی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے یعنی شرک کی باریک ترین راہوں سے بھی دُور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں ایسا سینہ عطا کرے گا جس میں خالص توحید کی شمع روشن ہو گی اور شرک کی ذرہ بھر بھی ملونی نہیں ہو گی۔

جو شخص اپنے سینے میں اندرونی بُت لئے پھرتا ہو وہ خدا تعالیٰ کا سچا عابد و موحد بندہ کیونکر کہلا سکتا ہے اور دوسرے لوگوں کو شرک سے کیسے پاک کر سکتا ہے ؟ عبودیت کا کمال یہی ہے کہ غیر اللہ کے بُت انسان اپنے سینے سے نکال باہر پھینکے۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اور یہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہوا ئے نفس اور ہوس بھی معبود ہیں۔ جو شخص نفس پرستی کرتا ہے یا اپنی ہوا و ہوس کی اطاعت کر رہا ہے اور اس کے لئے مر رہا ہے وہ بھی بُت پرست اور مشرک ہے۔ یہ لَا نفی جنس ہی نہیں کرتا بلکہ ہر قسم کے معبودوں کی نفی کرتا ہے خواہ وہ انفسی ہوں یا آفاقی۔ خواہ وہ دل میں چھپے ہوئے بُت ہیں یا ظاہری بُت ہیں۔ مثلاً ایک شخص بالکل اسباب ہی پر توکل کرتا ہے تو یہ بھی ایک قسم کا بُت ہے۔ اس قسم کی بُت پرستی تپ دق کی طرح ہوتی ہے جو اندر ہی اندر ہلاک کر دیتا ہے۔ موٹی قسم کے بُت تو جھٹ پٹ پہچانے جاتے ہیں اور اُن سے مخلصی حاصل کرنا سہل ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ لاکھوں ہزاروں انسان اُن سے الگ ہو گئے اور ہو رہے ہیں .... مگر ابھی تو ہزاروں بُت انسان بغل میں لئے پھرتا ہے۔ اور وہ لوگ بھی جو فلسفی اور منطقی کہلاتے ہیں وہ بھی ان کو اندر سے نہیں نکال سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے سوا یہ کیڑے اندر سے نہیں نکل سکتے۔ یہ بہت ہی باریک کیڑے ہیں اور سب سے زیادہ ضرر اور نقصان ان کا ہی ہے۔ جو لوگ جذبات نفس سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حدود سے باہر ہو جاتے ہیں اور اس طرح بد

حقوق العباد کو بھی تلف کرتے ہیں۔ وہ ایسے نہیں کہ پڑھے لکھے نہیں بلکہ ان میں ہزاروں کو مولوی فاضل اور عالم پاؤ گے اور بہت ہوں گے جو فقیہہ اور صوفی کہلاتے ہوں گے مگر باوجود اِن باتوں کے وہ بھی اِن امراض میں مبتلا نکلیں گے۔ اِن بُتوں سے پرہیز کرنا ہی تو بہادری ہے اور اِن کو شناخت کرنا ہی کمال دانائی اور دانشمندی ہے۔ یہی بُت ہیں جن کی وجہ سے آپس میں نفاق پڑتا ہے اور ہزاروں کشت و خون ہو جاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ اور اُسی وقت سچا موحد بنتا ہے۔ جب یہ اندرونی بُت تکبر، خود پسندی، ریاکاری، کینہ و عداوت، حسد و بخل، نفاق و بدعہدی وغیرہ سے دُور ہو جاویں۔ جب تک یہ بُت اندر ہی ہیں اُس وقت تک لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہنے میں کیونکر سچا ٹھہر سکتا ہے؟"

(روحانی خزائن جلد ۲ ۔ ملفوظات صفحہ ۱۰۷)

چنانچہ آیت استخلاف میں خلفائے راشدین کے متعلق اللہ تعالیٰ ذمہ لیتا ہے کہ وہ تزکیۂ نفوس کا کام اِس لئے بخیر و خوبی سرانجام دے سکیں گے کیونکہ وہ میرے کامل موحد بندے ہوں گے اور ہر قسم کے اندرونی بُتوں سے پاک ہوں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی دوسروں کو توحید کی طرف نہ کھینچ سکتے اور نہ ہی شرک سے پاک کر سکتے۔ جیسے کہ یُزَکِّیْھِمْ کے لفظ میں نبوت کا اور اُس کی ظلیت میں خلفاء کا کام بیان کیا گیا ہے تزکیۂ نفس کا ہی دوسرا نام تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ کے حصول کا ایک ذریعہ قرآن کریم میں صحبتِ صالحین قرار دیا گیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ: ۱۱۹)

یعنی اے مومنو! اللہ تعالیٰ سے کامل اتصال اور جوڑ پیدا کرو اور اس کی جدائی و ناراضگی سے بچو اور اِس مقصد کے حصول کے لئے صادقین کی صحبت و معیت اختیار کرو۔

بلاشبہ اِس آیت میں عام نیک لوگوں اور بزرگوں کی صحبت سے مستفیض و مستفید ہونے کی بھی تلقین ہے مگر عام نیک لوگوں اور بزرگوں کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کامل اور دائمی طور پر صدق و صفا کے مقام کو حاصل کر چکے ہیں اور ایسے مقام پر کھڑے کر دیئے گئے ہیں کہ اب پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ تاریخ میں بعض مستجاب الدعوات بزرگوں اور اولیاء کا ذکر آتا ہے جن کا ابھی کامل تزکیۂ نفس نہیں ہوا تھا اور اِس لحاظ سے وہ دائمی طور پر رُوحانی بلندیوں کی طرف ابھی مرفوع نہیں ہوئے تھے کہ اُن کی کوئی مخفی مرض جوش و ہیجان میں آ گئی اور اُن کی ہلاکت کا موجب ہو گئی۔ چنانچہ قرآن کریم نے خود ایک واقعہ بیان کیا ہے جسے بلعم باعور کے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيْ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (پ۹ - الاعراف ع ۲۲)

یعنی انہیں اُس شخص کے حالات پڑھ کر سنا جس کو ہم نے اپنے نشانات دیئے تھے پھر وہ اُن سے پھسل کر الگ ہو گیا تھا۔ پس شیطان اُس کے پیچھے چلا اور وہ گمراہوں میں جا شامل ہوا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اُسے ان (نشانوں) کے ذریعہ سے اونچا کر دیتے لیکن وہ زمین کی طرف جا گرا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا۔ پس اس کی حالت اُس کُتے کی حالت کی طرح ہے جسے (مارنے کے لئے) تُو (کوئی چیز) اُٹھائے تو بھی وہ ہانپتا رہتا ہے اور اگر تُو اُسے چھوڑ دے تو بھی وہ ہانپتا رہتا ہے۔

بلعم باعور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک ولی اللہ مشہور تھا اور مستجاب الدعوات تھا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اُس سے وعدہ تھا کہ مَیں تیری ہر دُعا کو قبول کروں گا۔ اُسے اپنی ولایت اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر گھمنڈ پیدا ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی (جو اپنے زمانے کے امام وقت تھے) مخالفت اُس کے دل میں پیدا ہو گئی۔ اِس پر اُس کی ساری ولایت جاتی رہی۔ کہتے ہیں کہ اُس پر کشفی حالت طاری ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ اُس کا سینہ چاک ہوا ہے اور اُس میں سے ایک کبوتری نکل کر آسمان کی طرف پرواز کر گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے اُسے مخاطب کیا اور کہا کہ اے بلعم! یہ کبوتری جو تُو نے آسمان کی طرف پرواز کرتی ہوئی دیکھی ہے یہ تیرا ایمان تھا جو ہم نے واپس لے لیا ہے۔ ہمارا تیرے ساتھ وعدہ تھا کہ ہم تیری ہر دُعا قبول کریں گے مگر ہمارا یہ وعدہ اُس بلعم سے تھا جو مومن بندہ تھا لیکن بے ایمان، کافر اور مرتد بلعم سے ہمارا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اور اب تُو ہماری لعنت کا مورد ہے۔

پس ایسے ایسے عظیم اولیاء کی نسبت بھی یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنت کی طرف مرفوع ہو چکے ہیں۔ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ میں وقتی طور پر تو سب نیک بندوں کی معیت کا حکم ہے لیکن خاص طور پر اور دائمی طور پر صرف وہی الصادقین مراد ہیں جن کے صدق پر اُن کے غیر متزلزل قطعی اور دائمی صدق پر اللہ تعالیٰ کی وحی گواہی دیدے یا جنہیں اللہ تعالیٰ کسی رُوحانی منصب پر فائز کر دے۔ کیونکہ ایسے لوگ وہی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی دائمی اور قطعی رحمت کے مورد ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے نبی، خلفاء اور مجددین ہی ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے انجام کا اظہار

اللہ تعالیٰ انہیں رُوحانی منصب پر فائز کر کے واضح طور پر اسی دنیا میں بیانگ دہل کر دیتا ہے پس دراصل مخصوص طور پر کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے حکم میں انبیاء اور خلفاء کی معیت کا ہی ذکر ہے۔ جن کی معیت کی برکت سے تقویٰ اور تزکیۂ نفس حاصل ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور شخص سے دائمی اور قطعی تعلق انسان کو بعض دفعہ خطرات سے بھی دوچار کر سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ :-

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۔ (پ۲۷ - النجم ع ۲)

یعنی اللہ تعالیٰ اُس وقت سے تم کو خوب جانتا ہے جب اُس نے تم کو زمین سے پیدا کیا (یعنی یہ اُسی کو علم ہے کہ تمہاری فطرت میں کس زمین کا خمیر غالب ہے) اور جبکہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پوشیدہ تھے (یعنی اللہ ہی کو علم ہے کہ ماں کے پیٹ سے کن غلط رجحانات کے تم وارث ہوئے ہو) پس اپنے آپ کو اور اپنے بھائی بندوں کو (قطعی) پاکیزگی کا حامل (اپنی رائے اور خیال سے) قرار نہ دیا کرو۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (حقیقی اور دائمی) تقویٰ کا حامل کون ہے۔

پس خلافتِ راشدہ کی ایک برکت یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کے وجود کے باوجود میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو قطعی اور دائمی تقویٰ کا حامل ایک نفسِ مُزکّی و مُزکّی عطا کرتا ہے اور اُسے اپنے فضل سے توحید کے اعلیٰ مقام پر کھڑا کرتا ہے ہر قسم کے شرک سے اُسے پاک کر دیتا ہے اور پھر اُسے توفیق بخشتا ہے کہ وہ مومنوں کا تزکیۂ نفس اپنے نبیٔ متبوع کی طرح کرتا چلا جائے اور اس کی معیت تقویٰ نصیب کرتی ہے اور آسمانِ رُوحانی کی سیر کراتی ہے۔

اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تصریح فرمائی ہے تزکیۂ نفس ایک ایسی شے ہے جو خود بخود نہیں ہو سکتا اس کے لئے انبیاء یا اُن کے اظلال کی معیت اور اتباع ضروری ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"تزکیۂ نفس ایک ایسی شے ہے کہ خود بخود نہیں ہو سکتا اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى کہ تم یہ خیال نہ کرو کہ ہم اپنے نفس یا عقل کے ذریعہ سے خود بخود مزکّی بن جاویں گے یہ بات غلط ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔ جہالت ایک ایسی زہر ہے کہ جیسے انسان چنگا بھلا پھرتا ہوا فوراً

ہیضہ وغیرہ سے ہلاک ہو جاتا ہے اور اس سے پیشتر گمان بھی نہیں ہوتا کہ مَیں مر جاؤں گا۔ ایسے ہی جہالت ہلاک کر دیتی ہے۔ اس کا علاج بلا انبیاء علیہم السلام کے نہیں ہو سکتا۔ اُن کی صحبت میں رہنے سے انسان کے اندر وہ قوّت پیدا ہوتی ہے کہ جس سے اُسے اپنے مرض کا پتہ لگتا ہے ورنہ خشک لفّاظی اور چرب زبانی سے انسان کو یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ صرف یہ کہنا کہ ہم نے زنا نہیں کیا، چوری نہیں کی اس سے تزکیۂ نفس نہیں پایا جاتا اور نہ اس کا نام سچی پاکیزگی ہے۔ یہ ایک ایسی شے ہے کہ اس پر عمل کرنا تو درکنار سمجھنا ہی مشکل ہے جسے خدا تعالیٰ چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ یہ تو ایک قسم کی موت ہے جو انسان کو اپنے نفس پر وارد کرنی پڑتی ہے۔" (البدر جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ مؤرخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲ (ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام) جلد ششم صفحہ ۱۳۹)

خلفاءِ راشدین کی زندگیاں ان شواہد سے معمور ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ توحید کے اعلیٰ مقام پر قائم کئے جاتے ہیں اور ہر قسم کے شرک یعنی اندرونی بُتوں سے پاک ہوتے ہیں۔

توحید کا ایک پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت پر توکل کرتے ہوئے مومن دنیا جہان کی مجموعی طاقتوں سے بھی مرعوب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں وہ ساری دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بڑھ کر وقعت نہ دے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرب میں ارتداد پھیل گیا۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت نے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ مدینہ میں صرف ایک ہی لشکر لشکرِ اُسامہؓ تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصرِ روم کی حکومت سے جہاد کرنے کے لئے مامور کیا تھا۔ ایسی خطرناک صورتِ احوال پیدا ہوئی کہ جری سے جری صحابہؓ بھی گھبرا گئے۔ سب نے اتفاق کیا کہ ایسے خطرناک وقت میں اس لشکر کو مدینہ سے باہر سینکڑوں میل پر بھجوا دینا قرینِ مصلحت نہیں ہے۔ پہلے اپنے گھر کی فکر کرنی چاہیئے۔ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنایا اور خلیفۂ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس لشکر کو فی الحال مدینہ میں ہی روک لیا جائے۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ بات متفقہ مشورہ کے طور پر خلیفۂ رسول اللہ کے سامنے پیش کی تو وہ سخت برہم ہوئے اور جھنجھلا کر فرمایا کہ عمر! تُو زمانہ جاہلیت میں بہادری پر اِتراتا تھا اب بزدل ہو گیا ہے؟ اور پھر فرمایا

لَيْسَ لِابْنِ اَبِي قُحَافَةَ اَنْ يَّمْنَعَ عَسْكَرًا جَهَّزَهٗ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی ابو قحافہ کے بیٹے (یعنی ابوبکرؓ) کی مجال نہیں کہ اس لشکر کو روکے جسے محمد مصطفےٰ ؐ نے خود ایک مخصوص مہم پر

مامور کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم اگر باغی مدینہ میں داخل بھی ہو جائیں اور مسلمان عورتوں کی لاشوں کو کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا۔

اللہ۔ اللہ۔ توحید کا کتنا عظیم مقام تھا جس پر صدیق اکبرؓ قائم تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی جب بعض صحابہؓ نے عشق و محبت کی دیوانگی میں یہ باور کر لیا کہ حضورؐ ابھی فوت نہیں ہوئے تو یہی صدیق اکبرؓ تھے جو منبر پر چڑھ گئے اور صحابہؓ کو مخاطب کرکے کہا کہ اے لوگو! سنو۔ تم میں سے اگر کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پرستش کرتا تھا تو میں اُسے خبردار کرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً فوت ہو گئے ہیں لیکن جو خدا تعالیٰ کی پرستش کرتا ہے وہ سُن لے کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اس صاف صاف اعلانِ توحید نے سوتوں کو بیدار کر دیا اور تمام صحابہؓ پر یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ اُن کا محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) درحقیقت اُن سے مادی دنیا کی معیت کے لحاظ سے جُدا ہو چکا ہے۔ تب وہ مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو گئے اور بعض اُن میں سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

بہرحال صدیق اکبرؓ نے مندرجہ بالا دونوں موقعوں پر جو نمونہ دکھایا وہ اس بات کو اظہر من الشمس کرتا ہے کہ

يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

کہ خلفاء راشدین صرف اور صرف میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بنائیں گے۔

خلافت راشدہ کے دوسرے دَور میں اکابر پیغامیوں کی طرف سے حضرت فضلِ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پیشکش بھی کی گئی کہ آپ اگر بُرا سے احمدیوں سے نئی بیعت نہ لیں تو ہم آپ کو خلیفہ و امیر تسلیم کر لیتے ہیں۔ حضرت فضلِ عمرؓ نے حقارت سے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کیونکہ آپ کی نظر صرف اور صرف خدا تعالیٰ پر تھی۔ اور اُس کی رضا کے مقابلے میں آپ کسی بڑے سے بڑے آدمی اور اُس کے اثر و رسوخ کی پرپشہ بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔

يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

چنانچہ اکابرینِ اہلِ پیغام نے بھی بعد میں اخبار پیغام صلح میں اعلان کیا کہ ہم نے صلح کی بعض شرائط پیش کیں مگر صاحبزادہ صاحب (یعنی سیدنا فضلِ عمرؓ) اپنے موقف سے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہونے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

۱۹۳۴ء کے ہنگامے میں جب زمین جماعت احمدیہ پر باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی اور جماعت کو اپنے سامنے ہلاکت ہی ہلاکت نظر آتی تھی اُس وقت ایک اولوالعزم تھا جو ذرّہ بھر نہیں گھبرایا اور اُس نے اپنی جماعت کو تسلی دیتے ہوئے اور اُن کی ہمت بڑھاتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ کیا تم نے کبھی دیکھا کہ میری اتنی لمبی خلافت کے دوران میں کبھی اللہ تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا ہو کیا وہ اب مجھے چھوڑ دیگا؟ ہرگز نہیں۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ وہ میری طرف

ڈوڈا ایملا آ رہا ہے۔ وہ مجھ میں ہے۔

ہم نے انتہائی مایوس کن حالات میں جب اس اعلان کو پڑھا تو ہمارے دل بلیوں اُچھلنے لگے کہ پھر اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ایک نشان ظاہر کرنے لگا ہے۔ کس قدر یقین و توکل سے پُر تھا ہمارے اولوالعزم امام کا دل جو دنیا کے کسی بھی خطرے سے مرعوب ہونے کے لئے تیار نہ تھا۔

ولقد صدق الله إذ قال يَعْبُدُونَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

۱۹۵۳ء کے اِن خطرناک ایام میں ہمارا کالج لاہور میں تھا۔ کالج میں مودودی جماعت کے ایک سرگرم طالب علم (جو ایم۔اے کے طالب علم تھے) ہمارے ہوسٹل میں رہتے تھے۔ ایک دن مجھے کہنے لگے کہ جب کوئی واقعہ ہو جاتا ہے تو آپ لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی فلاں پیشگوئی پوری ہوگئی۔ مزہ تو تب ہے کہ اِس وقت آپ مرزا صاحب کی پیشگوئی بتائیں کہ اِس وقت موجودہ ہنگامہ کا انجام کیا ہوگا؟

ہمارے اولوالعزم امامؓ کے یقین و توکل کا پرتو ہم کمزوروں پر بھی پڑ رہا تھا اور ہمارے دل بھی پُر یقین تھے کہ انشاء اللہ انجامکار فتح احمدیت کی ہی ہوگی۔ چنانچہ مَیں نے اُس مودودی طالب علم کو کہا کہ میاں! اپنی نوٹ بک نکالو اور میرا جواب نوٹ کر لو تا جب وقت آئے تو کہیں بھول نہ جاؤ۔ اور میرا جواب یہ ہے کہ جس وقت موجودہ ڈرامہ ختم ہوگا اُس وقت تم دیکھو گے کہ احمدیت سربلند ہے اور اس کے دشمن ناکام اور خائب و خاسر۔ پھر مَیں نے "تذکرہ" میں سے ایک الہام نکال کر اُسے دکھایا جو یہ تھا کہ:-

" اَللّٰهُ يُعْلِيْنَا وَلَا نُعْلٰى " (تذکرہ۔ طبع نو صـ۶۰۵)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر میدان میں ہمیں سربلندی و سرفرازی بخشتے اور ہم کبھی سرنگوں نہیں ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

اسی قسم کا ایک اور الہام بھی خاکسار کو اِس وقت یعنی بوقتِ تحریر یاد آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرمایا :-

" الفوقُ مَعَكَ وَالتَّحْتُ مَعَ أَعْدَائِكَ "

(تذکرہ طبع نو صـ۳۸۷)

یعنی سرفرازی و سربلندی تیرے ساتھ ہے اور سرنگوں ہونا تیرے دشمنوں کے ساتھ ہے۔

اسی طرح ہمارے موجودہ امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی حال ہی میں ایک خطبہ میں اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بُت شکن بنایا ہے۔ دراصل

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم ہونے والے خلفاء حق و صداقت کی حمایت میں خالص مقام توحید پر قائم کئے جاتے ہیں۔ اُن کی نظر صرف اور صرف آسمان پر ہوتی ہے اور وہ دنیا کی کسی چیز یا ابتلاء سے مرعوب نہیں ہوتے۔

اور بموجب الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہ:۔

"آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک رائی برابر غم نہیں ہوتا" (تذکرہ طبع نو صفحہ ۴)

وہ کلیۃً غم و فکرِ فردا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ تب ایسے موحّد بندے ہی مومنوں کے لئے مُزکّی بنتے ہیں اور اُن کے دلوں کا نور مومنوں کے اندرونی بُتوں کا صفایا کرتا چلا جاتا ہے اور انہیں غم و حزنِ دنیا سے آزاد کرتا چلا جاتا ہے۔

چنانچہ یہ بندگانِ باصفا دیا ونا ایک طرف یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کی شان کا جلوہ دکھاتے ہیں تو دوسری طرف قرآنی دعائے ابراہیمی کے الفاظ

وَیُزَکِّیْهِمْ

کے مطابق مومنوں کے قلوب نہ صرف دنیا کی کدورتوں کو دھوتے چلے جاتے ہیں۔ بلکہ یُزَکِّیْهِمْ کے دوسرے معنی کے مطابق انہیں ایک تازہ روحانی حُسن اور نشو و نما سے بھی ہمکنار کرتے چلے جاتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہم سب کو خلافت کے تمام انوار سے بہرہ ور کرے۔ اس کی تمام برکات سے ہمکنار کرے۔ اس کے تمام فیوض سے مستفیض کرے اور اس کی شآبیب رحمتِ خداوندی سے ہم اس طرح "رَج جائیں" جس طرح ہمارے آسمانی آقا (تعالیٰ شانہٗ) نے ہمارے موجودہ امام ہُمام کو اپنے شیریں اور لذیذ کلام سے متلذذ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "توں رَج جاویں گا" اے ہمارے آسمانی آقا! تو ایسا ہی کر کہ ہم تیرے در پر دُھونی رمائے بیٹھے تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین ٭

ایک اہم نصیحت

"تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔" (کشتی نوح)

نسیم سیفی

ایک منادی — ایک صدا —!

جی سے گذر کر جان لُٹا کر دونو عالم پائیں گے
تجھ سے محبت کر کے ہم بھی دیو انے کہلائینگے

راہ کٹھن، پاؤں میں چھالے ہر اک سمت اندھیارا ہے
جانے وہ کس کس کو اپنی منزل پر پہنچائینگے

غم کی کرنیں پھوٹ کے نکلیں سارے جگ میں پھیل گئیں
راحت کے جو دلدادہ ہیں وہ آخر پچھتائینگے

ان کی یادوں میں کھو جائیں کھو کر اپنا نام کریں
ان کو جتنا ڈھونڈیں گے ہم اُتنا خود کو پائینگے

شب کی ظلمت چاک ہوئی اور تارے ڈوب چلے
وہ مشرق کے طُور سے شاید اک بجلی لہرائینگے

اپنا تو بس کام یہی ہے ایک منادی ایک صدا
جن کو آنا ہے وہ انکو خود چُن چُن کر لائینگے

یوں احساسِ سُود و زیاں سے دل ہے نسیمؔ افسردہ کیوں
اک دن وہ بھی آئے گا یہ پانسے بدلے جائینگے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ایک ایسی حقّانی چمکار ہے جس نے سحرِ فرنگ کو پاش پاش کر دیا

(محترم جناب نسیم سیفی صاحب)

آج سے تقریباً اسّی سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کی توجہ اس امر کی طرف مبذول فرمائی تھی کہ اگرچہ تمام ادیانِ باطلہ ہی اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہو چکے ہیں لیکن عیسائیت تو تابڑ توڑ حملے کر کے یہ تہیہ کر چکی ہے کہ جلد از جلد اسلام کو صفحۂ دنیا سے (نعوذ باللہ) نابود کر دیا جائے عیسائی منّاد دنیا کے کونے کونے میں عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف تھے اور اس یقین سے پُر دکھائی دیتے تھے کہ وہ دن دُور نہیں جب اسلام کا کوئی نام لیوا دکھائی نہ دے گا۔ اپنی کوششوں کا جائزہ لیتے ہوئے وہ یہ بات کہنے میں اپنے آپ کو حق بجانب تصور کرتے تھے کہ ارضِ حجاز بھی اُن کے قبضہ میں ہوگی اور کعبہ پر یسوع کا جھنڈا لہرائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائی منّادوں کی کوششوں کا اپنی تصنیف لطیف "فتح اسلام" میں یوں ذکر فرمایا:۔

"عیسائیوں کی تعلیم بھی سچائی اور ایمانداری کے اڑانے کے لئے کئی قسم کی سرنگیں طیار کر رہی ہے اور عیسائی لوگ اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتوں کو نہایت درجہ جانکاہی سے پیدا کر کے ہر ایک رہزنی کے موقعہ اور محل پر کام میں لا رہے ہیں اور بہکانے کے نئے نئے نسخے اور گمراہ کرنے کی جدید جدید صورتیں تراشی جاتی ہیں اور اس انسانِ کامل کی سخت توہین کر رہے ہیں جو تمام مقدسوں کا فخر اور تمام مقربوں کا سرتاج اور تمام بزرگ رسولوں کا سردار تھا۔ یہاں تک کہ ناٹک کے تماشاؤں میں نہایت شیطنت کے ساتھ اسلام اور ہادیٔ پاک اسلام کی بُرے بُرے پیرایوں میں تصویریں دکھلائی جاتی ہیں اور

سوانگ نکالے جاتے ہیں اور ایسی افترائی تہمتیں تھیٹر کے ذریعہ سے پھیلائی جاتی ہیں جن میں اسلام اور نبی پاکؐ کی عزت کو خاک میں ملا دینے کے لئے پوری حرامزدگی خرچ کی گئی ہے۔"

اِن حالات کو دیکھ کر اور عیسائیوں کی دنیاوی وجاہت سے مرعوب ہو کر مسلمانانِ عالم تو دل ہی چھوڑ بیٹھے تھے۔ اسلام کی اِس حالت پر مرثیہ خوانی تو وہ ضرور کرتے تھے لیکن امید کی کوئی رمق باقی دکھائی نہ دیتی تھی۔ صرف ایک دل جو آستانۂ الوہیت پر گرا ہوا تھا اور شبانہ روز دعاؤں سے اللہ تعالیٰ سے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی التجائیں کر رہا تھا اِس یقین سے پُر تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ایک بار پھر پھیلے گا اور پھولے گا اور تمام ادیانِ باطلہ اس کے آگے سرنگوں ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس دردمند دل سے یہ آواز بلند ہوئی :۔

"اب اے مسلمانو سنو! اور غور سے سنو! کہ اسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کیلئے جس قدر پیچیدہ افترا اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور پُرمکر حیلے کام میں لائے گئے اور اُن کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اِس مضمون کو منزّہ رکھنا بہتر ہے اِس راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچین قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک اُن کے اِس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پُرزور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم کو پاش پاش نہ کرے تب تک اِس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اِس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اِس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرۂ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے تا اِس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحرِ فرنگ نے طیار کیا ہے۔ سو اے مسلمانو! اِس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔ کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھاوے جو معجزہ کا اثر

رکھتی ہو۔" (فتح اسلام صفحہ ۶)

گزشتہ اسّی سال کے عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور نے جس معجز نمائی کا ثبوت دیا ہے اُس کے نہ صرف اپنے بلکہ بیگانے بھی قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اِس قلیل عرصہ میں ——— اور نظریات کی ہمہ گیر تبدیلی کے لئے یہ عرصہ قلیل ہی ہے ——— عیسائیت کے تمام بنیادی عقائد پر ایسی کاری ضربیں لگ چکی ہیں کہ معجزہ کے بغیر ایسا ہونا قطعی ناممکن تھا۔ اور پھر یہ ضربیں دوسروں نے نہیں بلکہ عیسائیت کے اپنوں نے ہی لگائی ہیں۔ پادریوں نے ایک ایک کر کے عیسائیت کے تمام عقائد پر یوں تبر رکھا ہے کہ گویا کوئی غیبی ہاتھ اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُن سے یہ کام کروا رہا ہے۔ مسیح ناصری علیہ السلام کی مزعومہ الوہیت کو آج خود عیسائی چیلنج کر رہے ہیں اور کھلم کھلا اِس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ یہ عقیدہ غیر عیسائی اقوام ——— رومیوں اور دیگر مشرک اقوام ——— کے ذریعہ عیسائیت میں داخل ہوا ہے اور کہ مسیح کی اصل اور حقیقی شان کا اظہار صرف اور صرف اِس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ان کو محض ایک انسان مانا جائے۔ اِس طرح کفارہ، مُردوں سے جی اُٹھنا اور آسمان پر صعود کر جانا، یہ تمام ایسی باتیں ہیں جو ایک ایک کر کے ردّ کر دی گئی ہیں۔ یہی وہ سحر تھا جو عیسائی اسلام کے خلاف استعمال کرتے تھے اس کے پاش پاش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ معجزہ نمائی فرمائی اور ایک ایسی حقانی چمکار دکھلائی جس سے اس طلسم کے سب پول کھُل گئے اور یہ موم کا بُت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے کام ہیں اور وُہی اپنے فضل سے اپنے دینِ متین کو ادیانِ باطلہ پر غلبہ عطا کرنے کے سامان مہیا فرماتے ہیں۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ٭

خدا تعالیٰ کی نگاہ میں "بُت"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہر ایک چیز یا قول یا فعل جس کو وہ عظمت دی جائے جو خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگہ میں بُت ہے۔"

(سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۷)

انصار اللہ کی چار اہم ذمہ داریاں

(مکرم چوہدری شبّیر احمد صاحب بی۔ اے)

اگر ہم اپنے اُس عہد کو جو ہم بحیثیت انصار اللہ اپنے ربّ سے کرتے ہیں بغور دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہم چار عظیم الشان ذمہ داریوں کو قبول کرنے کا عہد کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں :۔

اوّل - اسلام اور احمدیّت کی مضبوطی کے لئے جد و جہد کرنا۔

دوم - اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے جد و جہد کرنا۔

سوم - نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے جد و جہد کرنا۔

چہارم - خلافت سے وابستگی کے لئے اپنی اولادوں کو بھی تلقین کرتے رہنا۔

جہاں تک احمدیت کا تعلق ہے کسی ایک جزو کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دیگر تین اجزاء سے کم اہم ہے۔ چاروں ذمہ داریاں اہمیت کے اعتبار سے ایک سا وزن رکھتی ہیں۔ اس لئے انصار بھائیوں کو اِن چاروں اجزاء کی طرف ایک سا زور اور ایک سی توجہ مرکوز کرنی ضروری ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت کے بغیر خلافت کا نظام دیرپا نہیں ہو سکتا اور خلافت کے نظام کے بغیر اسلام اور احمدیت کی مضبوطی و اشاعت ناممکن ہے۔ اسی لئے ہمارے محبوب امام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جو اریب ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کئے گئے تھے۔ ہمارے لئے اُن الفاظ میں عہد مقرر فرمایا جس کی فی زماننا بے حد ضرورت ہے۔ اِس عہد کو ہم اپنی مجلسوں میں صمیم قلب اور بخلوص نیّت کے ساتھ دوہراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ تازیست ہمیں ان فرائض کی بجا آوری کی توفیق بخشتا رہے۔

زبانی عہد اور دُعا کے ساتھ عمل کی ضرورت

ظاہر ہے کہ اِس عہد کو زبانی طور پر دُہرانے اور اس کی توفیق پانے کی دُعا کرنے کے ساتھ ساتھ مناسب حال

اعمال ازبس ضروری اور لابدی ہیں جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دُعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ اس لئے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے۔" (ملفوظات حضرت مسیح موعود)

اسی اہم نکتہ کی طرف حضور علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں یوں توجہ مبذول کرائی ہے۔ فرمایا :-

جب تک عمل نہیں ہے دل پاک وصاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے

(درثمین)

پس اگر ہم اپنے عہد کے ساتھ عمل کے تسلسل کو قائم نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کا وعید ہے :-

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورۃ الصف ع)

ترجمہ:" خدا تعالیٰ کے نزدیک اس بات کا دعویٰ کرنا جو تم کرتے نہیں بہت ناپسندیدہ ہے۔"
(تفسیر صغیر پرانا ایڈیشن صفحہ ۱۱۸)

اس وعید سے بچنے کے لئے ہر رکنِ مجلس پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ عہد کے الفاظ کے ساتھ اپنے اعمال کا موازنہ اور محاسبہ کرتا رہے۔

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (ارشاد نبوی صلعم)

یعنی زیر محاسبہ آنے سے پہلے اپنا محاسبہ خود کر لیا کرو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیقِ سعید بخشے۔

خاکسار

شبیر احمد

نائب قائد تربیت

مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ

انصار اللہ کا عہد

ہمارے سالانہ اجتماع اکتوبر ۱۹۵۶ء کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے انصار اللہ کے لئے مندرجہ ذیل عہد منظور فرمایا تھا۔ مجالس اپنے اجتماعات میں اسے بالالتزام دُہرایا کریں۔

(قائد عمومی)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہونگا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔"

زعماء/زعماء اعلیٰ انصار اللہ سے گزارش

ماہانہ رپورٹیں بھجواتے وقت ازراہِ کرم ان میں کُل انصار کی تعداد بھی درج فرما دیا کریں تا کام کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

(قائد عمومی انصار اللہ مرکزیہ)

سہ ماہی امتحان کے پرچوں کے جوابات جلد بھجوائیں!

زعماء/زعماء اعلیٰ انصار اللہ سے گزارش ہے کہ وہ اس سہ ماہی کے امتحان کے جوابات کے پرچے جلد مرکز میں بھجوائیں تا اُن کی جانچ پڑتال کی جا سکے۔ بعض مجالس کی طرف سے پرچے بہت دیر کے بعد موصول ہوتے ہیں جس سے نتائج مرتب کرنے میں تاخیر ہو جاتی ہے۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ چندہ نہ روکیں

مجالس کے عہدہ دار وصول شدہ چندہ کی رقوم مرکز میں بھجوانے کی بجائے اس لئے اپنے پاس روک لیتے ہیں کہ اگلے ماہ کا چندہ ملا کر مرکز میں بھجوا دیں گے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہر ماہ جس قدر رقم وصول ہو وہ مرکز میں بھجوا دینی چاہیئے چاہے وہ کس قدر قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا نہ کرنے سے مرکز کو اخراجات پورے کرنے میں دقت ہوتی ہے۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

دعا سے روحانی کدورتیں دور ہوتی ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

'' ہاں دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے اور اسکے ساتھ ہی نیک صحبت میں رہنا چاہیئے ۔ سب تعصبوں کو چھوڑ کر دنیا سے الگ ہو جاوے ۔ جیسے جہاں طاعون پڑی ہوئی ہو ۔ اور کوئی شخص وہاں سے الگ نہیں ہوتا ہے تو وہ خطرہ کی حالت میں ہے ۔ اسی طرح جو شخص اپنی حالت کو بدل نہیں ڈالتا اور اپنی زمین میں تبدیلی نہیں کرتا اور الگ ہو کر نہیں سوچتا ۔ کہ کس طرح پاک زندگی پاؤں ۔ اور خدا سے دعا نہیں مانگتا وہ خطرہ کی حالت میں ہے ۔ دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی ۔ یہ دعا ایک ایسی شے ہے ۔ جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے ۔ اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے ۔ لیکن جو قدم رکھتا ہے ۔ پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے ۔

دعا ایک ایسا باریک مضمون ہے کہ اسکا ادا کرنا بھی بہت مشکل ہے ۔ جب تک خود انسان دعا اور اس کی کیفیتوں کا تجربہ کار نہ ہو وہ اسکو بیان نہیں کر سکتا ۔ غرض جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے ۔ اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے ۔ اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے ۔ خدا کیلئے ان سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے صرف اسلئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جاوے برداشت کرتا ہے ۔ تب خدا تعالیٰ جو رحمٰن رحیم خدا ہے اور سراسر رحمت ہے ۔ اس پر نظر کرتا ہے ۔ اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے ۔''

ملفوظات جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۷۴

مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا

جلد ۹

مئی ۱۹۶۸ء

شمارہ ۵

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

مئی سنہ ۱۹۶۸ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ؛ فی پرچہ :- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۹ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۵

مئی ۱۹۶۸ء

غلبۂ اسلام کو قریب تر لانے کی نہایت بابرکت تحریک

بکثرت تسبیح و تحمید اور درود پڑھنے کی بنیادی اہمیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حال ہی میں خدائی القاء کے ماتحت ایک نہایت اہم اور بابرکت تحریک فرمائی ہے۔ وہ تحریک یہ ہے کہ جماعت کے کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا چھوٹے اور کیا بڑے، الغرض سب کے سب کم از کم ایک مقررہ تعداد میں روزانہ التزام کے ساتھ تسبیح و تحمید اور درود شریف کا ورد کریں اور یہ ورد ایک سال تک پورے تعہد کے ساتھ کرتے چلے جائیں حتیٰ کہ ذکر الٰہی میں مصروف رہنے کی یہ عادت اُن میں راسخ سے راسخ تر ہو کر ہمیشہ ہمیش کے لئے اُن کا روزمرہ کا ایک معمول بن جائے۔

حضور ایدہ اللہ نے اس کے لئے وہ خاص ورد تجویز فرمایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام سکھایا اور بکثرت پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ وہ جامع ورد بیک وقت تسبیح و تحمید اور درود شریف پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہے:-

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ (تذکرہ طبع دوم ص۳۲)

اس ورد کا لفظی ترجمہ یہ ہے :-

اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا عظمت والا ہے پاک ہے، اے اللہ محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر اپنی رحمت بھیج۔

اور عربی قواعد کی رُو سے جن کی تفصیل میں ہم یہاں نہیں جاتے یہ حسب ذیل تفصیلی مفہوم پر مشتمل ہے :-

مَیں اللہ تعالیٰ کو تمام عیوب اور نقائص سے مبرّا اور پاک یقین کرتا ہوں اور تمام صفاتِ کمالیہ سے اسے متصف تسلیم کرتا ہوں۔ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے اور بڑی عظمت اور شان والا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔

ایسی مختصر، بایں ہمہ ایسی جامع اور مکمل دعا کو بالالتزام روزانہ ایک مقررہ تعداد میں پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا ہے :-

"مَیں چاہتا ہوں کہ تمام جماعت کثرت کے ساتھ تسبیح، تحمید اور درود پڑھنے والی بن جائے اس طرح پر کہ ہمارے بڑے، مرد ہوں یا عورتیں، (روزانہ) کم از کم دوسو بار یہ تسبیح تحمید اور درود پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا ہے یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ اور ہمارے نوجوان پندرہ سال سے پچیس سال کی عمر کے ایک سو بار یہ تسبیح اور درود پڑھیں۔ اور ہمارے بچے سات سال سے پندرہ سال تک (کی عمر کے) تینتیس ۳۳ دفعہ یہ تسبیح اور درود پڑھیں۔ اور ہمارے بچے اور بچیاں جن کی عمر سات سال سے کم ہے جو ابھی پڑھنا بھی نہیں جانتے اُن کے والدین یا اُن کے سرپرست، اگر والدین نہ ہوں، ایسا انتظام کریں کہ ہر وہ بچہ یا بچی جو کچھ بولنے لگ گئی ہے، لفظ اُٹھانے لگ گئی ہے، اُن سے تین ۳ دفعہ کم از کم یہ تسبیح اور درود کہلوایا جائے۔" (الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء)

اس نہایت ہی بابرکت تحریک پر بحمد اللہ یکم محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۶۸ء سے عمل شروع ہو چکا ہے۔ اُس وقت سے ہی ہر عمر کے افرادِ جماعت حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں روزانہ کم از کم اپنی مقررہ تعداد میں اس مختصر لیکن نہایت جامع اور مکمل دعا کا وِرد کر رہے ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو یہ تحریک بنیادی اہمیت کی حامل ایک نہایت عظیم الشان تحریک ہے۔ اسکی اہمیت اِس امر سے ہی عیاں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ برحق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاص خدائی القاء کے ماتحت جاری فرمایا ہے اور اس لئے جاری فرمایا ہے کہ غلبۂ اسلام کی جدوجہد کو اَور زیادہ نتیجہ خیز اور ثمراتِ حسنہ کا حامل بنانے کے لئے فی زمانہ خدائی منشاء کے بموجب دیگر فرائض بجالانے کے ساتھ ساتھ تسبیح و تحمید اور درود پر خاص زور دینے کی ضرورت ہے۔

یوں تو مسلمانوں کے لئے قرآن مجید میں بیان کردہ جملہ اوامر و نواہی اور دیگر شرعی احکام کی پابندی ضروری ہے لیکن بعض مخصوص اوقات میں اُن کے مخصوص تقاضوں کے پیش نظر بعض نیک اعمال پر نسبتاً زیادہ زور دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ جماعتِ مومنین کو اِس امر کا علم کہ بہ اقتضائے وقت کن نیک اعمال پر زیادہ زور دینا ضروری ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور من اللہ اور اس کے بعد آنے والے خلفاء کے ذریعہ دیا جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اللہ، رسول اور اولو الامر تینوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اللہ کی اطاعت یہ ہے کہ اس نے قرآن مجید میں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں بدل و جان کیا جائے اور جن افعال سے مجتنب رہنے کی تاکید فرمائی ہے ان سے ہر طور اجتناب اختیار کیا جائے۔ اور رسول اور اولو الامر کی اطاعت اِس امر پر دلالت کرتی ہے کہ زمانہ اور حالات کے تقاضے کے بموجب نیک اعمال میں سے جن پر نسبتاً زیادہ زور دینے کی ضرورت ہو اور مامور من اللہ یا اُس کے خلفاء اپنے اپنے زمانہ میں اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر جماعتِ مومنین کو اُن پر زور دینے کی تلقین کریں سب مومن اُن کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان اعمال کو زیادہ تعہد اور زیادہ جذبہ و جوش کے ساتھ بجالانے کے لئے مستعد ہو جائیں۔ مثال کے طور پر نماز پڑھنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور انفاق فی سبیل اللہ کے دیگر احکام خدائی احکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کا اپنی کتاب میں خود حکم دیا ہے اسی لئے ان کی کما حقہٗ بجا آوری اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہلاتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا مبعوث کردہ مامور یا اُس کے خلفاء اپنے اپنے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اُس کے اِذن کے ماتحت یہ حکم دیں کہ آج دین کی سربلندی کے لئے نمازوں پر نسبتاً زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے یا یہ کہ آجکل خدا کی راہ میں بہت زیادہ مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے یا یہ کہ اِس وقت اسلام کے دفاع کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کی ضرورت ہے تو پھر اس مخصوص نیک عمل میں زیادہ تعہد کے ساتھ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا مظاہرہ اطاعتِ رسول یا اطاعتِ اولو الامر کہلائے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اللہ اور رسول اور اولو الامر تینوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اِس نکتہ کو واضح کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"جب بھی خلافت ہوگی اطاعتِ رسول بھی ہوگی کیونکہ اطاعتِ رسول یہ نہیں کہ نمازیں پڑھو یا روزے رکھو یا حج کرو، یہ تو خدا کے احکام کی اطاعت ہے۔ اطاعتِ رسول یہ ہے کہ جب وہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہے تو سب لوگ نمازوں پر زور دینا شروع کر دیں، اور جب وہ کہے کہ اب زکوٰۃ اور چندوں کی ضرورت ہے تو وہ زکوٰۃ اور چندوں پر زور دینا شروع کر دیں، اور جب وہ کہے کہ اب جانی قربانی کی ضرورت ہے یا وطن کو قربان کرنے کی ضرورت ہے تو وہ جانیں اور اپنے وطن قربان کرنے (چھوڑنے) کے لئے کھڑے ہو جائیں۔" (تفسیر کبیر جلد ۶ جزو اول تفسیر سورہ نور صفحہ ۳۶۷)

پس جب بھی مامور من اللہ یا اس کے خلفاء اپنے اپنے زمانہ میں اپنے متبعین کو موقع اور محل کی مناسبت اور بہ اقتضائے وقت خدائی احکام میں سے کسی خاص حکم پر زیادہ زور دینے کی تلقین کرتے ہیں تو اس وقت وہ نیک عمل بدرجۂ اولیٰ عملِ صالح شمار ہونے لگتا ہے اور عملِ صالح ہی وہ عمل ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی فلاح کو وابستہ ٹھہرایا ہے۔ پس ایسا عمل جس پر زور دینے کی مامور من اللہ یا اس کے خلفاء تلقین کریں بدرجۂ اولیٰ عملِ صالح ہوتے ہوئے مومنوں کی کامیابی اور فلاح کا ایک حتمی ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس وقت ان کی فلاح اس عملِ صالح کی کمال تعہّد اور جذبہ و جوش کے ساتھ بجا آوری کے ساتھ ہی وابستہ ہوتی ہے۔

اس نقطۂ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جماعت کو موجودہ حالات میں تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے پر خاص زور دینے کی تلقین کرنا کوئی معمولی تلقین نہیں ہے۔ ہمارے لئے اس کی کمال تعہد اور التزام کے ساتھ بجا آوری وہ خاص عملِ صالح ہے جس کے ساتھ غلبۂ اسلام کی جدوجہد اور اس راہ میں ہماری تمام تر قربانیوں کا پہلے سے بہت بڑھ کر نتیجہ خیز اور مثمر ثمرات ہونا وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضور ایدہ اللہ سے یہ تحریک اس لئے کرائی ہے تاکہ ہم غلبۂ اسلام کی جدوجہد کے موجودہ مرحلہ میں تسبیح و تحمید اور درود پر زور دے کر اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کو جذب کریں اور اسلام کے کامل غلبہ اور فتح کے دن کو قریب سے قریب تر لا کر فلاحِ عظیم سے ہمکنار ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآنی ہدایت کے بموجب کثرت کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرنا اور اس کی عظیم الشان برکات سے متمتع ہونا روحانی ارتقاء کا ایک نہایت ہی اہم ذریعہ ہے لیکن حضور ایدہ اللہ نے اس وقت اس پر خاص زور دینے

کی تحریک اس کے علاوہ ایک اَور عظیم الشان مقصد کے پیشِ نظر بھی فرمائی ہے اور وہ ہے غلبۂ اسلام کے دن کو قریب سے قریب تر لانا۔ چنانچہ حضور نے اس بابرکت تحریک کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

"جماعت کو چاہیئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور کم از کم مذکورہ تعداد میں (اور زیادہ سے زیادہ جس کو جتنی بھی توفیق ملے) اس ذکر و درود کو پڑھے اور اس احساس کے ساتھ پڑھے کہ بڑی ذمہ داری ہے ہم پہ تسبیح و تحمید اور درود پڑھنے کی۔ انسان اس وقت بڑے نازک دَور میں سے گزر رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اور آپ ہی رحمتوں اور برکتوں کو کھینچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا لازمی ہے۔

یاد رکھیں کہ جس وقت ہم نے دنیا کی فضاؤں کو خدا کے ذکر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پُر کر دیا اُس وقت شیطانی آواز خود بخود ان فضاؤں میں دب جائے گی اور اسلام غالب آجائے گا۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اس طریق پر جو میں بتا رہا ہوں تسبیح اور تحمید کریں اور درود پڑھیں۔ اس کے علاوہ دوسرے طریقوں پر بھی درود پڑھنا چاہیئے جیسا کہ نماز میں ہم پڑھتے ہیں لیکن ساری جماعت پر میں فرض قرار دیتا ہوں کہ اس طریق پر کہ بڑے کم از کم دو سو بار، جوان سو بار، بچے تینتیس بار، اور جو بہت ہی چھوٹے ہیں وہ تین دفعہ دن میں تحمید اور درود پڑھیں۔ اس طرح کروڑوں صوتی لہریں خدا تعالیٰ کی حمد اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے نتیجہ میں فضا میں گردش کھانے لگ جائیں گی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہیئے کہ اے خدا! تو ہمیں توفیق عطا کر کہ ہماری زبان سے تیری حمد اس کثرت سے نکلے اور تیرے محبوب محمدؐ پہ ہماری زبان سے درود اس کثرت سے نکلے کہ شیطان کی ہر آواز ان لہروں کے نیچے دب جائے اور تیرا ہی نام دنیا میں بلند ہو اور ساری دنیا تجھے پہچاننے لگے۔" (الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء)

الغرض بکثرت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنے کی یہ تحریک بنیادی اہمیت کی حامل، نہایت ہی بابرکت اور ایک عظیم الشان تحریک ہے۔ یہ وہ امر ہے جس پر فی زمانہ غلبۂ اسلام کی جدوجہد اور اس راہ میں ہماری قربانیوں کے نتیجہ خیز اور بارآور ہونے کا دار و مدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ برحق سے یہ تحریک موجودہ وقت کے ایک اہم تقاضے کو

پورا کرنے کے لئے جاری کرائی ہے۔ اور وہ تقاضا یہ ہے کہ ہم غلبۂ اسلام کی جد و جہد کو پورے جذبہ و جوش سے جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے پر خاص زور دیں تا اللہ تعالےٰ ہمیں غیر معمولی رنگ میں اپنی تائید و نصرت سے نوازے اور اسلام کو دنیا بھر میں غالب کر کے ہمیں محض اپنے فضل سے فائز المرام فرمادے۔

جب تسبیح و تحمید اور درود شریف بکثرت پڑھنے کی یہ تحریک بنیادی اہمیت کی حامل نہایت ہی بابرکت تحریک ہے اور اس کے ساتھ ہماری روحانی ترقی و فلاح اور غلبۂ اسلام کا ظہور وابستہ ہے تو پھر ہمارا یہ اوّلین فرض ہے کہ ہم بکثرت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیج بھیج کر اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ دکھانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں دنیا کے ہر حصّہ میں احمدی احباب پُورے تعہد اور التزام کے ساتھ اور بڑی کثرت کے ساتھ تسبیح و تحمید اور درود پر مشتمل اُس دُعا کا ورد کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سکھلائی ہے تاہم جس تحریک کا تعلق جماعت کے ہر فرد حتّٰی کہ نو عمر بچوں اور بچیّوں تک سے ہو اس پر عملدرآمد میں اس امر کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ کہیں جماعت کا کوئی طبقہ بالخصوص بچے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اِس پر عمل کرنے میں کچھ عرصہ کے بعد غفلت برتنی نہ شروع کر دیں۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اِس نہایت ہی بابرکت تحریک کی رُوح اور اصل غرض و غایت کو بچوں پر بھی اچھی طرح واضح کرتا رہے اور کمال تعہد کے ساتھ نہ صرف خود اس پر عمل پیرا ہو بلکہ اِس بات کی نگرانی بھی کرے کہ گھر کا ایک ایک فرد اس پر کماحقّہٗ عمل پیرا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد اِس کثرت سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری زبانوں سے درود اِس کثرت سے نکلے کہ شیطان کی ہر آواز تسبیح و تحمید اور درود کی لہروں کے نیچے دب جائے۔ اللہ ہی کا نام دنیا میں بلند ہو اور ساری دنیا اللہ کو پہچاننے لگے۔ اللّٰھمّ اٰمین ثمّ اٰمین ✦

(کلمات طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

انسان کی نیک بختی یہی ہے کہ خدا کو ہر ایک چیز پر مقدّم رکھے

جو خدا کو پسند کرتا ہے اُس کو خدا بھی ملتا ہے اور اُس کی خواہش بھی پوری ہو کر رہتی ہے

پس اُسی سے دل لگاؤ اور دوسری سب چیزوں کو اُسکے مقابلہ میں ہیچ سمجھو

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کو ہر ایک چیز پر مقدّم رکھنے، اُسی سے دل لگانے اور دوسری سب چیزوں کو اُس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"وہ ایمان کیا ہے اگر کوئی شخص کسی چیز کو یا کسی انسان کو خدا پر مقدم کرلے۔ جب تک ہر ایک چیز پر خدا کو مقدم نہ کیا جائے تو وہ شرک کہلاتا ہے۔ دیکھو ہمیں دو دفعہ موقعہ پیش آیا ہے۔ ایک دفعہ تو مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر جبکہ نہایت زور سے دعا مانگنے کے بعد الہام ہوا

اِنَّ الْمَنَایَا لَا تَطِیْشُ سِھَامُھَا

اور پھر بھی دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا تو الہام ہوا کہ

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ

یعنی اس شخص نے مرنا ضرور ہے اور عبادت کے لائق وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ یعنی زندہ رہنے والا وہی ہے اس سے دل لگاؤ۔ پس ایمانداری تو یہی ہے کہ خدا سے خاص تعلق رکھا جائے اور دوسری سب چیزوں کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھا جائے۔ اور جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہیں کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بُت پرستی ہے۔

بُت پرستی کے یہی تو معنے نہیں کہ ہندوؤں کی طرح بُت لے کر بیٹھ جائے اور اس کے آگے سجدہ کرے۔ حد سے زیادہ پیار و محبت بھی عبادت ہی ہوتی ہے۔ ہمیں تو بچپن سے اس بات کی سمجھ

آگئی تھی اور اب بھی ہمارا لڑکا مبارک احمد فوت ہو گیا ہے اور اگر ایک مبارک کی جگہ لاکھ مبارک بھی آجائے اور خدا تعالیٰ فرمائے کہ یا ان کی طرف جاؤ یا ہماری طرف تو قسم بخدا ایک منٹ کے لئے یا ایک سیکنڈ کے لئے بلکہ اس کے ہزارویں حصہ کے لئے کبھی دل میں یہ خیال نہ پیدا ہو کہ اُس کی طرف نہ جائیں اور مبارک احمد کی طرف چلے جاویں۔ اولاد چیز کیا ہے۔ بچپن سے ماں اس پر جان فدا کرتی ہے مگر بڑے ہو کر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لڑکے اپنی ماں کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس سے گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ پھر اگر فرمانبردار بھی ہوں تو دُکھ اور تکلیف کے وقت وہ اُس کو ہٹا نہیں سکتے۔ ذرا سا پیٹ میں درد ہو تو تمام عاجز آجاتے ہیں۔ نہ بیٹا کام آسکتا ہے نہ باپ، نہ ماں، نہ کوئی اور عزیز۔ اگر کام آتا ہے تو صرف خدا۔ پس اُن کی اس قدر محبت اور پیار سے فائدہ کیا جس سے شرک لازم آئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ۔ اولاد اور مال انسان کے لئے فتنہ ہوتے ہیں۔ دیکھو اگر خدا کسی کو کہے کہ تیری کُل اولاد جو مر چکی ہے زندہ کر دیتا ہوں مگر پھر میرا تجھ سے کچھ تعلق نہ ہوگا تو کیا اگر وہ عقلمند ہے اپنی اولاد کی طرف جانے کا خیال بھی کریگا؟

پس انسان کی نیک بختی یہی ہے کہ خدا کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھے۔ جو شخص اپنی اولاد کی وفات پر بُرا مناتا ہے وہ بخیل بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ اس امانت کے دینے میں جو خدا تعالیٰ نے اس کے سپرد کی تھی بخل کرتا ہے اور بخیل کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ اگر وہ جنگل کے دریاؤں کے برابر بھی عبادت کرے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ پس ایسا شخص جو خدا سے زیادہ کسی چیز کی محبت کرتا ہے اس کی عبادت نماز روزہ بھی کسی کام کے نہیں۔ حضرت ایوبؑ کی طرف دیکھو کہ وہ کیسے صابر تھے۔ خدا تعالیٰ نے اُن کا ذکر قرآن شریف میں بھی کیا ہے کہ وہ میرا ایک صابر بندہ ہے۔ پہلی کتابوں میں اُن کا ذکر بالتفصیل لکھا ہے کہ شیطان نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ ایوب کیوں صبر نہ کرے کہ اُس کو تُو نے مال دیا ہے، دولت دی ہے، غلام دیئے ہیں، نوکر چاکر دیئے ہیں، اولاد دی ہے، بیوی دی ہے، صحت دی ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تُو اس کو آزما۔ اس پر پہلے تو اُس کی بھیڑ بکریاں ماری گئیں، پھر بڑے بڑے جانور مارے گئے مگر پھر بھی حضرت ایوبؑ نے صبر سے کام لیا۔ اس پر شیطان نے کہا کہ ابھی اس کے پاس دولت اور غلام اور اولاد ہے وہ صبر کیوں نہ کرے۔ اس پر اُس کے غلام بھی مر گئے پھر بھی انہوں نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے سب کچھ ہلاک ہو گیا۔ ایک وہ اور اُن کی بیوی رہ گئیں۔ پھر بھی شیطان نے کہا کہ ابھی اُن کی صحت درست ہے۔ اس پر اُن کو جذام ہو گیا یعنی کوڑھ ہو گیا۔ پھر بھی انہوں نے صبر سے کام لیا۔ پس جب وہ اس طرح

صابر اور صادق ثابت ہوئے تو خدا تعالیٰ نے اُن کو آگے سے بھی زیادہ مال و دولت، غلام، لونڈیاں اور اولاد عطا فرمائی اور صحت بھی عطا فرمائی۔

پس جب انسان صبر سے کام لے تو اس کو سب کچھ ہی مل رہتا ہے۔ انسان کو چاہیئے جو کام کرے خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق کرے۔ شیخ سعدی صاحب کیا عمدہ فرماتے ہیں ؎

کہ بے حکم شرع آب خوردن خطا است

اگر خوں بہ فتویٰ بریزی روا است

یعنی اگر تم خدا تعالیٰ کے منشاء کے برخلاف پانی پیو تو وہ گناہ ہے لیکن اگر اس کے حکم کے مطابق خون بھی کردو تو وہ جائز ہے۔

پس مَیں تم کو سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا کے سوا جس چیز کی انسان خواہش کرتا ہے نہ وہ اس کو ملتی ہے نہ خدا کیونکہ اس کے سوا ہر ایک چیز فانی ہے لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کو پسند کرتا ہے اُس کو خدا بھی ملتا ہے اور دوسری چیزیں بھی ملتی ہیں اور اس کی جو خواہش ہوتی ہے وہ پُوری ہو کر رہتی ہے۔ اب مَیں نے جو کچھ خدا کے لئے کہنا تھا وہ کہہ چکا تم کو چاہیئے کہ اپنے دین کی حفاظت کرو۔"

(ملفوظات، جلد دہم صفحہ ۲۳۰ - ۲۳۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پُوری اطلاع ملے کہ اُس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپؐ نے آکر کیا کیا تو انسان وجد میں آکر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ اٹھتا ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پُوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریمؐ نے کیا کیا ورنہ وہ کیا بات تھی جو آپؐ کے لئے خصوصاً فرمایا گیا اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔"

(الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۱ء)

عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فَحَضَرْتُ حَمَّالًا كُئُوسَ شِفَاءٍ
(مَیں شفاء کے پیالے اُٹھا کر پہنچ گیا)

فُقِدَتْ مُرَادَاتِیْ بِزَمَنٍ لَذَاذَةٍ   فَوَجَدْتُهَا فِیْ فُرْقَةٍ وَّصِلَاءٍ

جوانی کے زمانہ سے میرے نفس کی خواہشات ختم ہوگئیں۔ پھر مَیں نے ان کو جُدائی اور سوز کے وقتوں میں پایا۔

لَوْلَا مِنَ الرَّحْمٰنِ مِصْبَاحُ الْهُدٰی   كَانَتْ زُجَاجَتُنَا بِغَيْرِ صَفَاءٍ

اگر رحم کرنے والے خدا کی طرف سے ہدایت کا چراغ نہ ہوتا۔ تو ہمارا لیمپ بے صفائی کے رہ جاتا۔

اِنِّیْ اَرٰی فَضْلَ الْكَرِيْمِ اَحَاطَنِیْ   فِی النَّشْاَةِ الْاُخْرٰی وَفِی الْاِبْدَاءِ

مَیں دیکھتا ہوں کہ خدائے کریم کے فضل نے ابتدائی زندگی میں اور دوسری زندگی میں میرا احاطہ کیا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْطَانِیْ حَدَائِقَ عِلْمِهٖ   لَوْلَا الْعِنَايَةُ كُنْتُ كَالسُّفَهَاءِ

اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے علم کے باغ دیئے ہیں۔ اگر یہ عنایت نہ ہوتی تو مَیں نادان کی طرح ہوتا۔

وَقَدِ اقْتَضَتْ زَفَرَاتُ مَرْضٰی مَقْدَمِیْ   فَحَضَرْتُ حَمَّالًا كُئُوسَ شِفَاءٍ

مریضوں کی چیخوں نے میرے آنے کا تقاضا کیا ہے۔ سو مَیں شفاء کے پیالے اُٹھا کر پہنچ گیا۔

اَللّٰهُ خَلَّاقِیْ وَمُهْجَةُ مُهْجَتِیْ   حِبٌّ فَدَتْهُ النَّفْسُ كُلَّ فِدَاءٍ

اللہ ہی میرا خالق اور میری جان کی جان ہے۔ وہ ایسا محبوب دوست ہے کہ میری جان پورے طور پر اس پر فدا ہو جاتی

مَا بَقِیَ فِیْ قَلْبِیْ سِوَاهُ تَصَوُّرٌ   غَمَرَتْ اَيَادِی اللّٰهِ وَجْهَ رَجَائِیْ

میرے دل میں اس کے سوا کوئی تصور باقی نہیں رہا۔ خدا کی نعمتوں نے میری خواہشوں کے منہ کو ڈھانپ دیا ہے

(منن الرحمٰن)

فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا را باش و از دل پیشۂ خود گیر طاعت را

(تُو خدا کا ہو جا اور دِل سے اُس کی فرمانبرداری اختیار کر)

اگر خواہی کہ یابی در دو عالم جاہ و دولت را　　　خدا را باش و از دل پیشۂ خود گیر طاعت را

اگر تُو چاہتا ہے کہ دونوں جہان میں عزّت اور دولت حاصل کرے تو خدا کا ہو جا اور دل سے اس کی فرمانبرداری اختیار کر

غلامِ درگہش باش و بعالم پادشاہی کُن　　　نباشد بیم از غیرے پرستارانِ حضرت را

اُس درگاہ کا غلام بن اور دنیا پر حکومت کر۔ کہ خدا پرستوں کو اُس کے غیر سے خوف نہیں ہوتا۔

تُو از دل سُوئے یارِ خود بیا تا نیز یار آید　　　محبّت مے کشد با جذبِ روحانی محبّت را

تُو دل سے اپنے یار کی طرف آجا تاکہ وہ بھی تیری طرف آئے۔ کیونکہ جذبِ روحانی کی وجہ سے ایک محبّت دوسری محبت کو کھینچتی ہے۔

خدا در نصرتِ آنکس بود کو ناصرِ دین است　　　ہمیں افتادہ آئیں از ازل درگاہِ عزّت را

خدا اُس کی مدد میں لگا رہتا ہے جو اُس کے دین کا ناصر ہو۔ ہمیشہ سے اس درگاہِ ربّ العزّت کا یہی قانون ہے

اگر باور نمے آید بخواں ایں واقعاتم را　　　کہ تا بینی تو در ہر مشکلم انواعِ نصرت را

اگر تجھے یقین نہیں آتا تو میرے اِن واقعات کو پڑھ۔ تاکہ تُو میری ہر مشکل کے وقت خدا کی طرح طرح کی نصرتوں کو دیکھ لے۔

ہر آں کو یابد از درگاہ از خدمت ہمی یابد　　　کہ غفلت را سزائے ہست و اجرے ہست خدمت را

جو شخص بھی اس کی درگاہ سے کچھ پاتا ہے وہ خدمت سے پاتا ہے کیونکہ ہر غفلت کے لئے سزا مقرر ہے اور ہر خدمت کیلئے جزا مقرر ہے

من اندر کارِ خود حیرانم و رازش نمے دانم　　　کہ من بے خدمتے دیدم چنیں نعماء و حشمت را

مگر مَیں اپنے معاملہ میں حیران ہوں اور اس کا بھید نہیں جانتا کیونکہ مَیں نے بغیر کسی خدمت کے ایسی نعمتیں اور عزّتیں حاصل کر لیں۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

ذکر الٰہی کے دو نہایت ضروری طریق!

معیّن رنگ میں اور غیر معیّن رنگ میں ہر دو طرح خدا کو یاد کرنا ضروری ہے

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ الشعراء کی آیت اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے ذکر الٰہی کے دو نہایت ضروری طریقوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ حضورؓ نے واضح فرمایا ہے کہ ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ معیّن رنگ میں بھی اور غیر معیّن طور پر بھی ہر دو طرح خدا کو یاد کرے کیونکہ یہ دونوں چیزیں مل کر ایک مومن کے عشق کو مکمل کرتی ہیں۔ حضورؓ فرماتے ہیں:-

"مومنوں کی دوسری خصوصیت اس آیت میں بتائی گئی ہے کہ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا وہ اللہ تعالیٰ کا بڑی کثرت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ دنیا میں بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جو صرف اُس وقت ذکر کی طرف توجہ قائم رکھ سکتی ہیں جب وہ اکیلے ذکر میں مشغول ہوں اور بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جو دوسروں کو ذکر کرتا دیکھیں تب اُن میں ذکر کرنے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انفرادی اور جماعتی دونوں قسم کے ذکر نمازوں میں جمع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ظہر اور عصر کی نمازیں اس طرح پڑھی جاتی ہیں کہ ہر شخص اپنا اپنا ذکر کر رہا ہوتا ہے۔ امام اپنے طور پر خاموشی سے ذکر کر رہا ہوتا ہے اور مقتدی خاموشی سے اپنے طور پر ذکر کر رہے ہوتے ہیں لیکن مغرب، عشاء اور فجر کے وقت اللہ تعالےٰ نے یہ طریق مقرر کر دیا کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھے تو تم بھی سورۃ فاتحہ پڑھو مگر جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔ غرض نماز میں بھی اللہ تعالےٰ نے ایسا طریق رکھا ہے کہ بعض جگہ لوگوں کو کلیۃً امام کے تابع کر دیا ہے، امام کہتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَر تو مقتدی بھی کہتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَر، امام رکوع میں جاتا ہے تو مقتدی بھی رکوع میں چلا جاتا ہے، امام سجدہ میں جاتا ہے تو مقتدی بھی سجدہ میں جھک جاتا ہے۔ لیکن جو خاموشی کا حصہ ہوتا ہے اُس میں ہر شخص آزاد ہوتا ہے، مقتدی کوئی دُعا مانگ رہا ہوتا ہے

اور امام کوئی دُعا مانگ رہا ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دونوں طبائع کا علاج کر دیا۔ اُن کا بھی جو دوسروں کو ذکر میں مشغول دیکھ کر ذکر کرنے کی عادی ہوتی ہیں اور اُن کا بھی جنہیں اس وقت عبادت میں لذّت آتی ہے جب وہ علیحدہ ہوں۔ چنانچہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں مجلس میں دعا کرتے وقت رِقت آتی ہی نہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جونہی وہ کسی کی چیخ سُنتے ہیں اُن کی بھی چیخیں نکل جاتی ہیں۔ پہلے انہیں جوش نہیں آتا لیکن دوسرے کی گریہ وزاری دیکھ کر انہیں بھی رونا آجاتا ہے۔

کامل مومن وہ ہوتا ہے کہ جب وہ علیحدہ بیٹھتا ہے تب بھی خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جب مجلس میں بیٹھتا ہے تب بھی اس کا ذکر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے انفرادی ذکر پر بھی بڑا زور دیا ہے اور اجتماعوں کے مواقع پر بھی ذکرِ الٰہی پر زور دیا ہے۔ چنانچہ جب مسلمان حج کے لئے جاتے ہیں تو وہاں بھی ذکرِ الٰہی ہوتا ہے، عیدین کے لئے جاتے ہیں تو وہاں بھی ذکرِ الٰہی ہوتا ہے، شادی اور بیاہ کے لئے جاتے ہیں تو وہاں بھی ذکرِ الٰہی ہوتا ہے، جنازہ کے لئے جاتے ہیں تو وہاں بھی ذکرِ الٰہی ہوتا ہے۔ گویا ہر قسم کے اجتماعوں کو بابرکت بنانے کا نسخہ اسلام نے یہی بتایا ہے کہ ذکرِ الٰہی پر زور دیا جائے۔ اس کے مقابلہ میں انفرادی ذکر کی اہمیت بھی اسلام نے بار بار بتائی ہے۔ یہاں تک کہ کھانا کھاتے وقت، کھانے سے فارغ ہوتے وقت، سوتے وقت، جاگتے وقت، سفر پر جاتے وقت، سفر سے آتے وقت، غم کے وقت، خوشی کے وقت، مسجد میں آتے وقت اور مسجد سے جاتے وقت، بلندی پر چڑھتے وقت اور بلندی سے اُترتے وقت۔ اسی طرح آئینہ دیکھتے وقت، کپڑے بدلتے وقت، نیا چاند دیکھتے وقت، یہاں تک کہ بیوی کے پاس جاتے وقت بھی دُعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی تاکید کی ہے۔ اور پھر فرمایا ہے کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیا کرو ورنہ تمہارا کام بے برکت ہو جائے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، تینتیس (۳۳) دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس (۳۴) دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ لیا کرو۔ مگر اسلام نے یہ بھی کہا ہے کہ مومن کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور وہ صرف تینتیس یا چونتیس دفعہ تسبیح و تحمید کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ بات بات پر وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ یا اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے رہتے ہیں۔ درحقیقت اگر غور سے کام لیا جائے تو یہ دونوں باتیں ہی ضروری تھیں۔ کیونکہ عشق میں انسان کی دونوں حالتیں ہوتی ہیں۔ عشق میں ایک حالت تو وہ ہوتی ہے جب انسان اَور کاموں سے فارغ ہو کر اپنے محبوب سے باتیں کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور عشق کی دوسری حالت یہ ہوتی

ہے کہ وہ خواہ اَور کاموں میں مشغول رہے اُس کا دل اپنے محبوب کی طرف ہی رہتا ہے ۔ پس عشق دونوں باتوں کا تقاضہ کرتا ہے ۔ عشق یہ بھی چاہتا ہے کہ عاشق اپنے معشوق کے لئے اَور کاموں سے فارغ ہو جائے اور عشق یہ بھی چاہتا ہے کہ عاشق اپنے معشوق کا ہر وقت ذکر کرتا رہے ۔ پس چونکہ یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں اِس لئے اسلام نے بعض جگہ تسبیح و تحمید کی ایک معیّن مقدار بھی مقرر کر دی اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ مومن صرف اِس تعداد پر انحصار نہیں رکھتے بلکہ وہ اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالےٰ کو یاد کرتے ہیں اور ہر وقت اُن کی زبانیں ذکر الٰہی سے تر رہتی ہیں ۔ اِس طرح یہ دونوں چیزیں مل کر ایک مومن کے عشق کو مکمّل کرتی ہیں ۔ اگر اسے یہی خیال آتا رہے کہ میں فلاں وقت میں ذکر کروں گا آگے پیچھے نہیں کروں گا تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ اپنے اوقات کو کلّی طور پر خدا تعالیٰ کی یاد میں صرف کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ وہ اِس بات کا منتظر رہتا ہے کہ مقررہ وقت آئے تو وہ ذکر کرے ۔ حالانکہ مومن وہی ہے جو ہر حالت میں خدا تعالےٰ کو یاد رکھتا ہے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی بزرگ کا یہ مقولہ سُنایا کرتے تھے کہ "دست در کار و دل بایار" یعنی انسان کے ہاتھ تو کاموں میں مشغول ہونے چاہئیں لیکن اس کا دل اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے ۔ اِسی طرح ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ میں کتنی دفعہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا کروں تو انہوں نے کہا کہ "محبوب کا نام لینا اور پھر گن گن کر" تو اصل ذکر وہی ہے جو اَن گنت ہو ۔ مگر ایک معیّن وقت مقرر کرنے میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ انسان اُس وقت اپنے محبوب کے لئے اَور کاموں سے بالکل الگ ہو جاتا ہے ۔ اور چونکہ یہ دونوں حالتیں ضروری ہیں اِس لئے صحیح طریق یہی ہے کہ معیّن رنگ میں بھی ذکر الٰہی کیا جائے اور غیر معیّن طور پر بھی اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالےٰ کو یاد کیا جائے اور اس کے فضلوں اور احسانات کا بار بار ذکر کیا جائے ۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصّہ دوم صفحہ ۴۹۵ تا ۴۹۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ سے پُورے تذلّل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اسے سچّی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے ۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۲۰)

خلافتِ راشدہ کے تقاضے

(مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ احمدیہ حیدرآباد)

خلافتِ راشدہ وہ خلافت ہے جو نبی کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ قائم کرتا ہے۔ بظاہر تو انتخاب مومن کرتے ہیں مگر درحقیقت اس انتخاب میں خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے خلافت کو قائم کرتا اور جماعتِ مومنین میں سے ایک کو جو اس کی نگاہ میں برگزیدہ ہوتا ہے اسے خلافت کی خلعت پہناتا ہے۔ خلافتِ راشدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور کی پیشگوئی کے مطابق تیس سال تک قائم رہی۔ پیشگوئی میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ کے آخری دور میں مسیح موعود کو مبعوث فرمائے گا اور اس کے ذریعہ دوبارہ خلافتِ راشدہ کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلافت کو "قدرتِ ثانیہ" بھی قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ :-

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔"

(الوصیت صے)

چنانچہ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خلافتِ راشدہ اور قدرتِ ثانیہ کے پہلے مظہر تھے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ دوسرے مظہر تھے اور اِس وقت ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدرتِ ثانیہ اور خلافتِ راشدہ کے مظہرِ ثالث کے دور میں ہیں۔

خلافتِ راشدہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی شرط رکھی ہے یعنی یہ کہ جب تک مسلمان ایمان بالخلافت اور اس کے مناسبِ حال اعمال پر قائم رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کے اندر خلافت کو قائم رکھے گا۔ یہ ایک انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نبی کی تیار کردہ جماعت کو عطا کرتا ہے۔ اِس انعام کو دائمی طور پر قائم رکھنے کے چند تقاضے

ہیں جن کو عملی جامہ پہنانے سے یہ انعام قائم و دائم رہ سکتا ہے۔

۱۔ خلافت کے استحکام، حفاظت اور مضبوطی کے لئے جدّوجہد

سب سے پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ خلافت کے ساتھ نہ صرف گہری اور پرخلوص وابستگی قائم کی جائے بلکہ اس کی حفاظت، استحکام اور مضبوطی کے لئے سعی کرنے میں جماعت کا ہر فرد ہر لحظہ کمربستہ رہے۔ جماعت میں سے ہر شخص پختہ عہد کرے کہ خلافت کے استحکام کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے گا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ۲۴ رجنوری ۱۹۶۱ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کے تمام افراد کو کھڑا کر کے مندرجہ ذیل عہد لیا تھا:۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم اٰمین۔ اللّٰھم اٰمین اللّٰھم اٰمین۔"

(الفضل ۱۱ر فروری ۱۹۶۱ء)

پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اب چونکہ خدا تعالیٰ نے پھر اپنے فضل سے مسلمانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ میں خلافت قائم کی ہے اسلئے میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو اور

خلافت کے قیام کے لئے قربانیاں کرتے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خلافت تم میں ہمیشہ رہے گی۔ خلافت تمہارے ہاتھ میں خدا نے دی ہے اسی لئے ہے تا وہ کہہ سکے کہ میں نے اسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا اگر چاہتے تو یہ چیز تم میں قائم رہتی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ الہامی طور پر بھی قائم کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے یہ کہا کہ اگر تم خلافت کو قائم رکھنا چاہو گے تو میں بھی اسے قائم رکھوں گا۔ گویا اس نے تمہارے مُنہ سے کہلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ اب اگر تم اپنا مُنہ بند کر لو یا خلافت کے انتخاب میں اہلیت مدّنظر نہ رکھو تو تم اس نعمت کو کھو بیٹھو گے۔ پس مسلمانوں کی تباہی کے اسباب پر غور کرو اور اپنے آپ کو موت کا شکار ہونے سے بچاؤ۔ تمہاری عقلیں تیز ہونی چاہئیں اور تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں۔"

(تفسیر کبیر جلد ۶ حصّہ سوم صفحہ ۱۲)

پس خلافت کے استحکام اور مضبوطی کے لئے اور اسے دوام بخشنے کے لئے اخلاص، محبّت، اتّحاد و یگانگت اور پوری تندہی کے ساتھ جدوجہد کرنا جماعت کے ہر فرد کا فرض ہے اور اس فرض کی کماحقہٗ ادائیگی خلافت کا ایک اہم تقاضا ہے۔

۲- اطاعت و فرمانبرداری

خلافتِ راشدہ کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ امامِ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری کا کامل نمونہ دکھایا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (نساء)

یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولو الامر کی اطاعت کرو۔ یہاں اولو الامر سے مراد خلیفہ اور امامِ وقت ہے جو نبی کی نیابت میں احکامِ خداوندی کی تنفیذ کرتا ہے۔ اطاعت اگر اعلیٰ درجہ کی ہوگی تو جماعت میں اتحاد و یگانگت کے علاوہ پاکیزہ اعمال کا رنگ بھی اعلیٰ معیار پر پایا جائے گا اور بڑی سے بڑی کامیابی کا حصول آسان ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝

یعنی جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ یقیناً بہت بڑی کامیابی حاصل کریگا۔

احادیث میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی اطاعت پر خاص زور دیا

ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

مَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِيْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ

(بخاری کتاب الاحکام)

یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ فَتَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔　(مسند احمد)

یعنی تم میری سُنّت اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کی سُنّت کو اختیار کرنا۔ تم اس سنّت کو مضبوطی سے پکڑ لینا اور جس طرح کسی چیز کو دانتوں سے پکڑ لیا جاتا ہے اسی طرح اس سنّت سے چمٹے رہنا اور کبھی اس راستہ کو نہ چھوڑنا جو میرا ہے یا میرے خلفاء راشدین کا ہوگا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اطاعت اور اس کی برکات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّت اور یگانگت کی رُوح نہیں پھونکی جا سکتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہی تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزّل کے نشانات ہیں۔ مسلمانوں کے ضعف اور تنزّل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سِر ہے کہ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے۔ اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ ہو۔" (الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء)

اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے پھر ایک دفعہ کھول کر اس بات کو بیان کر دیا ہے تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ غفلت ہوگئی اور خیال نہ رہا۔ خوب یاد رکھو کہ اطاعت، اطاعت، اطاعت خلاصہ ہے دین کا۔

"....... وہ انسان جو اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرتا اور سلسلہ کے کام میں تعاون نہیں کرتا وہ اس خطرہ میں ہے کہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور بے دینوں اور کافروں کی موت مرے۔" (الفضل ۱۵ ؍جون ۱۹۴۴ء)

۳۔ جو شخص خلافت کے بالمقابل کھڑا ہوتا ہے اُس سے قطع تعلق کرو

خلافت راشدہ کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص خلافت کے بالمقابل کھڑا ہو کر جماعت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سعی کرے اس سے مبایعین کوئی واسطہ نہ رکھیں اور قطع تعلق کرلیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

"صحابہؓ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص خلافت کے بالمقابل کھڑا ہوتا ہے اُس سے قطع تعلق کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت جب بعض انصار نے سعد بن عبادہ کو دوسرا امام پیش کیا اور صحابہؓ نے دو امام تسلیم نہ کئے تو سعد نے بیعت سے احتراز کیا، گو احکام خلافت کے قبول کرنے سے انہوں نے کبھی احتراز نہ کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے متعلق فرمایا "اُقْتُلُوْا سَعْدًا" یعنی سعد سے قطع تعلق کر لو۔ چنانچہ صحابہؓ اُن سے بالکل قطع تعلق رکھتے تھے۔" (آئینہ صداقت ص۱۱)

پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتویٰ کے مطابق خلافتِ راشدہ کا یہ تقاضا ہے کہ ہم ہر اُس شخص سے قطع تعلق اور بیزاری کا اظہار کریں جو خلافت کے بالمقابل کھڑا ہوتا ہے۔

۴۔ اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ

خلافت کا چوتھا تقاضا یہ ہے کہ جماعت امام کے پیچھے رہ کر دین کی سربلندی کی جدوجہد میں حصہ لے۔ یہ جائز نہیں کہ جماعت کے لوگ ازخود کوئی اقدام کریں۔ حکم دینا امام کا کام ہے۔ وہ جس امر کے متعلق اعلان کرے جماعت اس کی طرف متوجہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ

یعنی امام ایک ڈھال کے طور پر ہوتا ہے اور جماعت اُس کے پیچھے لڑتی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

"امام جب چاہے اعلانِ جنگ کرے جب چاہے چُپ رہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اس کے

پیچھے رہیں۔ خود بخود کوئی حرکت نہ کریں۔ پس میں پھر جماعت کو نصیحت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہو گی۔ میں مصلحت کو سمجھتا ہوں۔ ہر بات کی دلیل بیان کرنا امام کے لئے ضروری نہیں۔ جرنیل اور کمانڈر کے ہاتھ میں سارا راز ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کہاں اور کس طرح حملہ کیا جائے۔ اگر وہ راز کھول دے تو دشمن اس کا توڑ سوچ لے اور ساری سکیم باطل ہو جائے۔ اگر کوئی شخص سچے طور پر بیعت کرتا ہے اور اتباع کا اقرار کرتا ہے تو اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اُسے اعتراض نہیں کرنا چاہیئے ورنہ بیعت چھوڑ دے کیونکہ وہ منافق ہے۔" (الفضل ۱۳ر مئی ۱۹۳۷ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں :-

"مومن کی ساری جنگیں امام کے پیچھے کھڑے ہو کر ہوتی ہیں۔ اگر ہم اس مسئلہ کو ذرا بھی بھلا دیں، اس کی قیود کو ڈھیلا کر دیں اور اس کی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دیں تو جس غرض کے لئے خلافت قائم ہے وہ مفقود ہو جائے گی۔ .... اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اُس کے پیچھے اُٹھاتا ہے، اپنی مرضی اور خواہشات کو اُس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے، اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اُس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اُس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔" (الفضل ۴ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

۵- امامِ وقت کی آواز کو دوسروں تک پہنچاؤ

خلافتِ راشدہ کا پانچواں تقاضا یہ ہے کہ ہر احمدی اپنے آپ کو دوسروں کی اصلاح کا ذمہ دار سمجھے اور امامِ وقت سے جو بات سنے وہ آگے پہنچائے۔ وہ اگلا شخص پھر آگے پہنچائے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور اس کے آخر میں آپ نے فرمایا :-

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

یعنی جو لوگ اس جگہ حاضر ہیں اور میری باتیں انہوں نے سُنی ہیں وہ آگے دوسروں تک پہنچائیں۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کو پُورا کرنے والا ہے اور وہ یقیناً سب سے زیادہ سچا ہے مگر وہ تبھی نشان دکھاتا ہے جب اس کے مقابلہ میں بندہ بھی قربانی پیش کرتا ہے۔ مگر یہ روح ابھی جماعت میں کہاں ہے؟ جب تک یہ احساس قائم نہ ہوجائے اور پھر اس احساس کو دوسروں کے اندر قائم نہ کیا جائے اُس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ خلیفہ آخر کیا کرسکتا ہے۔ وہ دو یا چار یا پانچ لاکھ یا دس لاکھ آدمیوں کو سمجھانے کے لئے ایک ایک گھر پر تو نہیں جا سکتا۔ اِس کا طریق تو یہی ہے کہ لوگ سُنیں اور آگے پہنچائیں، وہ سُنیں تو آگے پہنچائیں۔ جب تک وہی آگ ان کے دلوں میں بھی نہ لگ جائے، وہی تڑپ اُن کے دلوں میں بھی پیدا نہ ہوجائے جو خلیفۂ وقت کے دل میں لگی ہوئی ہے اور جب تک ایک ایک احمدی دوسرے کو پکڑ کر یہ نہ کہے کہ تم میں فلاں غلطی ہے اِس کی اصلاح کرو اُس وقت تک یہ کام ہو ہی کس طرح سکتا ہے .... ورنہ خلیفہ خلیفہ ہی ہے خدا نہیں .... پس جب ایک شخص سب دنیا تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکتا تو پھر کونسا طریق ہے جس سے لوگوں کی اصلاح ہو۔ وہ طریق یہی ہے کہ ہر احمدی اپنے آپکو دوسروں کی اصلاح کا ذمّہ وار سمجھے، وہ رات اور دن اِس کام میں لگا رہے اور اِس غرض کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہے۔ جب تم ایسا کرلو گے تو آسمان سے خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہونا شروع ہوجائے گا اور تمہاری کامیابی تمہارے سامنے آجائے گی۔" (تفسیر کبیر جلد ۶ حصہ ۳ صفحہ ۲۲۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا مونہہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور فرمانبرداری کے رنگ میں خدا اور اس کے رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ کہ بہتری اسی میں ہے۔"

(الحکم ۱۲ر مئی ۱۸۹۹ء)

حقیقی راحت اور سکونِ قلب

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

حقیقی راحت اور تسکینِ قلب حاصل کرنے کے لئے دنیا اموال و اسباب کو تلاش کرتی ہے۔ آرام و آسائش کے سامان مہیا کرنا چاہتی ہے اور لہو و لعب کے سامانوں میں اسے ڈھونڈتی ہے مگر پھر بھی حقیقی راحت اور تسکینِ قلب اس کے لئے گوہرِ نایاب بن کے رہ جاتی ہے۔ وہ دنیوی اموال اور عیش و طرب کے سامانوں میں حقیقی راحت نہیں پاتی بلکہ یہ اشیاء اور ناز و نعمت کی یہ چیزیں تسکین کی بجائے اس کی پریشانی میں اور اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ دنیا کے کروڑ پتی اور آرام و آسائش کے ہر طرح کے سامان رکھنے والے بھی تسکینِ قلب اور حقیقی راحت کو ترستے اور اُس کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

یہ گوہرِ نایاب انہی خوش بخت انسانوں کو ملتا ہے جو خدا کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اور بالآخر خدا کا حُسن انہیں نظر آجاتا ہے۔ وہ اس کے جمال کے نظارہ میں محو ہو جاتے ہیں اور اس کی رضا کے حصول کے لئے دنیوی اموال و اسباب اور آرام و آسائش کے ہر قسم کے سامانوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ بظاہر وہ سختیاں برداشت کر رہے اور صعوبتیں سہہ رہے ہوتے ہیں اور خدا کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں پیش کر رہے ہوتے ہیں مگر ان کے دل مطمئن اور شاد ہوتے ہیں اور انہیں حقیقی راحت اور تسکینِ قلب کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کا اصل مقصد رضاءِ الٰہی کا حصول اور وصول الی اللہ ہے۔ اور جب انسان کو یہ نعمت میسّر آجائے اور یہ مقصد حاصل ہو جائے تو اسے عین راحت اور سکونِ قلب میسّر آجاتا ہے اور اطمینان کی دولت مل جاتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اور دوسرا مرتبہ خدا تعالیٰ کی جمالی تجلّی سے ملتا ہے۔ اور آخر یہی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت اور طاقت نہ ملے جس کو اسلامی اصطلاح کے موافق روح القدس کہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ یہ ایک قوت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اس کے نزول کے ساتھ ہی دل میں ایک سکینت آتی ہے اور طبیعت میں نیکی کے ساتھ ایک محبت اور پیار پیدا ہو جاتا ہے۔ جس نیکی کو دوسرے لوگ بڑی مشقت اور بوجھ سمجھ کر تے

ہیں یہ ایک لذت اور سرور کے ساتھ اس کو کرنے کی طرف دَوڑتا ہے جیسے لذیذ چیز بچہ بھی کھا لیتا ہے۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ سے تعلق ہو جاتا ہے اور اس کی پاک رُوح اُس پر اُترتی ہے۔ پھر نیکیاں ایک لذیذ اور خوشبودار شربت کی طرح ہوتی ہیں۔ وہ خوبصورتی جو نیکیوں کے اندر موجود ہے اُس کو نظر آنے لگتی ہے اور بے اختیار ہو ہو کر اُن کی طرف دَوڑتا ہے۔ بدی کے تصوّر سے بھی اُس کی رُوح کانپ جاتی ہے۔ یہ امور اِس قسم کے ہیں کہ ہم انکو الفاظ کے پیرایہ میں پُورے طور پر ادا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ قلب کی حالتیں ہوتی ہیں محسوس کرنے سے ہی ان کا ٹھیک پتہ لگتا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۳۹-۲۴۰)

وہ خوش نصیب جسے اِس دنیا میں ہی خدا تعالےٰ کا جمال نظر آجائے وہ اس کی رضا کی راہوں پہ چلتا ہُوا نیک کاموں کے کرنے اور دین کی خدمت بجا لانے میں محو ہو جاتا ہے اور اسی میں لذّت پاتا ہے۔ وہ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کے اپنے اموال خدا کی راہ میں قربان کرتا چلا جاتا ہے اور اسی میں عین راحت محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنے اہل و عیال کو سپردِ خدا کر کے خدا کے دین کی اشاعت کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوتا ہے اور اسی دشت نوردی میں اپنے دل کا سکون پاتا ہے۔ اُسے نیکیوں سے پیار اور بدیوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اپنے ربّ کا حُسن و جمال ہر دم اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے اور وہ اُسی کی یاد میں محو اور اُسی میں سرشار رہتا ہے۔ وہ خدا کی راہ میں بار بار آزمایا جاتا ہے اور مصائب اور مشکلات کے دریا میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ ان صعوبتوں سے گھبراتا نہیں بلکہ اس راہ میں قدم آگے ہی آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ تب اُسے خدا کی سچی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور حقیقی راحت نصیب ہو جاتی ہے اور اپنے دل میں ایک عجیب قسم کے اطمینان و سکون کی کیفیت محسوس کرتا ہے جو الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جب ایسی حالت اطمینان میں پہنچتا ہے تو الٰہی اکسیر سے تانبا سونا ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۳)

خدا اس سے خوش ہو جاتا ہے اور وہ اپنے خدا سے راضی ہو جاتا ہے تب خدا اسے اپنے مخلص بندوں میں شمار کر کے اطمینان و سکون کی جنّت میں داخل کر لیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اصل مدّعا تو یہ ہونا چاہیئے کہ انسان نفسِ مطمئنہ حاصل کرلے .... بڑا ہی سعید اور با مراد وہ ہے جو نفسِ مطمئنہ کی حالت میں ہے۔

نفسِ مطمئنہ ہی کو خدا تعالیٰ نے فرمایا يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي

اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً یعنی "اے وہ نفس جو اطمینان یافتہ ہے"۔ "اس حالت میں انسان کے ساتھ جو جنگ ہوتی ہے اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور خطاب کے لائق تو مطمئنّہ ہی ٹھہرا ہے اور اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مطمئنّہ کی حالت میں مکالمۂ الٰہی کے لائق ہو جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۲-۱۲۳)

اور جب ایک مردِ مومن کو نفسِ مطمئنّہ حاصل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دعائیں سنتا اور اس سے باتیں کرتا ہے مگر یہ نعمت خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"طمانیت کی رویت بجز فضلِ خدا کے نہیں ہوتی جب تک انسان اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان نہیں رکھتا اور اُس کے وعدوں پر سچا یقین نہیں کرتا اور ہر ایک مقصود کا دینے والا اُسی کو نہیں سمجھتا اور کامل صلاح اور تقویٰ اختیار نہیں کر لیتا اُس وقت تک وہ حقیقی راحت دستیاب نہیں ہو سکتی۔" (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۶۰)

جماعتِ احمدیہ ——— جس میں شمولیت کا ہمیں شرف حاصل ہے ——— ایسی خوش بخت جماعت ہے جو محض اُسی کے دیئے ہوئے فضل اور اُسی کی دی ہوئی توفیق سے خدا تعالیٰ کے حصول کے لئے اسلام کی بتائی ہوئی راہوں پر گامزن ہے اور اُس کی رضا کی راہوں کو تلاش کر کے اُن پر چل رہی ہے اور اس راہ میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرتی ہوئی نفسِ مطمئنّہ کی دولت سے سرشار اور قبولیتِ دعا اور مکالمۂ الٰہی کے خدائی انعام سے مالا مال ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلك۔ کاش دنیا اِس خوش بخت جماعت سے اللہ تعالیٰ کے سلوک اور اس قلبی راحت کا اندازہ کر سکے جو اسے خدا کے فضل سے حاصل ہے اور وہ بھی خدا کی طرف متوجہ ہو، اسلام قبول کر کے اُس کی رضا کی راہوں پر چلے اور اُس کی راہ میں سختیاں برداشت کرتی اور ہر قسم کی قربانیاں پیش کرتی ہوئی خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر کے اور اُس کے جمال کو دیکھ کر دل کا اطمینان و سکون اور خدا تعالیٰ کا محبت بھرا سلوک اور اس کا قرب حاصل کر سکے۔ اور اس طرح یہ دنیا عرصۂ پیکار اور جنگ و جدال کا اکھاڑا بننے کی بجائے ارضی جنت بن جائے جو تمام بنی نوع انسان کو اپنی آغوش میں لے لے۔ آمین!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جب (انسان) اللہ تعالیٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ شکایت نہ رہے اُس وقت محبّت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۵)

عدمِ مساوات کا بُت توڑنے کا ایک مؤثر ذریعہ

ہاتھ سے کام کرنے کی عادت اور اسکی اہمیت

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نائب قائد تربیت مجلس مرکزیہ)

اسلام میں تقوی اللہ کو عزت کا معیار قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں غیر اسلامی اثرات کے ماتحت طبقاتی تقسیم کے لحاظ سے عزت کے معیار بنا لئے گئے ہیں جس کے نتیجہ میں بعض پیشے ذلیل اور بعض پیشے موجبِ عزت سمجھے جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کوئی پیشہ جس میں جائز ذرائع سے انسان کسبِ معاش کرتا ہے ذلیل نہیں۔ اسلام کی مساوات کی بے نظیر تعلیم کے ماتحت سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں خواہ وہ کسی بھی ذات، پیشہ یا علاقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ طبقاتی تقسیم کے غلط تاثر کو جو ہمارے ملکی معاشرہ میں بدقسمتی سے بڑی مضبوط جڑیں پکڑ چکا ہے جماعت کے جسم میں سے یکسر باہر نکال پھینکنے کے لئے ہمارے محسن امام حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی خاص راہنمائی میں تحریکِ جدید کے نام سے ایک عظیم الشان تحریک جاری فرمائی اور اس میں ہاتھ سے کام کرنے کا مطالبہ سولہویں نمبر پر رکھ کر فرمایا :-

"سولہواں مطالبہ یہ ہے کہ جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ مَیں نے دیکھا ہے اکثر لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ذلت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ذلت نہیں بلکہ عزت کی بات ہے۔ ذلت کے معنے تو یہ ہوئے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض کام ذلت کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمارا کیا حق ہے کہ اپنے کسی بھائی سے کہیں کہ وہ فلاں کام کرے جسے ہم کرنا ذلت سمجھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے کام کرنا چاہیئے۔"

(خطبہ جمعہ ۳۰ نومبر ۱۹۳۴ء)

انصار کی ذمہ واری

یوں تو حضور رضی اللہ عنہ کے اِن ارشاداتِ عالیہ کی تعمیل کے لئے جماعت کا بچہ، بوڑھا اور مرد و زن سب ہی مکلف ہیں لیکن انصار پر اس بات کی بدرجہ اولیٰ

ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ جہاں غیروں کے لئے جماعت کے اس پختہ عمر کے طبقہ کا عمل بطور حجت سمجھا جاتا ہے وہاں جماعت کی نئی پود کے لئے وہ ایک نمونے کے حکم میں آتے ہیں۔

بچے اپنے بڑوں کی عادتیں اختیار کرتے ہیں اس لئے اس سلسلہ میں انصار بھائیوں پر سب سے پہلی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب امام رحمہ اللہ کے ارشاداتِ گرامی پر خود عمل کر کے دکھائیں تا وہ غیروں کے لئے بھی اور جماعت کی نئی پود کے لئے بھی نمونہ ٹھہریں اور اس طرح سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ" کے مطابق دوہرے اجر کے مستحق ہوں۔

ان کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ زبان سے بھی اپنے بچوں کو ہاتھ سے کام کرنے کی تلقین کرتے رہیں اور ایک عقلمند طبیب کی طرح ان کی نگرانی کرتے رہیں کہ وہ اس عادت کو کہاں تک اختیار کر رہے ہیں۔ جب ہاتھ سے کام کرنے کی صفت ایک عادت کی شکل اختیار کرے گی تو انشاء اللہ یقیناً ہمارے معاشرے میں ایک انقلاب پیدا کرنے کا موجب ہو گی جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

"مَیں نے محسوس کیا ہے کہ تحریک جدید میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ مساوات کا احساس جماعت میں قائم اور زندہ رہے اور رمز نہ جائے اور اس کے لئے سادہ زندگی کی تجویز مَیں نے کی، اور اس کا ایک حصہ ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے تاکہ غریب اور امیر کا نمایاں امتیاز مٹ جائے۔" (خطبہ جمعہ ۲ نومبر ۱۹۳۶ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح زندگی کے ہر شعبہ میں دنیا کے لئے ایک کامل نمونہ اور ہادی و راہنما ہیں اسی طرح ہاتھ سے کام کرنے کے معاملہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بے نظیر ہے۔ حضور اپنے کپڑے خود دھو لیا کرتے تھے، اپنے جوتے کی مرمت خود فرما لیتے تھے اور گھر میں ازواج مطہرات کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ حضور کی غلامی کا دم بھرنے والے ہاتھ سے کام کرنے میں عار محسوس کریں اور بعض دفعہ اس جھوٹی شرم کو اس حد تک بڑھا لیں کہ فاقوں تک نوبت آنے پر بھی ہاتھ سے کام کرنے میں عار محسوس کی جائے۔ حضرت محبوب سبحانی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد صحیح بخاری میں یوں درج ہے:-

مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔

ترجمہ۔ اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی سے بہتر کوئی روزی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

ہاتھ سے کام نہ کرنے کے نقصانات

ہاتھ سے کام نہ کرنا جب کسی قوم و ملک میں عادت کی صورت اختیار کر لے تو وہ اسے گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ اِس بُری عادت کو معمولی خیال کر کے اِس کی طرف پُوری توجہ نہ دینا خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اسی لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"ہاتھ سے کام نہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اِس سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اچھے اچھے خاندان برباد ہو جاتے ہیں اور پھر اس کے نتیجہ میں غرباء ہمیشہ غربت کی حالت میں رہتے ہیں اور انہیں اپنی حالت میں تغیر کرنے کا موقع نہیں ملتا۔"

(خطبہ جمعہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء)

پس اِن سطور کے ذریعہ انصار بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ماحول میں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اس بابرکت تحریک کی اِس طرح بار بار اشاعت کریں کہ ہاتھ سے کام کرنا ہر فردِ جماعت کی عادت بن جائے۔

ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک تحریک

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے ابتدائے خلافت ہی سے متعدد بابرکت تحریکیں فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی فردِ جماعت کے لئے عدم توجہی کی وجہ سے بھوکا سونے کی نوبت نہ آنی چاہیئے۔ اِس کی تعمیل میں جہاں ہم اپنے ماحول میں اِس امر کا پُورا پُورا خیال رکھنے کے لئے مکلّف ہیں کہ کسی فردِ جماعت کو ایک وقت کا بھی فاقہ نہ آئے وہاں اُن اسباب و علل کا سدِّباب کرنا بھی لازمی اور لابدی ہے جو فاقہ کشی کا موجب ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک سبب ہاتھ سے کام نہ کرنا ہے۔ پس ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہر احمدی عموماً اور انصار خصوصاً اپنے محبوب ائمہ کی اِن قیمتی ہدایات کو بغور پڑھیں اور بڑے تعہّد کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوں۔ وما توفیقنا اِلّا باللہ العلیّ العظیم ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی جاری کردہ تحریکات اور ان کے خوشکن اثرات

(مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب مربی سلسلہ مقیم کراچی)

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا اور اس کی مختلف چیزوں میں اس نے مختلف خاصیتیں اور تاثیرات رکھی ہیں انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ اور یہ خاصیتیں اور تاثیرات دیکھنے میں آئیں یا نہ آئیں مگر چیزوں میں موجود ضرور رہتی ہیں۔ ان میں پوشیدہ خواص کے جاننے کی وجہ سے حکماء امراض کا علاج کرتے ہیں اور سائنسدان اور موجد زندگی کے لئے مختلف قسم کی آسانیاں پیدا کر لیتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اخلاقی اور روحانی امور میں بھی مخصوص خوبیاں رکھی ہیں مثلاً دینِ الٰہی کو تمکنت دینے کی خاصیت انبیاء علیہم السلام اور ان کی وفات کے بعد ان کے خلفاء کے وجود میں رکھی ہے۔ چنانچہ وہ خود آیتِ استخلاف میں فرماتا ہے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ یعنی وہ خلفاء کے ذریعہ دین کو تمکنت بخشے گا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا:-

"سچے خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ علامت بتائی ہے کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں قائم فرمائے گا۔۔۔۔۔خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو اُن کی ہوگی۔ بے شک بولنے والے وہ ہوں گے، زبانیں اُن ہی کی حرکت کریں گی، ہاتھ اُن ہی کے چلیں گے، دماغ اُن ہی کا کام کرے گا مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا اپنا ہاتھ ہوگا۔" (تفسیر کبیر سورۃ نور صفحہ ۳۷۷)

دنیا اس آسمانی صداقت کا بارہا نظارہ کر چکی ہے کہ جس کسی کو بھی خدا تعالیٰ نے منصبِ خلافت پر متمکن فرمایا اور اس نے جو سکیم بھی جاری فرمائی اللہ تعالےٰ نے اُس تحریک کو شرفِ قبولیت بخشا اور اس کو فروغ عطا فرمایا۔ چنانچہ اس کا نظارہ ہماری جماعت نے بہت قریب مدت میں ایک دفعہ پھر دیکھا جبکہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے غلبۂ اسلام کے لئے چند تحریکات جاری فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب تحریکات کو بار آور کیا علمی، روحانی، اخلاقی، تنظیمی، تبلیغی غرض ہر لحاظ سے بہترین نتائج نکال کر جماعت کو ترقی عطا فرمائی۔ مَیں سطور ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ ان تحریکات اور ان کے اثرات کو پیش کرتا ہوں لیکن یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ تحریکات جماعت میں ہنوز جاری ہیں اور ان کے نتائج و اثرات بھی روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں اس لئے بعض تحریکات ایسی ہیں کہ ان کے نتائج اور اثرات کو مَیں پورے طور پر بیان نہ کر سکوں گا۔ مَیں جو کچھ پیش کروں گا وہ ہلکا سا نقشہ ہوگا۔

پہلی تحریک

حضور ایدہ اللہ نے ۱۷ دسمبر ۱۹۶۵ء کو یہ تحریک فرمائی کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر جہاں جہاں احمدی پائے جاتے ہیں وہ قرآن کریم کے حکم یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا کے ماتحت یتیموں، مسکینوں اور اسیروں کا خیال رکھیں اور ان کو کھانا کھلانے کا انتظام کریں تاکہ معاشرہ سے بھوک کا دکھ دور ہو۔ آپ نے فرمایا:۔

"آج مَیں ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدہ دار ہے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے اِس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سوتا۔ دیکھو مَیں یہ کہکر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اگر کسی وجہ سے آپ کا محلہ یا جماعت اُس محتاج کی مدد کرنے کے قابل نہ ہو تو آپ کا فرض ہے کہ مجھے اطلاع دیں۔ مَیں اپنے رب سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے توفیق دے گا کہ مَیں ایسے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کردوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ ایک بڑی اہم ذمہ داری ہے آپ کا فرض ہے کہ آپ اِس کو ہر وقت یاد رکھیں اور اس کے متعلق ہر وقت سوچتے رہیں کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر عمل کرنے سے بڑے خوشکن نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ قوم جس کے ہر فرد کو معلوم ہو کہ میری ذمہ داری ساری قوم نے اپنے سر پر اُٹھائی ہوئی ہے اُس کے دل میں کتنا سکون اور کتنا اطمینان ہوگا اور اپنے رب کی حمد کے کتنے گہرے جذبات اُس کے دل میں موجزن ہوں گے اور اپنے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنی محبت جوش میں آئے گی۔ ایک پُر امن، پُر سکون، اخوت والا، محبت والا، پیار والا معاشرہ قائم ہو جائے گا جس پر دنیا رشک کرنے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔" (الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۶۶ء)

حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اس مبارک تحریک کا جماعت کے امراء اور غرباء پر یکساں اثر نمودار ہوا۔ جہاں غرباء اور مساکین اور جماعت کے کمزور طبقہ میں اس تحریک کی بدولت مسرت کی لہر دوڑ گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ اُن کے امام کا وجود اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں اُن کے لئے ملجا و ماویٰ ہے وہاں امراء کے اندر بھی خدا تعالیٰ نے اِس تحریک کی بدولت اپنے بھائیوں کی ہمدردی پیدا کر دی۔ چنانچہ جن جن جماعتوں میں مجھے جانے کا موقعہ ملا میں نے دوستوں کو اس تحریک پر عامل پایا۔ نظام کے ماتحت بھی جماعتوں میں غرباء فنڈ قائم کیا گیا جس سے یتیموں اور بیواؤں کی نگرانی کے لئے ایک خاص رقم صرف کی جاتی ہے اور انفرادی طور پر بھی نہ صرف احمدیوں کو بلکہ بعض غیر از جماعت غرباء کو بھی دوست مدد دے رہے ہیں۔

اِس سلسلہ میں یہ عاجز اِس حقیقت کو بھی ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کا اپنا اِس بارے میں بے نظیر عمل دیکھا۔ آپ بارش کی طرح فیاض وجود ہیں۔ کراچی کے قیام کے دَوران حضور کو پنجابی میں لکھا ہوا خط پہنچا جو لاہور کے کسی پنجابی ادیب کا تھا اور جس میں ایک احمدی کی ناداری کا تذکرہ تھا جو اُس کا دوست تھا۔ حضور نے جب اس خط کو پڑھا حضور بے چین ہو گئے اور بالائی منزل سے اُتر کر نیچے تشریف لائے، مجھے بلایا اور معقول رقم مجھے دی کہ یہ اس احمدی کو ابھی پہنچا دی جائے جس کی بابت اس خط میں لکھا گیا ہے۔ پھر جب حضور یورپ سے واپس تشریف لائے تو اُس وقت بھی ایک معقول رقم دی۔ اور نہ صرف اُس کی بلکہ جماعت کے بہت سے دوستوں کی اعانت فرمائی۔ حضور کی اِس مبارک تحریک نے نہ صرف احمدیوں پر اثر کیا بلکہ غیر از جماعت احباب نے بھی اچھا اثر قبول کیا۔ ایک پریس رپورٹر مسٹر احسان اختر صاحب نے اپنے تاثرات کا یوں اظہار کیا:۔

> "حضور نبی اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارا ہمسایہ رات کو بھوکا نہ سوئے، کوئی بے روزگار نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا ہو تو فوراً اس کی مدد کرو۔ بے شک رزّاق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن کیا ہم نے کبھی اِس پر عمل کیا؟ اِس کے برعکس احمدی حضرات میں آپ کو کوئی شخص ایسا نہ ملے گا کیونکہ ان میں اتفاق اور یکجہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ہی کی مدد کرتا ہے جو اس کی غریب و مظلوم مخلوق کے کام آویں۔" (منقول از الفضل ۱۰؍ مئی ۱۹۶۶ء)

دوسری تحریک

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے دوسری تحریک فضل عمر فاؤنڈیشن کی جاری فرمائی۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی پہلی تمام مالی قربانیوں پر قائم رہتے ہوئے اور اُن میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر بشاشتِ قلب کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی خاطر اس فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیں۔ اور ساتھ ہی دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اِس فنڈ کو بابرکت کرے اور اس کے اچھے نتائج کا ثواب حضرت فضلِ عمر رض کو بھی اور ہمیں بھی پہنچائے۔"

پھر اِس تحریک کا مقصد ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"فضلِ عمر فاؤنڈیشن تو در اصل اظہار ہے اُس محبت کا جو ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رض کے لئے پیدا کی اور یہ محبت اِس لئے پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رض کو جماعت پر بحیثیت جماعت اور لاکھوں افرادِ جماعت پر بحیثیتِ افراد بے شمار احسانات کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ تو خدا تعالیٰ کی حمد و شکر کے طور پر اور اس محبت کے نتیجے میں جو ہمارے دلوں میں اس پاک وجود کے لئے ہے ہم نے کلمۂ اسلام کی اشاعت کے لئے اس فاؤنڈیشن کو قائم کیا ہے۔"

حضور کی اِس تحریک کا جماعت پر کیا اثر ہوا اِس کی بابت خود حضور نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو ۱۸ راکتوبر ۱۹۶۵ء کے الفضل میں شائع ہوا یوں ارشاد فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے کہ اُس نے جو خواہش ہمارے دل میں پیدا کی تھی کہ اس فنڈ میں ۲۵ لاکھ روپیہ سے کہیں زیادہ (رقم) ہو جائے گی۔ اس خواہش کو اس نے محض اپنی رحمت سے پورا کر دیا۔ اِس وقت تک فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے اندرونِ پاکستان کے وعدے ۲۷ لاکھ ستّر ہزار روپیہ تک پہنچ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ بیرونِ پاکستان کے وعدے ۸ لاکھ ۸۰ ہزار روپیہ کے ہیں۔ اِس طرح کل وعدہ جات ۳۶ لاکھ پچاس ہزار روپیہ تک پہنچ چکے ہیں۔ یعنی ۲۵ لاکھ سے گیارہ لاکھ پچاس ہزار روپیہ زائد۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔"

نیز فرمایا:۔

"میں نے یہ اعلان کیا تھا ...... دوست ہر سال ایک تہائی اپنے وعدوں کا ادا کریں۔ اِس لحاظ سے جون ۱۹۷۰ء کے آخر تک بارہ لاکھ بیس ہزار کچھ سو رقم وصول ہونی چاہیئے تھی لیکن اس کے مقابل میں جو رقم وصول ہوئی ہے وہ تیرہ لاکھ اڑسٹھ ہزار ہے

یعنی ایک تہائی سے زیادہ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔" (الفضل ۱۸/اکتوبر ۶۷ء)

تیسری تحریک

تیسری تحریک تعلیم القرآن کے بارے میں ہے۔ اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ جماعت میں کوئی فرد بھی ایسا نہ رہے جو قرآن مجید ناظرہ نہ جانتا ہو اور جو ناظرہ قرآن جانتے ہیں وہ اس کا ترجمہ سیکھیں اور قرآنی معارف سے آگاہ ہو کر اپنے دلوں کو نورِ قرآن سے منور کریں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:-

"قرآن کے پڑھنے پڑھانے کی طرف بہت توجہ کریں۔ جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ احمدیت کی ترقی اور اسلام کا غلبہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم خود کو قرآن کریم کے انوار سے منور کریں اور منور رکھیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک طرف ہم اپنے نفسوں پر اور اپنی نسلوں پر ظلم کر رہے ہوں گے دوسری طرف ہم عملاً اس بات میں شیطان کے ممد بن رہے ہوں گے کہ اسلام کے غلبہ میں التواء پڑ جائے۔" (الفضل ۱۸/جولائی ۱۹۶۶ء)

حضور ایدہ اللہ کی اس تحریک کے تحت والدین نے اپنے گھروں پر اپنی اپنی جگہ یہ التزام کیا کہ ان کے بچے تعلیم القرآن سے آگاہ ہو جائیں نیز جماعتی طور پر بھی مختلف لوگ اس کام میں صبح و شام مصروفِ عمل ہو گئے۔ اس تحریک کے ذریعہ قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی ایک رَو جماعت میں چل پڑی ہے اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ جلد ہی جماعت کے تمام افراد قرآن کریم سے کلیۃً آگاہ ہو جائیں گے انشاء اللہ۔

ایک تقریر میں حضرت اقدس نے فرمایا:-

"آپ دوست یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ بہت سے مقامات پر مَردوں کی نسبت ہماری احمدی بہنیں قرآن کریم ناظرہ زیادہ جاننے والی ہیں۔ ایک تو ہمیں شرم اور غیرت آنی چاہیئے دوسرے ہمیں خدا تعالیٰ کا شکر بھی بجا لانا چاہیئے کیونکہ جس گھر کی عورت قرآن کریم جانتی ہوگی اس کے متعلق ہم اُمید کر سکتے ہیں کہ اس گھر کے بچے اچھی تربیت حاصل کر سکیں گے۔" (خطبہ جمعہ ۵/اگست ۱۹۶۶ء)

حضور نے تعلیم القرآن کی تحریک کو مؤثر بنانے کے لئے وقفِ عارضی اور تنظیم موصیان کی تحریک بھی جاری فرمائی ہے جس کا یہ اثر ہے کہ مختلف جماعتوں میں قرآن کریم سیکھنے اور سکھلانے کے نظام میں تسلسل قائم ہو گیا ہے اور وسیع پیمانے پر لوگ قرآن سیکھنے لگ گئے ہیں۔ نیز از جماعت احباب نے بھی تعلیم القرآن کی تحریک سے مستفیض ہو رہے ہیں اور ان کے دلوں احساس پیدا ہو رہا ہے کہ یہ

جماعت صحیح معنوں میں قرآن کی خدمتگزار رہے۔

چوتھی تحریک

حضورؓ نے چوتھی تحریک وقفِ عارضی کی جاری فرمائی اور اس کی بابت فرمایا:۔

"میں جماعت میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں اور اُن کے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام اُن کے سپرد کیا جائے اُسے بجالانے کی پوری کوشش کریں۔ ...... جو دوست دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک کے نتیجہ میں وقف کریں وہ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیں کہ ہم مثلاً سَو میل تک اپنے خرچ پر سفر کرنے کے قابل ہیں یا دو سَو میل یا چار سَو میل یا پانچ سَو میل اپنے خرچ پر جا سکتے ہیں۔ بہرحال جس قدر بھی مالی استطاعت ہو ذکر کر دیں"۔

واقفین کے بڑے بڑے کام

واقفین عارضی کے سپرد جو کام ہوگا اس سلسلہ میں حضورؓ نے فرمایا:۔

"بڑے بڑے کام جو اِن دوستوں کو کرنے پڑیں گے ان میں سے ایک تو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے اور قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کی جو ہم جماعت میں جاری کی گئی ہے اس کی انہیں نگرانی کرنا ہو گی اور اسے منظم کرنا ہوگا۔ ...... بعض دوست ایمانی لحاظ سے یا جماعتی کاموں کے لحاظ سے اتنے چُست نہیں جتنا ایک احمدی کو ہونا چاہیئے، اِن دوستوں سے ایسے احباب کی اصلاح اور تربیت کا کام بھی لیا جائے گا"۔

تعلیم القرآن اور وقفِ عارضی کی بابت رؤیا

اس تحریک کے مؤثر ہونے کی خبر خود خدا تعالیٰ نے حضورؓ کو دی چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"عالمِ بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے

زمین کو ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے۔ پھر اس (نور) نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پُرشوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی "بُشریٰ لکم"۔ یہ ایک بڑی بشارت تھی۔

پھر حضور فرماتے ہیں:-

"اُس نے خود اس کی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن مَیں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا۔ اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور مَیں نے اُس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور تھا جو تعلیم القرآن اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے گا اور انوارِ قرآن اس طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اُس نور کو مَیں نے زمین پر محیط ہوتے دیکھا۔"

مزید برآں اس تحریک سے جو اثر پیدا ہوا اس کی بابت حضور نے فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے القاء کے ماتحت مَیں نے قرآن کریم کی اشاعت اور جماعت کی تربیت کی غرض سے جماعت میں وقفِ عارضی کی تحریک کی اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی یہ تحریک محض اس کے فضل سے ہر لحاظ سے بڑی کامیاب ثابت ہوئی اور کامیاب ثابت ہو رہی ہے۔"

نیز فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اُس کے فضل سے ۹۹ فیصدی واقفینِ عارضی نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ ان میں سے ہر ایک کا دل اس احساس سے لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس عرصہ میں اُس پر اتنے فضل نازل کئے ہیں کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اور اُس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ خدا کرے اُسے آئندہ بھی اِس وقفِ عارضی کی تحریک میں حصہ لینے کی توفیق ملتی رہے۔ اور بعض جماعتوں نے تو یہ محسوس کیا کہ گویا انہوں نے نئے سرے سے ایک احمدی کی زندگی اور اس کی برکات حاصل کی ہیں۔ اُن کی غفلتیں اُن سے دُور ہو گئیں اور اُن میں ایک نئی رُوح پیدا ہو گئی۔ اُن میں سے بہتوں نے تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دی اور جو بچے تھے انہوں نے اپنی عمر کے مطابق بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ

قرآن کریم، نماز یا نماز کا ترجمہ اور دوسرے مسائل سیکھنے شروع کردئیے۔ غرض واقفین عارضی کے جانے کی وجہ سے ساری جماعت میں ایک نئی زندگی، ایک نئی رُوح پیدا ہوئی۔"
(الفضل ۲ نومبر ۱۹۶۶ء)

لوگوں کے تاثرات

اس مبارک تحریک کے بارے میں واقفین نے اپنے جو تاثرات وقتاً فوقتاً حضور کی خدمت میں بھیجے اور جو اخبار الفضل میں مختلف اوقات میں شائع ہوئے اُن کا خلاصہ اور لبّ لباب مَیں پیش کرتا ہوں۔ واقفین نے لکھا:-

۱۔ یہ تحریک باہمی میل ملاپ کا شاندار ذریعہ بنی جس نے ہماری بہت سی مشکلات حل کیں بالخصوص شادی بیاہ کے معاملات میں۔

۲۔ ایک نومسلم احمدی نے اس تحریک کی بدولت بہت جلد قرآن کریم کے سات پارے سیکھ لئے اور چندوں میں باقاعدہ ہوگیا۔

۳۔ بڑے بڑے افسران اور زمینداروں سے ملنے اور نظامِ سلسلہ سے متعارف کرنے کا موقعہ ملا۔

۴۔ واقفین میں سے اکثر و بیشتر نے یہ اطلاع دی کہ اس تحریک نے خود اُنہیں اصلاحِ نفس کی طرف متوجہ کیا اور انہیں اپنی خامیوں کو دُور کرنے کا موقعہ ملا۔ اسی طرح تسبیح و تحمید اور استغفار بکثرت وہ کرسکے، ذکرِ الٰہی میں لذت آنے لگی۔

۵۔ قرآن کریم کی اشاعت و تعلیم کا بہترین ذریعہ یہ تحریک ثابت ہوئی اور آیت کریمہ جَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا پر عمل کرنے کا ہر واقف کو موقعہ میسر آیا۔

۶۔ اس سکیم نے ہزاروں معلّم و متعلّم قرآن پیدا کئے۔

۷۔ جماعت میں بیداری پیدا ہوئی اور اس کی کایا پلٹ گئی۔

۸۔ واقفین نے اس تحریک کو روحانیت کی بیڑی قرار دیا اور زندگی کے قیمتی لمحات انہیں وہی معلوم ہوئے جو اس وقف میں گزارے۔

۹۔ جو شخص وقفِ عارضی میں گیا اُس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر منکشف ہونے والی پانچ ہزاری سپاہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔

۱۰۔ خدمتِ خلق، کارکنوں کی نگرانی اور غیر از جماعت لوگوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے یہ تحریک بہترین تحریک ہے۔ اس کی بابت اپنوں اور بیگانوں نے خواب بھی دیکھے جو اس تحریک کے منجانب اللہ ہونے اور بابرکت اثرات کی حامل ہونے پر آسمانی شہادت ہے۔ دتلک

عشرۃ کاملۃ۔

پانچویں تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی جاری کردہ پانچویں تحریک مجلس موصیاں کا قیام ہے۔ اِس تحریک کی بابت حضور نے فرمایا :-

"موصی صاحبان کا ایک بڑا گہرا اور دائمی تعلق قرآن کریم، قرآن کریم کے سیکھنے، قرآن کریم کے نور سے منور ہونے، قرآن کریم کی برکات سے مستفیض ہونے اور قرآن کریم کے فضلوں کا وارث بننے سے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کی ذمہ داری بھی ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے ...... اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تعلیم القرآن اور وقفِ عارضی کی تحریکوں کو موصی صاحبان کی تنظیم کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور یہ سارے کام ان کے سپرد کر دیئے جائیں۔ اس لئے آج میں موصی صاحبان کی تنظیم کا خدا کے نام کے ساتھ اور اُس کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے اجراء کرتا ہوں۔ تمام ایسی جماعتوں میں جہاں موصی صاحبان پائے جاتے ہیں اُن کی ایک مجلس قائم ہونی چاہیئے۔ یہ مجلس باہمی مشورے کے ساتھ اپنے صدر کا انتخاب کرے۔ منتخب صدر جماعتی نظام میں سیکرٹری وصایا ہوگا۔

ہمارے موصی صاحبان کا پہلا کام یہ ہے کہ اپنے گھروں میں قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام کریں۔ دوسرا یہ کہ واقفینِ عارضی کی تعداد کو پانچ ہزار تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ تیسرے یہ کہ وہ اپنی جماعت کی نگرانی کریں (عمومی نگرانی امیر یا پریذیڈنٹ کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے) کہ نہ صرف اُن کے گھر میں بلکہ اُن کی جماعت میں بھی کوئی مرد اور کوئی عورت ایسی نہ رہے جو قرآن کریم نہ جانتی ہو۔ ہر ایک عورت قرآن کریم پڑھ سکتی ہو، ترجمہ جانتی ہو۔ اسی طرح مرد بھی قرآن کریم پڑھ سکتے ہوں، ترجمہ بھی جانتے ہوں، اور قرآن کریم کے نور سے حصہ لینے والے ہوں تاکہ قیامِ احمدیت کا مقصد پورا ہو۔"

(الفضل ۱۰ر اگست ۱۹۶۶ء)

اس تحریک کے ماتحت ہر جماعت میں صدرِ موصیات اور صدر موصیاں کا انتخاب عمل میں آیا اور اب بحمد اللہ رفتہ رفتہ یہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ اور ان کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہو رہے ہیں۔

چھٹی تحریک

ایک اور تحریک حضور ایدہ اللہ نے ترکِ رسوم کے متعلق فرمائی۔ اس ضمن میں حضور نے فرمایا:۔

"بدرسوم اور ایمان اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ اس وقت مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کی اشاعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے جس قسم کی قربانی اور جس حد تک قربانی دینا ضروری ہے جو شخص رسومات کے بندھنوں میں بندھا ہوا ہے وہ اس حد تک قربانی نہیں کرسکتا۔۔۔۔۔

پس ہر احمدی پر اور ہر احمدی خاندان اور ہر احمدی تنظیم پر یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو رسوم اور بدعتوں سے بچائے رکھے، محفوظ رکھے اور اس بات کی بھی نگرانی کرے کہ کوئی احمدی بھی رسوم و رواج کی پابندی کرنے والا نہ ہو اور بدعات میں پھنسا ہوا نہ ہو۔　　(الفضل ۲۸ / دسمبر ۱۹۶۶ء)

جوں ہی حضور نے بدرسومات کے خلاف جہاد کا اعلان کیا ساری جماعت کے مردوں اور عورتوں کو اس اعلانِ جہاد کی اطلاع ٹریکٹوں کی شکل میں بھجوائی گئی۔ اور اس کے بعد دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ جماعت نے بحمد اللہ اس پر عمل کرنا شروع کر دیا اور انشاء اللہ جوں جوں حضور کے اس ارشاد کی اہمیت دوستوں پر واضح ہوتی جائے گی وہ رسوم کو ترک کرتے چلے جائیں گے اور لایعنی رسوم کے بندھنوں سے آزاد ہوکر اور اسلام کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنی قربانیوں کے معیار کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں گے، جیسا کہ فی الواقعہ ظہور میں آرہا ہے۔

ساتویں تحریک

ایک اور اہم تحریک حضور ایدہ اللہ نے چندہ وقفِ جدید اطفال کے متعلق فرمائی۔ اس تحریک کے تحت حضور نے ہر احمدی طفل کے لئے لازمی قرار دیا ہے کہ وہ پچاس پیسے ماہوار کی شرح سے وقفِ جدید کا چندہ ادا کرکے اس کے مالی جہاد میں شریک ہو۔ حضور نے اطفال کو تو جہ دلائی ہے کہ وہ چھوٹی عمر میں ہی وقفِ جدید کا مالی بوجھ اُٹھا کر ابھی سے مجاہد فی سبیل اللہ بنیں۔ چنانچہ حضور نے اس تحریک کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں آج احمدی بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) سے اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا اور اس کے رسول کے بچو آگے بڑھو اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقفِ جدید کے کام میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اُسے پُر کر دو اور اِس کمزوری کو دُور کر دو جو اِس تحریک کے کام میں واقع ہوئی ہے ..... اگر خدا تعالیٰ احمدی بچوں کو توفیق دے تو جماعت احمدیہ کے بچے وقفِ جدید کا سارا بوجھ اُٹھا لیں لیکن چونکہ سال کا بڑا حصہ گزر چکا ہے ..... اِس لئے مَیں نے سوچا کہ مَیں اطفال الاحمدیہ سے صرف یہ اپیل کروں ..... کہ پچاس ہزار روپیہ تحریک کے لئے جمع کرو۔"

اِس تحریک کے بعد حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں چندہ وقفِ جدید کو دو علیحدہ علیحدہ دفتروں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اوّل دفتر بالغان، دوم دفتر اطفال۔ احمدی بچوں اور بچیوں نے اپنے آقا کی اِس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے چندوں کی رقوم پیش کرنی شروع کیں۔ گزشتہ سال دفترِ اطفال میں ۱۷،۵۳۱ روپے وصول ہوئے۔ لیکن یہ رقم بچوں کی طرف سے پیش کردہ اصل رقوم سے کم ہے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بالغ احباب اپنے بچوں کا چندہ اپنے ذاتی چندہ کے ساتھ ہی داخل کرا دیتے ہیں نیز جماعتوں کی طرف سے بھی بچوں اور بڑوں کے چندوں میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے بچوں کا چندہ بھی بالغوں کے دفتر میں ہی محسوب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دفترِ بالغان کی سال گزشتہ کی آمد میں اس سے قبل کے سال کی نسبت ۳۰،۲۱۷ روپے کا اضافہ ہوا۔ اِس اضافہ میں ایک خاصی رقم بچوں کے چندوں کی بھی شامل ہے۔ اِس سال کوشش کی جا رہی ہے کہ حتی المقدور اطفال کی آمد کا حساب دفتر اطفال میں ہی شمار کیا جائے۔ اِس طرح امید ہے کہ امسال بچوں کے چندہ وقفِ جدید کی آمد انشاء اللہ تعالیٰ پچاس ہزار تک پہنچ جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی اطفال اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دنیا کے سامنے قربانی و ایثار کا نہایت اعلیٰ نمونہ قائم کر دکھائیں گے۔

آٹھویں تحریک

آٹھویں عظیم الشان تحریک تسبیح و تحمید اور درود شریف کے بالالتزام وِرد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ ۱۵ر مارچ ۱۹۶۸ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے افرادِ جماعت کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ یکم محرم الحرام ۱۳۸۸ھ سے شروع کر کے ایک سال تک خاص تعہد اور التزام کے ساتھ تحمید و تسبیح اور

درود کے طور پر وہ دعا روزانہ ایک مقررہ تعداد میں پڑھیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام سکھائی ہے اور جسے بکثرت پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں جماعت کے مردوں، عورتوں، نوجوانوں اور بچوں بچیوں نے نہ صرف یکم محرم سے بلکہ حضور کا خطبہ سننے کے بعد سے ہی اپنی اپنی مقررہ تعداد میں تسبیح و تحمید اور درود شریف کا یہ ورد پورے تعہد اور التزام کے ساتھ شروع کر دیا ہے۔ (اس نہایت بابرکت تحریک کی تفصیل اور اس کی عظیم الشان اہمیت ادارتی مقالہ میں ملاحظہ فرمائیں)

ان بابرکت تحریکات اور ان کے خوشکن اثرات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آج دنیا میں غلبۂ اسلام کا ظہور ان تحریکات پر کما حقہٗ عمل پیرا ہونے کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضور کی جاری فرمودہ یہ سب تحریکیں اس زمانہ کے وہ مخصوص اعمالِ صالحہ ہیں جو ہم میں سے ہر ایک کی فلاح و نجاح کی ضامن ہیں۔ یہ آسمانی تحریکیں ایک وسیع اور ہمہ گیر آسمانی تقدیر کی مختلف کڑیاں ہیں جن کے نتیجہ میں اسلام کو دنیا میں غلبہ حاصل ہوگا اور انشاء اللہ العزیز ہوگا بھی بہت جلد ✽

اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو ایمان بغیر اعمالِ صالحہ کے ادھورا ایمان ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اگر ایمان کامل ہو تو اعمالِ صالحہ سرزد نہ ہوں؟ اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو ورنہ کسی کام کا نہ ہوگا۔ لوگ اپنے ایمان کو پورا ایمان تو بناتے نہیں پھر شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں وہ انعامات نہیں ملتے جن کا وعدہ تھا۔"

(الحکم ۱۳؍ مارچ ۱۹۰۳ء)

احمدیہ مشن کے زیرِ اہتمام

ماریشس میں قرآنِ مجید کے تراجم کی عظیم الشّان نمائش

نمائش کی افادیت پر نامور اخبارات کے شاندار ادارتی نوٹ

احمدیہ مشن ماریشس کے زیرِ اہتمام گزشتہ سال فروری میں وہاں مختلف زبانوں میں قرآنِ مجید کے تراجم کی ایک عظیم الشان نمائش منعقد ہوئی تھی جس کا افتتاح تعلیم اور ثقافتی امور کے وزیر Mr. D. Burrenchobay نے کیا تھا۔ یہ نمائش ۱۰ فروری سے ۱۷ فروری تک جاری رہی۔ اس میں مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اور مختلف سائزوں میں قرآن مجید کے ۱۲۵ نہایت دیدہ زیب نسخے پیش کرنے کے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیات کے طغروں اور اس تعلق میں مزید اسّی چارٹس وغیرہ کی نمائش کی گئی۔ اسلامی علوم پر مشتمل دنیا کی مختلف زبانوں کی ۱۳۱۲ کتب اور ۲۰۲ تصاویر اس پر مستزاد تھیں۔ مزید برآں احمدی بچیوں کے تیار کردہ دستکاری کے چوبیس ۲۴ نمونے بھی اس نمائش کی زینت تھے۔ ہزاروں لوگوں نے اس نمائش کو دیکھا جن میں ماریشس کے بعض سربرآوردہ حضرات اور اسمبلی کے ممبران بھی شامل تھے سب ہی اس سے بے حد متاثر ہوئے۔ اس طرح بحمداللہ یہ نمائش اسلام اور قرآن مجید کے متعلق مخالفین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے خاطر خواہ ازالہ کا موجب ہوئی۔ وہاں کے نامور اخباروں نے اس نمائش سے متعلق خبریں تصاویر کے ساتھ نمایاں طور پر شائع کیں اور بعض اخبارات نے نمائش کی افادیت کے متعلق ادارتی نوٹ بھی لکھے۔ بعض اخباروں کے ادارتی نوٹوں اور خبروں کے اقتباسات کا ترجمہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:۔

"ماریشس ٹائمز" نے اپنی ۱۷ فروری ۶۷ء کی اشاعت میں "امید کی کرن" کے زیرِ عنوان لکھا:۔

"دو عظیم واقعات اس ہفتہ رونما ہوئے جو مختلف فرقوں کے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کے سلسلہ میں ایک خوشکن علامت ہیں۔ ان میں سے ایک تو قرآن مجید کی

وہ عظیم الشان نمائش ہے جو باہمی رواداری، خیر سگالی، محنت اور ذمہ داری کے پیغام کی حامل تھی۔ دوسرا واقعہ غیر فرقہ دارانہ بنیادوں پر مسلم گرلز کالج کا افتتاح ہے جس کا قیام تمام تر مسٹر کا تھراڈا مرحوم کی مالی امداد کا مرہون ہے۔"

مزید برآں "ماریشس ٹائمز" نے اپنی اسی اشاعت میں نمائش کے افتتاح کا ایک نمایاں فوٹو درج کرتے ہوئے نمائش کے متعلق جلی حروف میں جو خبر شائع کی اُس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"نمائش جس نے زائرین کو بے حد متاثر کیا"

"Mr. D. Burrenchobay نے ۱۰ر فروری کو پلازا ہال میں قرآن مجید سے متعلق ایک نمائش کا افتتاح کیا۔ افتتاحی تقریب کو یہ برکت نصیب ہوئی کہ اس کا آغاز قرآنِ مجید کی تلاوت اور اُردو کی ایک دینی نظم سے ہوا۔ قرآنِ مجید کی عظمت و شان پر روشنی ڈالتے ہوئے (جماعت احمدیہ کے مبلغ اسلام) مولانا محمد اسمٰعیل منیر نے استقبالیہ ایڈریس پڑھا جس کے بعد مسٹر ڈی۔ برنچوبے نے موقع کے مناسب حال افتتاحی تقریر کی۔

نمائش میں قرآن مجید کے نسخے اور دیگر اشیاء جس عمدگی اور خوبصورتی سے ترتیب دی گئی تھیں ان سے تمام زائرین بہت ہی متاثر ہوئے۔ ہاتھ کے بنے ہوئے مناظر، نقشے، چارٹس، تصاویر، مختلف سائزوں اور دُنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم قرآنِ مجید کے نسخے، اسلامی علوم کی کتب، بچیوں کی دستکاری کے نمونے وغیرہ۔ الغرض نمائش میں زائرین کے لئے خوشکن کشش کا بہت کچھ سامان موجود تھا۔ وہ سب اس اظہارِ رائے پر متفق تھے کہ ہم نے ایسی نمائش پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ زائرین میں سے قریباً تمام ہی نامور شخصیتوں نے کتابِ زائرین میں اپنے تاثرات رقم کئے۔ اس یادگار موقع پر (جماعت احمدیہ ماریشس کے اخبار) "لامیسج" (Le Message) نے ایک خاص قرآن مجید نمبر شائع کیا۔"

اسی طرح ایک غیر مسلم زائر کے تاثرات ماریشس کے اخبار "Le Citoyen" کی ۲۴ر فروری ۶۰ء کی اشاعت میں شائع ہوئے۔ انہوں نے لکھا:۔

"قارئینِ اخبار کے افادہ کی غرض سے میں بڑی مسرت کے ساتھ قرآنِ مجید کی اُس عظیم الشان نمائش کے متعلق اپنے تاثرات رقم کرتا ہوں جو پلازا میں ۱۰ر فروری سے

۱۷ فروری تک منعقد ہوئی۔

یہ اپنی نوعیت کی پہلی نمائش تھی جس کا انعقاد ماریشس میں عمل میں آیا۔ نمائش کے ہال کو ۲۸۲ تصاویر، دنیا کی مختلف زبانوں کی ۲۱۳ اسلامی کتب، ۸۰ چارٹس، آیاتِ قرآنی کے سات طغروں، مختلف سائزوں کے قرآن مجید کے ۱۲۵ نسخوں اور احمدی بچیوں کی دستکاری کے ۲۴ نمونوں سے مزین کیا گیا تھا۔ یہ سب چیزیں بلاشبہ ان غلط فہمیوں کو بڑی حد تک دور کرنے میں بہت ممد ثابت ہوئیں جو اسلام اور اس کی مقدس کتاب کے بارہ میں بالعموم غیر مسلموں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

جب میں ۱۷ تاریخ کی شام کو پلازا کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اس کے بڑے دروازہ پر پہنچا میری نظر ایک بورڈ سے دوچار ہوئی جس پر مختصر الفاظ میں نمائش کا اعلان لکھا ہوا تھا۔ اور جب میں ہال کمرہ تک لے جانے والی سیڑھیوں کے قریب پہنچا تو ایک اونچی اور زیادہ نمایاں جگہ پر نمائش کے متعلق ایک پہلے سے بھی بڑا اور روشن اعلان مجھے نظر آیا۔ اسے پڑھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نمائش ایک عظیم مقصد کو پورا کرنے کا موجب ثابت ہو رہی ہے۔

جونہی میں نمائش کے ہال میں داخل ہوا تو بہت خلیق اور ہمدرد قسم کے لوگوں نے میرا استقبال کیا۔ وہ نمائش میں پیش کی جانے والی تصاویر، چارٹس اور کتابوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں میری امداد کے لئے پوری طرح مستعد تھے۔ ان میں سے بہت سی میرے لئے وضاحت طلب تھیں۔

ان کی توجہ فرمائی سے متاثر ہو کر میں اس حصہ میں پہنچا جہاں دیواروں، میزوں اور دوسرے نظر فریب مقامات پر نمائش کی چیزیں سجی ہوئی تھیں اور جن کے متعلق اس بات کا اہتمام کیا گیا تھا کہ لوگوں کو وہ چیزیں اچھی طرح نظر آسکیں۔

سب سے پہلی چیز جو زائرین کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی وہ ایک چارٹ تھا جس پر قرآن مجید کی وہ سات آیات لکھی ہوئی تھیں جنہیں مسلمان روزانہ اپنی نمازوں میں بار بار پڑھتے ہیں اور جو قرآن مجید کا خلاصہ بیان کی جاتی ہیں۔ یہ آیات اُس کیفیت کی آئینہ دار ہیں جو خدائے قدوس کی جناب میں

حاضر ہوتے وقت ایک مسلمان کی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان پہلے اپنے خالق کی چار صفات رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ، الرَّحِیْم، مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کا ذکر کر کے اس کی حمد بیان کرتا ہے اور پھر احترام اور محبت کے جذبات سے لبریز ہو کر اُس کے حضور میں اپنی رُوح کی یہ تمنا پیش کرتا ہے کہ وہ اسے ٹھوکروں سے محفوظ رکھتے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اس کا تمام تر بھروسہ اسی پر ہے۔ زائرین کی سہولت اور ان کے افادہ کی غرض سے ان آیات کا مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ساتھ ہی آویزاں تھا۔

مَیں اِن آیات پر غور کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر ان آیات کے قریب ہی اخبار کے ایک تراشہ پر پڑی جو ایک عظیم جرمن سکالر کے اِس بیان پر مشتمل تھا کہ قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے جو انسانی دست بُرد اور تحریف سے مبرّا ہوتے ہوئے چودہ سو سال سے اپنی اصل شکل میں قائم چلی آرہی ہے۔ مسلمانوں کے لئے جرمن سکالر کا یہ بیان قرآن مجید کی آیت (سورۃ ۱۵۔ آیت ۹) میں بیان کردہ اِس صداقت کے حق میں ایک زبردست شہادت ہے کہ "یقیناً ہم نے ہی اِس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اِس کی حفاظت کے ذمہ وار ہیں"۔ یقیناً جرمن سکالر کا یہ بیان قرآن پر ان کے ایمان کو اُور زیادہ مضبوط کرنے والا ہے اور یقیناً ان کے اِس اعتقاد کو اُور زیادہ تقویت پہنچانے والا ہے کہ قرآن مجید آج بھی اصل شکل میں اپنے باطنی کمالات کے ساتھ من وعن موجود ہے اور دور لی دنیا کی دُکھ بھری زندگی میں یہی ہمارا حقیقی رہنما ہے۔

اپنی طرف متوجہ کرنے والے ایک اُور چارٹ کا عنوان تھا:۔ "ایٹم بم کا دھماکہ" ـــــ اِس عنوان کے تحت قرآن کی یہ آیات درج تھیں:۔ "(یہ مصیبت جب آئے گی) اُس وقت لوگ پراگندہ پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ اُس ریشم کی مانند ہو جائیں گے جو دھنکی ہوئی ہوتی ہے"۔ (سورۃ ۱۰۱۔ آیات ۵، ۶)

اس کے بعد جو چارٹ آویزاں تھا اُس میں یہ بتایا گیا تھا کہ قرآن کس نوع کی خاندانی منصوبہ بندی کا حامی ہے۔ اُس پر قرآن کی یہ آیت درج تھی:۔ "اور ہم

نے انسان کو اپنے والدین سے احسان کی تعلیم دی کیونکہ اُس کی ماں نے اُس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں اُٹھایا تھا اور پھر تکلیف کے ساتھ اُس کو جنا تھا اور اُس کے اُٹھانے اور دُودھ چھڑانے پر تیس مہینے لگے تھے۔" (سورۃ ۴۶-آیت ۱۶)
اگر واقعی دُنیا اس آیت میں بیان کردہ نکتہ کی پابندی اختیار کرے تو آبادی میں اضافہ کی رفتار خوفناک صورت کبھی نہ اختیار کرے۔"

اخباروں کے اِن اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن مجید کے تراجم، اس کی تعلیمات اور اسلامی کتب کی یہ نمائش نہایت درجہ کامیاب رہی۔ ہزاروں لوگوں نے یہ نمائش دیکھی اور اس میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اسلام اور قرآن مجید کے متعلق غیر مسلموں میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کا بڑی حد تک ازالہ ہوا اور اُن تک بہت احسن طریق پر اسلام کا پیغام پہنچا۔ اور یہی اس نمائش کی غرض تھی جو بہ تمام و کمال پُوری ہوئی۔ فالحمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذٰلک ؛

فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ہزار تدبیر کرو ہرگز کام نہ آوئیگی جبتک آنسو نہ بہیں۔ سانپ کی زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اُس کا تریاق دُعا ہے، جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ جو دُعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہُوا۔ ہر روز دیکھنا چاہیئے کہ جو حق دعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں۔ نماز کی ظاہری صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے ..... چاہیئے کہ اپنی نماز کو دُعا سے مثل کھانے اور سرد پانی کے لذیذ اور مزیدار کرلو، ایسا نہ ہو کہ اس پہ ویل ہو۔" (ملفوظات جلد ششم صٓ۳۷)

امتحان انصار اللہ سہ ماہی دوم اور اس کا نصاب

سہ ماہی دوم میں انصار اللہ کا امتحان انشاء اللہ تعالیٰ ۲۱ جون ۶۸ء بروز جمعہ برائے ربوہ ــــ اور ۲۳ جون ۱۹۶۸ء بروز اتوار برائے بیرونجات منعقد ہوگا۔

امتحان کا نصاب درج ذیل ہے:-

نصاب معیار اوّل

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "ضرورۃ الامام"

۲۔ بازار جانے کی دُعا:-

بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا فِیْهَا

اللہ کے نام سے میں داخل ہوا۔ اے اللہ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں اس بازار کی خیر اور خیر اس چیز کی جو اس میں ہے۔

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ

اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو اس میں ہے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے

اَنْ اُصِیْبَ فِیْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً ۔

کہ اس میں نقصان والا سودا پاؤں۔

۳۔ کسی شہر میں داخل ہونے کی دُعا:-

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ

اے اللہ جو ساتوں آسمانوں کا ربّ ہے اور ان کا جن پر وہ سایہ کرتے ہیں اور جو ساتوں زمینوں کا رب ہے

وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ

اور ان کا جنکو انہوں نے اٹھایا ہوا ہے اور شیطانوں کا ربّ ہے اور ان کا جنکو وہ گمراہ کرتے ہیں اور ہواؤں کا ربّ ہے

وَمَا ذَرَیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَ

اور ان چیزوں کا جنکو وہ پھیلاتی ہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں بھلائی اس شہر کی اور

خَیْرَ اَهْلِهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ

بھلائی اسکے رہنے والوں کی اور بھلائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بستی کے شر سے

جلد ۹ | اخاء ۱۳۴۷ ھش | شمارہ ۱۰

اکتوبر ۱۹۶۸ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء ۱۳۴۷ ھش

(اکتوبر ۱۹۶۸ء)

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ⁂ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

(ناشر: چوہدری محمد ابراہیم ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۹ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۱۰

اخاء ۱۳۴۷ ہش

انصار اللہ کا تیرھواں سالانہ اجتماع اور اسکی خصوصی اہمیت

نرم جلد اور نرم دل ہو کر ذکر الٰہی کی طرف جھکنے کا انمول موقع

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ ہدایت و ضلالت، نور و ظلمت اور اسی طرح نیکو کار و بے عمل لوگوں کے باہمی فرق کو واضح کرنے کے لئے استفہامیہ اسلوب سے کام لیا ہے۔ حکمت اس اسلوب کی یہ ہے کہ تا ایسے ہر سوال کو پڑھ کر انسانی فطرت خود پکار اُٹھے کہ ہدایت و ضلالت، نور و ظلمت اور نیکو کار و بے عمل ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ فطرت کی اِس پُکار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان از خود اس فیصلہ پر پہنچے بغیر نہیں رہتا کہ ضلالت کو ترک کئے اور ہدایت پر کاربند ہوئے بغیر وہ حقیقی فلاح کا مُنہ نہیں دیکھ سکتا اور دائمی اور سچی خوشحالی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ سورۃ الزمر کی آیت ۲۳ میں فرماتا ہے:-

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۞

جس کا سینہ اللہ فرمانبرداری کے لئے کھول دے اور اس کو اپنے رب کی طرف سے نور بھی ملا ہو کیا وہ اسکے برابر ہو سکتا ہے جو ایسا نہیں؟ پس افسوس ان پر جن کے دل اللہ کے ذکر سے سختی محسوس کرتے ہیں۔ وہ بڑی کھُلی گمراہی میں ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے استفہامیہ اسلوب اختیار فرما کر ہر مسلمان کو سوچنے اور غور و فکر سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ اس غور و فکر کے نتیجہ میں فطرۃً ہر مسلمان اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ جس کا سینہ فرمانبرداری کے لئے کھول دے اور اسے بصیرت سے بھی سرفراز فرمائے وہ یقیناً اس شخص سے درجہ میں افضل ہے جو انشراحِ صدر سے فرمانبرداری نہیں کرتا اور بصیرت سے بھی اسے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اس نتیجہ پر وہ کسی خارجی دباؤ کے ماتحت نہیں بلکہ خود اپنی فطری پکار کے نتیجہ میں پہنچتا ہے۔ فطرت کی یہ پکار اُسے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ گمراہی کی ظلمت سے نکلے اور ہدایت کے نور سے منوّر ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے خلفاء کی پوری پوری اطاعت بجا لائے۔ پس قرآن مجید کا یہ استفہامیہ اسلوب اپنے اندر بہت بڑی حکمت لئے ہوئے ہے اور قرآنی اسلوبِ بیان کی معجز نمائی پر دال ہے۔

پھر یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں ایک نہایت پُر حکمت اسلوبِ بیان سے کام لے کر اللہ اور رسول پر بصیرت کے رنگ میں ایمان لانے اور پورے انشراح کے ساتھ ان کی اطاعت بجا لانے کی اہمیت واضح فرمائی ہے بلکہ بصیرت کے رنگ میں ایمان لا کر انشراحِ قلب کے ساتھ فرمانبرداری اختیار کرنے والوں اور فرمانبرداری کا طریق اختیار نہ کرنے والوں کے درمیان ایک مابہ الامتیاز کی طرف بھی نہایت لطیف پیرایہ میں اشارہ کیا ہے۔ فی الوقت اس مابہ الامتیاز پر ہی روشنی ڈال کر اس کی اہمیت کو واضح کرنا ہمارے مدّنظر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فرما کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بصیرت کے رنگ میں ایمان لانے والوں اور انشراحِ قلب کے ساتھ فرمانبرداری اختیار کرنے والوں کی ایک علامت یہ ہے کہ ایسے لوگ ذکرِ الٰہی کی طرف خاص رغبت رکھتے اور اس میں ایک خاص لذّت محسوس کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو لوگ نہ بصیرت کے رنگ میں ایمان لاتے ہیں اور نہ انشراحِ صدر کے ساتھ فرمانبرداری کا طریق اختیار کرتے ہیں اُن کے دل ذکرِ الٰہی کی طرف راغب نہیں ہوتے بلکہ وہ اس بارہ میں اپنے دلوں میں ایک قسم کی سختی محسوس کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے لوگوں پر افسوس کا اظہار کیا ہے اور نہ صرف افسوس کا اظہار کیا ہے بلکہ فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یعنی ایسے لوگ ایمان لانے کے باوجود ایک لحاظ سے ہنوز کھلی گمراہی میں گرے ہوئے ہیں۔

پس چونکہ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کے اشارہ سے ہی یہ امر واضح

ہو جاتا ہے کہ ذکرِ الٰہی میں شغف صاحبِ بصیرت فرمانبرداروں اور بصیرت سے محروم نافرمانوں کے درمیان ایک مابہ الامتیاز کی حیثیت رکھتا ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے ہر دو قسم کے لوگوں کے درمیان اس مابہ الامتیاز کی طرف صرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مذکورہ بالا آیت سے اگلی ہی آیت میں اسے کھول کر بیان فرما دیا۔ چنانچہ صاحبِ بصیرت فرمانبرداروں اور ان کے ایک خاص وصف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ	اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے بہتر سے بہتر بات یعنی وہ
کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ	کتاب اُتاری جو متشابہ بھی ہے اور اس کے مضمون
مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ	نہایت اعلیٰ بھی ہیں جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے
رَبَّھُمْ ج ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ	ہیں (یعنی جنہیں بصیرت حاصل ہے اور جو انشراح
وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ	کے ساتھ اپنے رب کی فرمانبرداری اختیار کرنے

والے ہیں) ان کے جسموں کے رونگٹے اس کے پڑھنے سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر اُن کے چمڑے اور دل نرم ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں۔

اس آیت سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ ذکرِ الٰہی کی طرف رغبت کو اللہ تعالیٰ کے اصل فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے درمیان ایک مابہ الامتیاز کی حیثیت حاصل ہے۔ جو قرآنی ہدایات پر بصیرت کے رنگ میں ایمان لاتے ہیں اور انشراحِ صدر کے ساتھ پوری پوری فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں قرآنی احکام کو پڑھتے وقت اُن پر ایک عجیب ربودگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اُن کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کمال عاجزی اور انکساری کی وجہ سے اُن کے چمڑے اور دل نرم پڑ جاتے ہیں اور اس حال میں وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں یعنی وہ بے اختیار ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی تسبیح و تحمید بیان کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح ہر آن ہی ذکرِ الٰہی میں معروف رہنا اُن کا مرغوب و دل پسند مشغلہ بن جاتا ہے۔ دوسری طرف جو لوگ بصیرت سے محروم ہوتے ہیں اور جو فرمانبرداری کے لئے اپنے دل میں انشراح نہیں پاتے اُن کے چمڑے اور دل نرم ہونے تو کجا ذکرِ الٰہی کے نام سے ہی اُن کے دل سختی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ پس ذکرِ الٰہی وہ مابہ الامتیاز ہے جو اللہ تعالیٰ کے اصل فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں فرق کر کے دکھا دیتا ہے۔

ذکرِ الٰہی کی اِس بنیادی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداری اختیار کرنے کی تلقین کے

ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بڑی کثرت کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم دیا ہے اور انہیں توجہ دلائی ہے کہ انہیں دن اور رات کے ہر حصہ میں ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَّسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ۝ (الاحزاب: ۴۲، ۴۳)

اے مومنو! اللہ کا ذکر بہت کیا کرو اور صبح وشام (یعنی دن اور رات) اُس کی تسبیح کیا کرو۔

اب چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود نماز کو ذکرِ الٰہی کی سب سے بڑی قسم قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي (طٰہٰ آیت ۱۵) یعنی میرے ذکر کے لئے نماز قائم کر۔ اس لئے اِس بات کا امکان تھا کہ بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے کے اِس عمومی حکم سے کہیں مسلمان یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ فرض نمازوں کے دَوران جو ذکرِ الٰہی کیا جاتا ہے ہمارے لئے وہی کافی ہے اِس ذکر کے علاوہ دن اور رات کے باقی اوقات میں ذکرِ الٰہی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اِس امکان کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر اِس امر کی صراحت فرما دی کہ فرض نمازوں کے دَوران کیا جانے والا ذکرِ الٰہی کافی نہیں ہے بلکہ نمازوں کے بعد دن اور رات کے بقیہ اوقات میں بھی تمہاری زبانوں کا ذکرِ الٰہی سے تر رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتا ہے:-

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ (النساء آیت ۱۰۴)

جب تم نماز ادا کر چکو (تو اس کے بعد بھی) کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے رہو۔

کھڑے اور بیٹھے چلتے اور پھرتے حتّٰی کہ کروٹ پر لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس کے ذکر میں مصروف رہنے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ یہ تمہارے فرمانبردار ہونے کی علامت ہوگی۔ اِس کے نتیجہ میں تم فوز و فلاح سے ہمکنار ہوگے اور حصولِ مقصد کے لحاظ سے تم فائز المرام قرار پاؤ گے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ

اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جایا کرو اور اللہ کا فضل تلاش کیا کرو اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ○ (الجمعہ آیت ۱۱)　　　　کامیاب ہو جاؤ۔

الغرض ذکرِ الٰہی کرنے کی قرآن مجید میں بار بار اور بڑی کثرت کے ساتھ تاکید آئی ہے اور اس کی ایک وجہ (جیسا کہ سورۃ الزمر کی مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے) یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی کی طرف رغبت اور اس میں انہماک اللہ تعالیٰ کے اصل فرمانبردار بندوں اور نافرمانوں کے درمیان ایک مابہ الامتیاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو جو اُس کے اصل فرمانبردار بندے ہوتے ہیں زندہ اور ذکرِ الٰہی نہ کرنے والوں کو اُن کی نافرمانی کے سبب مُردہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ
(بخاری و مسلم)

یعنی جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ کی سی ہے اور جو شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا اُس کی مثال مُردہ کی سی ہے۔

پھر یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو انفرادی طور پر دن اور رات کے ہر حصہ میں ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنے کا حکم دیا ہے بلکہ بعض دن مقرر کر کے اور باہم اکٹھے ہو کر اجتماعی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ حج کے تعلق میں فرمایا:۔

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ
(البقرہ آیت ۲۰۴)

یعنی اللہ کو مقررہ دنوں میں یاد کرو۔

اس سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض دن مقرر کر کے اور باہم اکٹھے ہو کر اپنے دن اور رات ذکرِ الٰہی میں بسر کرنا بہت پسندیدہ ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں جہاں انفرادی ذکرِ الٰہی پر بہت زور دیا ہے وہاں اجتماعی رنگ میں اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرنے پر بھی کچھ کم زور نہیں دیا۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضور نے صحابہؓ کو باہم مل کر اجتماعی رنگ میں ذکرِ الٰہی کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:۔

لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنْ

یعنی جب کسی قوم کے افراد باہم مل کر ذکرِ الٰہی کی نیّت سے بیٹھتے ہیں تو فرشتے آسمان سے نازل ہو کر ان کے گرد اگرد آ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور سکینت ان پر نازل

عِنْدَهٗ (صحیح مسلم)　　　ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان کا ذکر فرشتوں سے کرتا ہے۔

اجتماعی ذکرِ الٰہی کا ایک ایسا ہی انمول موقع ہمیں ہر سال مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے رُوح پرور اجتماع کی شکل میں میسر آتا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسا مبارک موقع ہوتا ہے کہ جب ذکرِ الٰہی کی نیت سے دُور و نزدیک سے آئے ہوئے ہزاروں احباب کے گرد آسمان سے فرشتے نازل ہو کر گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اُن پر چھا جاتی ہے، سکینت اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہو کر فرشتوں سے اُن کا ذکر کرتا ہے۔ اس اجتماع کی ان عظیم الشان برکات کی وجہ سے ہی پاکستان کے دُور و دراز علاقوں سے انصار احباب ہزاروں کی تعداد میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ وہ آتے ہیں اور دیوانہ وار آتے ہیں اور اس میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ یاب ہو کر اپنے دامن ہائے مراد کو روحانی نعمتوں سے پُر کر کے اور اس کی انقلاب انگیز تاثیرات سے حصّۂ وافر لے کر اپنے گھروں کو واپس لَوٹتے ہیں۔

امسال یہ مقدس و بابرکت اور رُوح پرور اجتماع جو ترتیب کے لحاظ سے تیرھواں سالانہ اجتماع ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی منظوری سے ۲۵، ۲۶، ۲۷ اخاء ۱۳۴۷ ہش مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۸ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار حسب معمول ربوہ میں منعقد ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز یہ اجتماع بوجوہ خاص ایک خاص نرالی اور منفرد شان کا حامل ہوگا، اپنی کیفیت اور عظیم الشان برکات کے لحاظ سے پہلوں سے خوب تر اور پہلوں سے بڑھ کر پُر تاثیر و پُر اثر، اس لئے کہ یہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے بمنشائے الٰہی جماعت میں تسبیح و تحمید، درُود اور استغفار کی مبارک تحریک جاری ہونے کے بعد منعقد ہونے والا پہلا اجتماع ہے۔ اس لحاظ سے یہ دن اور رات ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنے والے اُن خوش بخت انسانوں کا اجتماع ہوگا جو تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کے مصداق ہیں۔ جب دن اور رات تسبیح و تحمید، درود شریف اور استغفار کے ورد میں مصروف رہنے والے بکثرت تسبیح و تحمید، درود شریف اور استغفار کا ورد کرتے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں اپنے مرکز کی طرف کھنچے چلے آئیں گے اور اجتماع میں شریک ہو کر اجتماعی رنگ میں اپنے دن اور رات ذکرِ الٰہی میں بسر کریں گے اور زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس طرح بھریں گے جس طرح سمندر پانی سے لبریز ہیں تو اُس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے

(جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۴ مارچ ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں رقم فرمایا تھا) راستبازوں کا گروہِ کثیر ایک ہی سلک میں منسلک ہو کر وحدتِ مجموعی کے پیرایہ میں خلق اللہ پر جلوہ نما ہوگا اور اپنی سچائی کی مختلف المخرج شعاؤں کو ایک خطِ ممتد میں ظاہر کرے گا۔ اور جب ایسا ہوگا تو خدا تعالیٰ کی رحمت اور بھی زیادہ جوش میں آئے گی۔ اس کے فرشتے پہلے سے بھی بڑھ کر آسمان سے نازل ہو ہو کر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والے ان خوش بختوں کو اپنے گھیرے میں لے لیں گے، پہلے سے بھی بڑھ کر سکینت اُن کے قلوب پر نازل ہوگی اور ملاءِ اعلیٰ میں پہلے سے بھی بڑھ کر ان کا ذکر ہوگا۔

انشاء اللہ العزیز ایسا ہوگا اور ضرور ہوگا لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر شخص جو اپنی اپنی جگہ تسبیح و تحمید، درود شریف اور استغفار کے ورد میں مصروف ہے اس مقدس اجتماع میں شمولیت کے لئے دیوانہ وار کھنچا چلا آئے اور اس طرح ثابت کر دکھائے کہ وہ بفضلِ اللہ تعالےٰ وہ ہے (مَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ) جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداری کے لئے کھول دیا ہے اور اُس کو اپنے رب کی طرف سے ایک نور بھی ملا ہے جو اُسے اُن دوسرے بندگانِ خدا سے ممیّز کر دکھاتا ہے جو ایسے نہیں ہیں اور یہ کہ وہ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ کا نہیں بلکہ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کا مصداق ہے۔

پس اے دین کی نصرت کا دم بھرنے والو اور اس بناء پر انصار اللہ کہلانے والو! انفرادی ذکرِ الٰہی کی اہمیت کے ساتھ ساتھ جس میں تم سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی مبارک تحریک پر لبیک کہتے ہوئے دن اور رات مصروف ہو اجتماعی ذکرِ الٰہی کی اہمیت کو بھی کسی حال میں فراموش نہ ہونے دو اور اجتماعی ذکرِ الٰہی کے اِس انمول موقع سے جو انصار اللہ کے تیرھویں سالانہ اجتماع کی شکل میں عنقریب تمہیں میسّر آنے والا ہے کما حقّہٗ استفادہ کرنے کے لئے اجتماع کے ایّام میں دیوانہ وار کھنچے چلے آؤ، جن علاقوں اور جن راستوں سے گزر کر آؤ انہیں ذکرِ الٰہی سے معمور کرتے چلے آؤ اور پھر یہاں آ کر اِس کثرت اور اس شان سے اجتماعی ذکرِ الٰہی میں شریک ہو کہ دنیا کو ذکر اللہ، محبّتِ الٰہی اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ربوہ کی سرزمین سے ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔ آؤ اور اس طرح جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے بتوفیقِ الٰہی اُس نور سے حصّہ پاؤ جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبّت کرنے لگتا ہے، اور

اُس رُوح سے ہمکنار ہونے کی سعادت حاصل کرو جو ربوبیتِ تامہ اور عبودیتِ خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اُس رُوحِ خبیث سے ابدی نجات کے لئے ساعی ہو جو نفسِ امّارہ اور شیطان کے تعلقِ شدید سے جنم لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے جملہ انصار بھائیوں کو جو یکم محرم ۱۳۸۸ھ سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی جاری فرمودہ نہایت ہی بابرکت تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنی اپنی جگہ انفرادی طور پر تسبیح و تحمید، درود شریف اور استغفار کا بالالتزام ورد کر رہے ہیں اجتماعی ذکرِ الٰہی کے اس نمونہ موقع سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے جو انصار اللہ مرکزیہ کے تیرھویں سالانہ اجتماع کی شکل میں ان کو عنقریب میسر آنے والا ہے۔ وہ آئیں ـــــ دیوانہ وار آئیں ـــــ اور پہلے سے بڑھ کر تعداد میں آئیں اور اجتماعی ذکرِ الٰہی میں بھی ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کا ایسا شاندار نمونہ دکھائیں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر آسمانوں پر فرشتوں سے اُن کا ذکر کرے۔ اٰمین اللّٰھمّ اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین ٭

جماعت کے لئے ضروری امر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ اپنے وقتوں میں سے کچھ وقت نکال کر آئیں اور یہاں صحبت میں رہ کر اُس غفلت کی تلافی کریں جو غیبوبت کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہے اور ان شبہات کو دُور کریں جو اِس غفلت کا باعث ہوتے ہیں۔ ...... انسان کمزور بچے کی طرح ہوتا ہے یا مامور من اللہ کی صحبت اس کے لئے ضروری ہوتی ہے اگر وہ اس سے الگ ہو جائے تو اسکی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے۔" (الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۱ء)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ہے

کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اطاعت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور رُوح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے، بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی۔ اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بُت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھے اُن میں ایک کشش اور قوت تھی جو بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتی تھی۔ اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور ان کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو کوئی اُن کو دیکھتا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا۔

غرض صحابہؓ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اُس جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونہ سے ہوتی ہے اس لئے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہؓ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو، باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہؓ کی تھی۔

..... لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہہ نکلی تھیں۔ ان کی اطاعت اور

اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کر لیا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو صحابہؓ کو اٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی ورنہ اگر وہ تلوار نہ بھی اُٹھاتے تو یقیناً وہ زبان ہی سے دنیا کو فتح کر لیتے۔

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

انہوں نے ایک صداقت اور حق کو قبول کیا تھا اور پھر سچے دل سے قبول کیا تھا۔ اُس میں کوئی تکلف اور نمائش نہ تھی۔ اُن کا صدق ہی اُن کی کامیابیوں کا ذریعہ ٹھہرا۔ یہ سچی بات ہے کہ صادق اپنے صدق کی تلوار سے کام لیتا ہے۔ پیغمبرِ خدا کی شکل وصورت پر جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔

یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلا سکتی اور اُن میں ملت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جا سکتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہی تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ پھر اگر اختلافِ رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں یہی تو سِر ہے کہ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جائے۔

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ بڑے بڑے اہل الرائے تھے۔ خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی۔ وہ اصولِ سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلیفہ ہوئے اور اُن میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارِ گراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ اُن میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ نے کچھ فرمایا اپنی تمام آراء اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ان کا اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپؐ کے لبِ مبارک کو متبرک سمجھتے تھے۔ اگر ان میں یہ اطاعت، یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتبِ عالیہ کو نہ پاتے۔"

(الحکم نمبر ۵ ۱۹۰۱ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَ فِيْهَا شِفَاءٌ لِلَّذِیْ يَتَدَبَّرُ

(اور قرآن مجید میں تدبّر کرنے والوں کے لئے شفاء ہے)

وَ وَاللّٰهِ فِی الْقُرْاٰنِ کُلُّ حَقِيْقَةٍ ۔۔۔ وَ اٰيَاتُهٗ مَقْطُوْعَةٌ لَا تُغَيَّرُ

اللہ کی قسم! قرآن مجید میں ہر ایک حقیقت موجود ہے اور اسکی آیات قطعی ہیں جو ہمیشہ کے لئے ہیں اور نہیں بدلیں گی۔

مَعِيْنٌ مَعِيْنُ الْخُلْدِ نُوْرٌ مُعِيْنُنَا ۔۔۔ هُدَاهُ نَمِيْرُ الْمَاءِ لَا يَتَكَدَّرُ

قرآن مجید صاف پانی ہے، بہشت کا پانی اور ہمارے خدا کا نور۔ اسکی ہدایت نہایت صاف اور مصفا پانی کی طرح ہے جس میں کوئی گدلا پن نہ ہو۔

اَرٰی اٰيَهٗ کَالْغِيْدِ جَاءَتْ مِنَ السَّمَاءِ ۔۔۔ وَ فِيْهَا شِفَاءٌ لِلَّذِیْ يَتَدَبَّرُ

اس کی آیات غایت درجہ حسین ہیں جو آسمان سے اُتری ہیں اور ان میں فکر کرنے والوں کے لئے شفا ہے۔

وَ يُصْبِیْ قُلُوْبَ النَّاسِ بِالنُّوْرِ وَالْهُدٰی ۔۔۔ وَ يُرْوِی الْعِطَاشَ بِالْمَعِيْنِ وَ يَظْئَرُ

اور وہ لوگوں کے دلوں کو اپنے نور اور ہدایت کے ساتھ کھینچ رہا ہے اور پیاسوں کو مصفا پانی سے سیراب کرتا ہے اور دائیوں کی طرح دودھ پلاتا ہے۔

وَ قَدْ کَانَ صُحُفٌ قَبْلَهٗ مِثْلَ خَادِجٍ ۔۔۔ فَجَاءَ لِتَکْمِيْلِ الْوَرٰی لِيُغَزِّرُ

قرآن مجید سے پہلے اترنے والی کتابیں نامکمل تھیں پس قرآن مجید لوگوں کو کامل کرنے کے لئے آیا تھا کہ ایک بار ہی تمام دودھ جاکر لوگوں کو پلایا جائے۔

بِلَيْلٍ کَمَوْجِ الْبَحْرِ اَرْخٰی سُدُوْلَهٗ ۔۔۔ تَجَلّٰی وَ اَدْرٰی کُلَّ مَنْ کَانَ يُبْصِرُ

یہ قرآن ایسے زمانہ میں اُترا جو رات کی طرح تاریک تھا اور جس نے اپنی تاریکی کی چادر سمندر کی موج کی طرح پھیلا رکھی تھی سو اس نے آکر تاریکی کو دور کر دیا اور ہر ایک جو دیکھ سکتا تھا اس کو دکھا دیا۔

وَ اُعْطِيْتُ مِنْ رَّبِّیْ عُلُوْمًا صَحِيْحَةً ۔۔۔ وَ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وَ اُخْبَرُ

اور میں نے اپنے رب سے قرآن کے علوم صحیحہ پائے ہیں اور جو کچھ تم نہیں جانتے وہ مجھے سکھلایا جاتا ہے اور اسکی مجھے اطلاع دی جاتی ہے۔

(اعجاز احمدی)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کاملاں را بس ہمیں پیمانہ است

(کاملوں کو پرکھنے کا بس یہی معیار ہے)

کامل آں باشد کہ با فرزند و زن　　با عیال و جملہ مشغولیٔ تن

کامل وہ ہوتا ہے جو باوجود بیوی بچوں کے اور باوجود عیال اور جملہ مشاغل کے

با تجارت باہمہ بیع و شرا　　یک زماں غافل نہ گردد از خدا

اور باوجود تجارت اور خرید و فروخت کے کسی وقت بھی خدا سے غافل نہیں ہوتا

ایں نشانِ قوتِ مردانہ است　　کاملاں را بس ہمیں پیمانہ است

یہ ہے نشان جوانمردی کا اور کاملوں کو پرکھنے کا بس یہی معیار ہے۔

سوختہ جانے ز عشقِ دلبرے　　کے فراموشش کند با دیگرے

جس کی جان دلبر کے عشق میں جلی ہوئی ہو وہ اس کو بھول کر کسی اور کی طرف کب توجہ کر سکتا ہے

او نظر دارد بغیر و دل بہ یار　　دست در کار و خیالش اندر نگار

وہ بظاہر غیر کی طرف نظر رکھتا ہے لیکن دل یار کی طرف ہی ہوتا ہے ہاتھ کام میں ہوتا ہے لیکن خیال محبوب کی طرف

دل طپاں در فرقتِ محبوبِ خویش　　سینہ از ہجرانِ یارے ریش ریش

اپنے محبوب کی فرقت میں اس کا دل تڑپتا ہے اور یار کے ہجر میں اس کا سینہ زخمی رہتا ہے۔

او فتادہ دور از روئے کسے　　دل دواں ہر لحظہ در کوئے کسے

وہ کسی کے چہرے سے دور پڑا ہوا ہوتا ہے مگر دل اس کا ہر وقت کسی کے کوچہ میں دوڑ رہا ہوتا ہے

(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

جلاءِ نفس ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے ہوتا ہے

اپنے اوقات کا ایک بڑا حصہ ذکرِ الٰہی اور دعاؤں میں صرف کیا کرو

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ القریش کی تفسیر کرتے ہوئے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ کی آیت کے تحت ذکرِ الٰہی کی طرف نہایت مؤثر الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔ تفسیر کا ایک حصہ ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

"ہماری جماعت جب ظلّی رنگ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جماعت ہے اور ظلّ محمدؐ پر ایمان لاکر ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں شامل ہو چکے ہیں تو ہمیں بھی وہی کچھ کرنا پڑیگا جو صحابہؓ نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں زمانۂ محمدی کے لوگوں سے کہتا ہے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ تم کو چاہیئے کہ تم عبادتوں میں اپنا وقت لگاؤ اور ذکرِ الٰہی کی عادت ڈالو۔ یہی کام احمدیوں کا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ احمدیوں نے اب تک اِس مقام کو نہیں پایا۔ کتنے احمدی ہیں جو اس معیار پر پُورے اُترتے ہیں۔ بے شک دوسروں سے زیادہ چندہ دینے والے احمدی موجود ہیں مگر چندہ سے تو دین نہیں پھیلتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ کہ دین کی ترقی تو نفس کی صفائی اور عبادت کی کثرت سے ہوتی ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ ذکرِ الٰہی اور عبادت کی طرف بہت ہی کم توجہ ہے۔ فرض نمازیں بے شک وہ دوسروں سے زیادہ ادا کرتے ہیں مگر ذکرِ الٰہی کرنا، مساجد میں بیٹھنا، راتوں کو اُٹھ کر تہجد ادا کرنا، اعتکاف کرنا، یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے اور جو نفس کی اصلاح کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ مگر ہماری جماعت کی توجہ ان کی طرف بہت کم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دُعائیں کیں اُن میں بھی آتا ہے کہ الٰہی تیرے لئے اعتکاف کرنے والے لوگ اور تیری عبادت میں اپنا وقت گزارنے والے لوگ میری اولاد میں ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں۔

مگر میں کہتا ہوں کہ احمدیوں کو اِس طرف بہت کم توجہ ہے۔ حالانکہ جب تک اِن باتوں کی طرف توجہ نہ ہو انسان کا نفس کبھی جلاء نہیں پاتا۔ جلاءِ نفس ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ نمازوں کے متعلق بھی مَیں دیکھتا ہوں کہ اِس امر کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی کہ نمازیں آہستگی کے ساتھ پڑھی جائیں۔ لوگ سُنتیں جلدی ختم کرکے مسجد سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں کا فرض ہے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کر نمازیں پڑھا کریں اور اپنے اوقات کا ایک بڑا حصّہ ذکرِ الٰہی اور دعاؤں میں صرف کیا کریں اور دوسرے مسلمانوں سے بھی انہیں یہی کہنا چاہیئے کہ وہ عبادت اور ذکرِ الٰہی پر زور دیں کیونکہ اسلام کی اصل ترقی ذکرِ الٰہی اور عبادت پر زور دینے سے ہی ہوگی

تاریخوں سے ثابت ہے کہ جب رومی سفیر مسلمانوں کی حالت دیکھ کر واپس گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ آپ مسلمانوں کے مقابلہ میں جیت نہیں سکتے۔ اُس نے پوچھا کیوں؟ رومی سفیر نے جواب دیا کہ وہ تو سارا دن لڑتے اور ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، وہ آدمی نہیں بلکہ جِن معلوم ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر زور دینا ایسا نور پیدا کر دیتا ہے جس سے انسان کو پہلے اپنے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے اور پھر وہ دنیا کی طاقتوں کو مغلوب کر لیتا ہے۔

آجکل کے لوگ مغربی تہذیب کے ماتحت یہ سمجھتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی وغیرہ کرنا اور مصلے پر بیٹھے رہنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ حالانکہ یہ مصلے پر بیٹھ کر ذکرِ الٰہی کرنے والے ہی تھے جنہوں نے بارہ سال کے اندر اندر آدھی دُنیا تہ و بالا کر دی۔ اِس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مصلے پر بیٹھنے سے وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ انسان کو ایسی برکت ملتی ہے کہ وہ بڑے بڑے کام تھوڑے سے وقت میں کر لیتا ہے۔ پس مصلے پر بیٹھنے کے معنی نکما پن کے نہیں بلکہ درحقیقت اِس سے ایسی مہارت پیدا ہو جاتی ہے اور دل میں اِس قسم کا نور پیدا ہو جاتا ہے کہ تھوڑے سے وقت میں انسان بڑے بڑے کام کر لیتا ہے۔ اگر تین گھنٹے وہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے تو بظاہر اس کے تین گھنٹے وقت میں سے کم ہو جائیں گے مگر انہی تین گھنٹوں کی بدولت وہ آٹھ گھنٹوں میں وہ کچھ کام کرلے گا جو دوسرے چوبیس گھنٹوں میں بھی نہیں کر سکیں گے۔ پس عبادت کی کثرت تہجّد اور ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ کرو اور اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کرو۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم۔ تفسیر سورۃ القریش)

ایمان و اخلاص کی کسوٹی

اطاعت اور اس کی بنیادی اہمیت

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم ۔ اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

اطاعت روحانی سلسلوں کا نمایاں وصف اور طرۂ امتیاز ہے ۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرماتا ہے :۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (آل عمران)

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وارث بنو۔

روحانی سلسلوں میں منسلک افراد ایک تنظیم میں منسلک ہوتے ہیں ۔ اور تنظیم قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس سے منسلک جملہ افراد جذبۂ اطاعت سے سرشار نہ ہوں ۔ ایک ہاتھ کے اشارہ پر اٹھیں اور ایک ہاتھ کے اشارہ پر بیٹھیں کسی حکم کی مصلحت سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اس کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو، بہرکیف امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جماعت کا ہر فرد اس کے سامنے سر تسلیم خم کردے ۔ روحانی سلسلے قربانی چاہتے ہیں، نفس کی قربانی، آرام کی قربانی، لذات کی قربانی، عادات کی قربانی، خیالات کی قربانی، خواہشات کی قربانی، اموال کی قربانی، اوقات کی قربانی، عزت کی قربانی اور اولاد کی قربانی وغیرہ ۔ جو شخص بیعت کرکے کسی روحانی سلسلہ میں داخل ہوتا ہے وہ خدا کے ہاتھ پر اپنا سب کچھ بیچ دیتا ہے پھر اس کی کوئی چیز اپنی نہیں رہتی ۔ نہ اس کا نفس اپنی ملکیت رہتا ہے، نہ اس کی خواہشات اپنی خواہشات رہتی ہیں، نہ اوقات و اموال اس کے اپنے اوقات و اموال رہتے ہیں، نہ اس کے قوٰے اپنے قویٰ رہتے ہیں ۔ اس کا سب کچھ خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہو جاتا ہے ۔

بیعت میں امر معروف میں اطاعت کا عہد کیا جاتا ہے ۔ اطاعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"کیا اطاعت سہل امر ہے ؟ اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں ۔ یہ بھی ایک موت ہوتی ہے ۔ جیسے ایک زندہ آدمی کی

کھال اُتار دی جائے ویسی ہی اطاعت ہے۔"

(الحکم ۳؍اکتوبر ۱۹۰۲ء)

پس جو لوگ رُوحانی سلسلوں میں داخل ہوتے ہیں وہ خدا کے ہاتھ پر اپنا سب کچھ بیچ کر اور اپنے نفسوں پر موت وارد کر کے ہر امر معروف میں شرحِ صدر اور بشاشتِ قلب کے ساتھ خدا تعالیٰ کے مامور اور اپنے مقتداء و امام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے اور مجسم اطاعت بن جاتے ہیں۔

اطاعت ہی میں رُوحانی جماعتوں کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ کیونکہ جب تک امام و مقتداء کو یہ یقین نہ ہو کہ اُس کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے سب کے سب اس کے حکم پر بلا چون و چرا لبیک کہتے ہوئے سرِ تسلیم خم کر دیں گے اور اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں گے اُس وقت تک وہ اُن کے سامنے کوئی نیک تحریک نہیں رکھ سکتا اور اُس کے لئے اُن سے قربانی کا مطالبہ نہیں کر سکتا پس اطاعت ہی ایمان اور اخلاص کی کسوٹی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ شراب اُن کی رگ رگ میں رچی ہوئی تھی مگر جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو صحابہؓ نے شراب کے سب مٹکے توڑ دیئے۔ یہاں تک کہ شراب گلیوں میں بہنے لگی۔ ایک بار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ارشاد فرمایا بیٹھ جاؤ۔ ایک صحابیؓ گلی میں تھے اور مسجد کی طرف آرہے تھے جونہی اُن کے کان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پڑی گلی ہی میں بیٹھ گئے مبادا مسجد میں پہنچتے پہنچتے اُن کی جان نکل جائے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس حکم کی تعمیل سے قاصر رہیں۔

ایک جنگ کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح حضور سے یہ نہیں کہیں گے کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ کہ آپ اور آپ کا خدا جائیں اور جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ یا رسول اللہ! یہ سامنے سمندر ہے آپ حکم دیں ہم ابھی اِس میں گھوڑے ڈال دیں گے اور جان کی پرواہ نہیں کریں گے۔

(۲)

ایک رُوحانی سلسلہ کے سامنے کوئی مطالبہ رکھنے سے قبل بعض اوقات امام وقت اس کے لئے

زمین ہموار کرتا اور دلوں کو اس کے لئے تیار کرتا ہے اور جب اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ جماعتِ مومنین اس قربانی کے لئے ہر طرح تیار ہے تو وہ اللہ کا نام لے کر الٰہی منشاء کے مطابق ان کے سامنے مطالبہ اور سکیم پیش کر دیتا ہے۔ جیسے مثلاً ۱۹۳۴ء میں جماعت احمدیہ سے تحریک جدید کیلئے قربانی کا مطالبہ کرنے سے قبل سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی خطبات ارشاد فرمائے تا جماعت اس کے لئے تیار ہو جائے۔ اور جس طرح لوہا گرم ہو جانے پر ایک لوہار اسے ایک اور شکل دینے کے لئے اس پر ہتھوڑا استعمال کرتا ہے اسی طرح خدا کے فضل سے اُس وقت جب جماعتِ مومنین کے دلوں میں حرارتِ ایمانی اپنی انتہا کو پہنچی اور ان کے دل ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار و آمادہ ہو گئے تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کے سامنے تحریک جدید کے مطالبات رکھے، جن پر خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے بشاشتِ قلب کے ساتھ لبیک کہا اور امامِ وقت کی اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے ہر قسم کی قربانی پیش کر دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کی وارث ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۱۳۴۶ھش بمطابق ۱۹۶۷ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعتِ احمدیہ کے سامنے تعمیر بیت اللہ کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کئی ایک خطبات ارشاد فرمائے جن کے دوران حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس امر کی طرف بار بار اشارہ فرمایا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کے سامنے ایک اہم سکیم اور ایک اہم مطالبہ رکھنا چاہتے ہیں جو بہت بڑی قربانی چاہتا ہے اور جس کے لئے بہت بڑی تیاری کرنی پڑیگی۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

"ہمیں ہر گھر میں تطہیر کرنی پڑے گی۔ ہمیں ہر محلہ، ہر قصبہ، ہمیں ہر شہر کی پاکیزگی کے سامان پیدا کرنے پڑیں گے تا اس ماحول میں وہ نسل پیدا ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس پر اپنی جانیں اور اپنے اوقات اور اپنی عزتیں اور اپنے اموال خرچ کرنے والے ہوں۔ شاید مجھے یوں کہنا چاہیئے کہ پہلے بڑوں کی تربیت کرنا ضروری ہے تا ان کے ذریعے سے چھوٹوں کی تربیت کی جا سکے جن پر بڑی اہم ذمہ واریاں عنقریب پڑنے والی ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے اس میں غفلت برتی تو ہم پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہو گا اور ایک قوم پیدا کی جائے گی جو خدا کے وعدوں کی وارث بنے گی۔ پس اپنی جانوں کی فکر کرو اور ان ذمہ واریوں کو

نباہنے کے لئے تیار ہو جاؤ جو الٰہی منشاء کے مطابق ایک سکیم کے ماتحت میں آپ پر ڈالنے والا ہوں۔"
(الفضل ۲۵ جون ۱۹۶۷ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں مسلسل کئی ایک خطبات ارشاد فرمائے مگر اصل مطالبہ اور سکیم بیان نہ فرمائی، شاید اس لئے کہ اس شدید انتباہ کے باوجود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ محسوس کیا ہو کہ ہم میں سے بعض اپنی کمزوریوں، غفلتوں اور سستیوں کی وجہ سے ابھی اس کے لئے تیار نہیں یا شاید اس لئے کہ ہم میں سے ایک حصہ نے امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کا اقرار کرنے کے باوجود ابھی بیعت کا مفہوم نہ سمجھا ہو اور اپنے نفسوں پر موت وارد کرنے پر پوری طرح آمادہ نہ ہو یا شاید اس لئے کہ ہم میں سے بعض میں حرارتِ ایمانی کی ابھی وہ کیفیت پیدا نہ ہوئی ہو جو انہیں امامِ وقت کے ارشادات پر کما حقہٗ عمل پیرا کر کے انہیں بھی خدا کے فضل سے ایک نئی روحانی زندگی عطا کردے۔

اس عظیم مقصد کے لئے ہمیں تیار کرنے کی غرض سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ جلسہ سالانہ پر نو۹ امور بیان فرماتے ہوئے فرمایا :-

"اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرے اور اس کے بندے دنیا کے دل اس کے لئے جیتیں اور بنی نوع انسان اسلام کے فیوض اور برکات سے فائدہ اٹھائیں۔ اِن برکات کے انتشار کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کو قائم کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ جماعت کا ہر فرد ان نو۹ بنیادی خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرے۔ اور یہ وہی خوبیاں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے اندر پائی جاتی تھیں اور جن کے باعث اللہ تعالیٰ کا فضل ان کے شاملِ حال ہوا اور انہوں نے دنیا میں بے نظیر کامیابیاں حاصل کیں وہ بنیادی خوبیاں یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی محبتِ ذاتی۔ (۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔ (۳) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع۔ (۴) اُس عقل کا پیدا ہونا اور اسے منور اور روشن کرنا جو بُرائیوں سے روکتی ہے۔ (۵) تدبیر کو اس کے کمال تک پہنچانا۔ (۶) مسابقت کی روح پیدا کرنا یعنی ہر شخص کوشش کرے کہ وہ دوسروں سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں دینے والا بن جائے۔ (۷) یہ جذبہ جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہو کہ ہم نے ساری دنیا میں پھیل جانا ہے۔ (۸) رضاکارانہ

خدمت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ (۹) توکل کو اس معیار پر پہنچایا جائے کہ جہاں صرف اور صرف خدا تعالیٰ پر ہی بھروسہ ہو اور دل اس یقین سے پُر ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کارساز ہے اور وہ ہمارے سب کام کر سکتا ہے۔"

(الفضل ۱۹ر صلح ہش ۱۳۴۷)

پس یہ نو ۹ امور ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں۔ اپنے اہل و عیال کے سامنے رکھیں اور اپنے بچوں کے سامنے رکھیں اور دعائیں کریں، دعائیں کریں، دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور فرما کر محض اپنے فضل و احسان سے جماعت احمدیہ کے ہر فرد کے اندر یہ نو ۹ صفات پیدا کر دے اور اس طرح جماعت کے اندر ایک عظیم روحانی انقلاب برپا کر دے تا جماعت تعمیر بیت اللہ کے عظیم مقاصد کو پورا کرنے کے لئے امام وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے قابل ہو سکے۔ دنیا اور دنیا کی لذات ایک مومن کے لئے حقیقت ہی کیا رکھتی ہیں جو وہ انکی طرف مائل ہو۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم امام وقت کی اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنا سب کچھ خدا کے لئے وقف کر دیں، اسی کے ہو جائیں اور اپنے نفسوں پر موت وارد کر لیں تا دنیا میں ایک عظیم روحانی انقلاب بپا ہو جائے۔ دل دنیا کی محبت کی آماجگاہ بننے کی بجائے خدا کی محبت سے معمور ہو جائیں اور تمام آلائشوں، گندوں، فسادوں اور خرابیوں سے پاک ہو جائیں اور اس طرح مکمل تطہیر کے بعد وہ خدا کے نور سے بھر جائیں اور ان عظیم مقاصد کے لئے جو تعمیر بیت اللہ کے بنیادی مقاصد ہیں قربان ہو جائیں۔ تا اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے اور تمام بنی نوع انسان اُس کی برکات سے متمتع ہوں۔ آمین +

صحابہؓ کے نمونے کو اپنے سامنے رکھو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو ... (انہوں نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے اُن کے حصے میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور انہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں رہتے تھے۔" (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۱ء)

احترام زندگی

(مکرم نسیم سیفی صاحب۔ ربوہ)

ان کے دستِ ناز میں جب ہو زمامِ زندگی
موت بن جاتی ہے وجہِ احترامِ زندگی

سوزِ دل سے لمحہ لمحہ یوں سلگتی ہے حیات
صبحِ روشن سے بھی روشن تر ہے شامِ زندگی

اور کیا ہے وجہِ تخلیقِ زمین و آسماں
آمدِ خیر البشرؐ ہے اہتمامِ زندگی

حلقۂ طوفاں کی ہر اک موج ہے سرِ بقا
تو لبِ ساحل ہے کیوں اے تشنہ کامِ زندگی

آنکھ کے پانی سے ملتی ہے نمو احساس کو
دل کی ہر دھڑکن سے پیدا ہے خرامِ زندگی

مہر و ماہ و کہکشاں کو کر لیا ہے ہمسفر
لالہ و گل کو سمجھ بیٹھا ہوں جامِ زندگی

کچھ جنوں مجھ کو بچائے تو بچائیگا نسیم
عقل و دانش نے تو پھیلایا ہے دامِ زندگی

خصوصیات و برکاتِ خلافت

(۱۰)

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے قائد وقفِ جدید)

(سلسلہ کے لئے دیکھیں ماہنامہ انصاراللہ ماہ وفا ھ۱۳۴۷ ش مطابق جولائی ۱۹۶۸ء)

قرآن کریم میں سورۂ نور میں آیت استخلاف کے بعد اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں فرماتا ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (آیت ۵۷)

یعنی تم سب مل کر نماز باجماعت قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اس رسول کی اطاعت کرو تا اللہ تعالیٰ کے رحم و فضل کے مورد بن سکو۔

زیرِ نظر مضمون میں ان شاء اللہ العزیز اس آیت کے ٹکڑہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے متعلق کچھ بیان کیا جائے گا۔ وما توفیقی اِلّا باللہ العزیز الحکیم۔

خلافت کی برکات و خصوصیات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! تم نماز باجماعت پڑھو۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلافت کی اطاعت اور نماز باجماعت میں کیا تعلق ہے؟۔ تعلق بالکل واضح ہے۔ نظامِ خلافت بالکل نماز باجماعت کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے اور نماز باجماعت بالکل نظامِ خلافتِ راشدہ کی تصویر و شبیہہ ہے۔

نماز باجماعت کیا ہے؟ نماز باجماعت میں مومن ایک امام واجب الاطاعت کی اتباع میں صف بستہ ہو کر، اپنی صفوں کو بالکل سیدھا کر کے، کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اس کی عبادت و بندگی بجا لاتے ہیں۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدیوں کا یہ حق نہیں کہ وہ شور مچا دیں اور امام سے مطالبہ کریں کہ چونکہ تم نے نماز میں تعدیلِ ارکان کا لحاظ نہیں رکھا اس لئے تم پیچھے آ جاؤ، ہم تمہارے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے تیار نہیں بلکہ اُن کا فرض ہوتا ہے کہ اُن میں سے ایک دو مومن امام کو سُنا کر صرف سُبْحَانَ اللہ کہیں۔ یعنی پُر ادب طریق سے امام کی غلطی اس پر

واضح کریں اور پھر سجدات سہو ادا کیے جائیں۔

نمازِ باجماعت ایک منظم صورت ہے اللہ کی عبادت کی۔ کوئی شخص کسی سے بات نہیں کر سکتا اور امام کی ہر حرکت و سکون کی اتّباع کرتا ہے

من وعن یہی وہ رُوح ہے جو مومنوں کی جماعت اپنے رُوحانی سربراہ کے لئے رکھتی ہے اور اس کے سامنے سمعاً و طاعۃً کا کامل نمونہ پیش کرتی ہے۔ اگر بظاہر امام کی پالیسی میں کوئی غلطی بھی محسوس ہو تو مومنوں کا فرض ہے کہ ادب کے طریق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا مشورہ یا تجویز امامِ وقت کے حضور پیش کر دیں۔ پھر امامِ وقت جو آخری فیصلہ کرے اس پر سَمْعًا و طَاعَۃً کا نمونہ پیش کریں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایسا ہی ہوا کہ سب صحابہ لشکرِ اسامہؓ کی فوری روانگی کے خلاف رائے رکھتے تھے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے ذریعہ اپنی رائے امامِ وقت کو پیش کر دی۔ لیکن جب امامِ وقت نے اُسے ردّ کر دیا تو سب نے اُس پر صاد کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے زمامِ خلافت سنبھالتے ہوئے جو فرمایا تھا کہ اِنْ زُغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ کہ "اگر مَیں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا" اس کا مطلب یہی تھا جس کا اظہار بعد میں عملی طور پر ہوا۔ یعنی تمہارے خیال میں اگر مَیں غلط فیصلہ کروں تو مجھے اس کی طرف صرف توجہ دلا دو و بس۔ آخری فیصلہ بہر حال امامِ وقت کے ہاتھ میں ہی ہوتا ہے۔

الغرض نمازِ باجماعت نظامِ خلافت کی ہُو بہُو تصویر و شبیہہ ہے اور اس کی روح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مومنوں کی وہی جماعت مقبول و پسندیدہ ہوگی جو ایک واجب الاطاعت روحانی امام کے حلقۂ اطاعت میں شامل ہوگی۔ اگر ہم نمازِ باجماعت سے مندرجہ بالا سبق نہیں سیکھتے تو ہمیں قرآن کریم کے اس وعید سے خائف و ترساں ہونا چاہیئے کہ :-

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

(پ ۳۰ ۔ سورۃ الماعون)

یعنی تباہی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں کی حقیقت سے غافل ہیں۔ وہ صرف ظاہراً دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں (جو روح یعنی رُوحِ اطاعتِ امام سے خالی ہے) وہ صرف خالی پیالے کو تھامے کھڑے ہیں (اور اس کی حفاظت کر رہے ہیں لیکن اس کے اندر پڑنے والے روحانی دودھ کے حصول سے بالکل لاپرواہ ہیں)۔

الغرض نظامِ خلافت کے بغیر دراصل نماز باجماعت اُس قشر کی طرح ہے۔ جو مغز سے خالی ہو۔ یا اُس جسم کی طرح ہے۔ جو رُوح سے خالی ہو۔

اسی لئے آیتِ استخلاف کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی نماز باجماعت کو قائم کرو۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ صرف نظامِ خلافت کے ساتھ منسلک ہو کر ہی تم حقیقی طور پر نماز باجماعت کو قائم کر سکتے ہو۔

نماز باجماعت اور نظامِ خلافت کی ایک اور تمثیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ مومنوں کی مثال جسمِ انسانی کی مثال ہے۔ جسم انسانی میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جسم کو اُسی وقت تک زندہ تسلیم کیا جاتا ہے جب اس کے سارے اعضاء بغیر چون و چرا اپنے دل و دماغ کی اطاعت کریں۔ اگر کوئی عضو ایسا نہ کر سکے تو اُسے مفلوج قرار دیا جاتا ہے۔ ہر قسم کی گرمی، سردی، نیکی، بدی، نفع و نقصان کی اطلاعات نظامِ اعصاب کے ذریعہ دل و دماغ کو پہنچتی ہیں اور اس کے بعد دماغ سے جو حکم صادر ہوتا ہے اس پر سب اعضاء عمل کرتے ہیں۔ الغرض جسمِ انسانی میں ہمیں غیر مشروط اطاعت کا نقشہ نظر آتا ہے کہ مرکز کو سب خبریں پہنچاؤ پھر مرکز سے جو حکم ملے اس کی اطاعت کرو۔ یہی رُوح ہمیں نماز باجماعت سکھلاتی ہے اور یہی وہ رُوح ہے جو نظامِ خلافت میں جاری و ساری ہوتی ہے۔

سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۂ نُور کی مندرجہ بالا آیت ہی کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح اقامتِ صلوٰۃ بھی اپنے صحیح معنوں میں خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ کا بہترین حصّہ جمعہ ہے جس میں خطبہ پڑھا جاتا ہے اور قومی ضرورتوں کو لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ اب اگر خلافت کا نظام نہ ہو تو قومی ضروریات کا پتہ کس طرح لگ سکتا ہے۔ مثلاً پاکستان کی جماعتوں کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ چین اور جاپان اور دیگر ممالک میں اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے اور اسلام اُن سے کن قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اگر ایک مرکز ہوگا اور ایک خلیفہ ہوگا جو تمام مسلمانوں کے نزدیک واجب الاطاعت ہوگا تو اُسے تمام اکنافِ عالَم سے رپورٹیں پہنچتی رہیں گی کہ یہاں یہ ہو رہا ہے اور وہاں وہ ہو رہا ہے۔ اور اس طرح وہ لوگوں کو بتا سکے گا کہ آج فلاں قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور

آج فلاں قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور آج فلاں قسم کی خدمات کے لئے (اپنے) آپکو پیش کرنے کی حاجت ہے...... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ قومی ضرورتوں کے مطابق خطبات پڑھا کرتے تھے۔ مگر جب خلافت کا نظام نہ رہے تو انفرادی رنگ میں کسی کو قومی ضرورتوں کا کیا علم ہو سکتا ہے اور وہ ان کو کس طرح اپنے خطبات میں بیان کر سکتا ہے بلکہ بالکل ممکن ہے کہ حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ خود بھی دھوکا میں مبتلا رہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں مبتلا رکھے۔"

(تفسیر کبیر (سورۃ النور) جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ ۳۶۸)

حضرت اقدس سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ نماز باجماعت کا مقصد یہ ہے کہ مومنوں کی جماعت میں اُسی طرح سے وحدتِ جمہوری قائم ہو اور جاری رہے جس قسم کی وحدت ہمیں انسانی جسم میں نظر آتی ہے۔ گویا وحدتِ جمہوری پر مشتمل نظام سے ہی حقیقی طور پر ہم نماز باجماعت یعنی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ پر عمل کر سکتے ہیں۔ اِسی طرح اگر ہم حقیقی اور سچی نماز پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں وحدتِ جمہوری کی طرف ہی لے جاتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفسِ واحد کی طرح بناوے اس کا نام وحدتِ جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالتِ مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھے جاتے ہیں۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدتِ جمہوری کے ایک دھاگے میں سب پروئیے جائیں یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اِسی وحدت کے لئے ہیں تاکہ کُل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اُسے قوت دیوے حتّی کہ حج بھی اسی لئے ہے۔ اِس وحدتِ جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتداء اِس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اوّل یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچ وقت نماز اپنی کو باجماعت محلہ کی مسجد میں ادا کریں تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملاکر کمزوری کو دُور کر دیں اور آپس میں تعارف ہو کر اُنس پیدا ہو جاوے۔ تعارف

بہت عمدہ شئے ہے کیونکہ اس سے اُنس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے حتیٰ کہ تعارف والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شئے ہوتا ہے وہ تو دُور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں۔ چونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جائیں گے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں۔ غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ آپس میں اُلفت و اُنس ترقی پکڑے۔ افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکا ہے۔ دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں ان میں تو انسان ہمیشہ کے لئے ڈھیلا ہو سکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلّی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ کونسا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدین کی بھی نماز نہ ادا کرتا ہو۔ پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کر کے اُسے قوت بخشیں۔"

(روحانی خزائن نمبر ۲۔ (ملفوظات) جلد ہفتم صفحہ ۱۲۹-۱۳۰)

ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ نماز سے وحدت پیدا ہوتی ہے۔ پھر ایک کے انوار دوسرے ساتھی میں سرایت کرتے ہیں جس سے ساری جماعت ایک ہی انسان کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ گویا نماز باجماعت کی رُوح اور مقصد وحدت کو پیدا کرنا ہے اور یہی رُوح وحدت نظامِ خلافت کا خلاصہ ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"نماز میں جو جماعت کا زیادہ ثواب رکھا ہے اس میں یہی غرض ہے کہ وحدت پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہاں تک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں اور صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے

سے ملے ہوئے ہوں۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کر سکیں۔ وہ تمیز جس سے خودی اور خود غرضی پیدا ہوتی ہے نہ رہے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ انسان میں یہ قوت ہے کہ وہ دوسرے کے انوار کو جذب کرتا ہے۔ پھر اسی وحدت کے لئے حکم ہے کہ روزانہ نماز یں محلہ کی مسجد میں اور ہفتہ کے بعد شہر کی مسجد میں اور پھر سال کے بعد عید گاہ میں جمع ہوں اور کل زمین کے مسلمان سال میں ایک مرتبہ بیت اللہ میں اکٹھے ہوں۔ ان تمام احکام کی غرض وحدت ہے۔" (ملفوظات (روحانی خزائن نمبر ۲) جلد ہشتم صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۵)

حصولِ تقویٰ کے لئے قرآن کریم نے صحبتِ صالحین کو ضروری قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔

(التوبہ : ۱۱۹)

یعنی اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں (کی جماعت) کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

ظاہر ہے کہ صادق وہی ہوتے ہیں جو ظاہر و باطن ایک طرح کا رکھتے ہوں۔ مثلاً اگر وہ ظاہراً نماز باجماعت کو قائم کرتے ہیں تو باطنی نماز باجماعت یعنی امامِ وقت کی اطاعت کو بھی قائم کرتے ہیں۔ اُن کی باطنی رُوح اُن کے ظاہری اعمال کے صدق پر گواہ ہوتی ہے اور ان کے ظاہری اعمال اُن کے باطن پر دال ہوتے ہیں۔ حصولِ تقویٰ کے لئے اسی قسم کی جماعت میں (جو اپنے زمانے کے سب سے بڑے صادق یعنی امامِ وقت یا نبیٔ وقت کی معیت اختیار کئے ہوئے ہو) شامل ہونے کا حکم ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبتِ صادقین بھی ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ یعنی تم خدا تعالیٰ کے صادق اور راستباز لوگوں کی صحبت اختیار کرو تاکہ اُن کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصہ ملے۔ جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں اور الگ الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ یقیناً وحدتِ جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز کیا کہ ایک نبی ہو جو کہ جماعت بنادے اور اخلاق کے

ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کرے۔"

(ملفوظات (روحانی خزائن نمبر ۲) جلد ہفتم صفحہ ۱۳۰)

ایک اور مقام پر حضور علیہ السلام اسی مضمون کی مزید تشریح فرماتے ہیں اور امام وقت کی رفاقت و اطاعت کو حصول تقویٰ کے لئے لابدی قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے بغیر نمازوں کو "ٹکروں والی نماز" قرار دیتے ہیں کیونکہ نماز باجماعت کی رُوح یہی ہے کہ امام وقت سے تعلق رفاقت و اطاعت استوار کرکے اُس کے فیوض ربانی سے انسان مستفیض ہو۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بات یہ ہے کہ جسے خدا تعالیٰ بھیجتا ہے اس کے اندر ایک تریاقی مادّہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔ پس جو شخص محبت اور اطاعت میں اس کے ساتھ ترقی کرتا ہے تو اس کے تریاقی مادّہ کی وجہ سے اُس کے گناہ کی زہر دُور ہوتی ہے اور فیض کے ترشحات اس پر بھی گرنے لگتے ہیں۔ اس کی نماز معمولی نماز نہیں ہوتی۔ یاد رکھو اگر موجودہ ٹکروں والی نماز ہزار برس بھی پڑھی جائے تو ہرگز فائدہ نہ ہوگا۔

نماز ایسی شئے ہے کہ اس کے ذریعہ سے آسمان انسان پر جھک پڑتا ہے۔ نماز کا حق ادا کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ مَیں مر گیا اور اُس کی رُوح گداز ہو کر خدا کے آستانہ پر گر پڑی ہے۔" (البدر جلد ۲ نمبر ۱۵ صفحہ ۳، ۴۔ مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۰۴ء بحوالہ روحانی خزائن نمبر ۲ جلد ششم صفحہ ۴۲۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نماز باجماعت درحقیقت قومی نظام وحدت یعنی نظامِ نبوت اور اس کے بعد نظامِ خلافت کا ایک تمثیلی نظارہ ہے اور نماز باجماعت کے ذریعہ تصویری زبان میں مومن یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اسی طرح امامِ صادق کی رفاقت اور حلقۂ اطاعت میں اپنی زندگیاں گزاریں گے۔ اسی لئے آیتِ استخلاف کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ

اس سے یہی مراد ہے کہ حقیقی اقامت صلوٰۃ تم نظامِ خلافت کے ذریعہ سے ہی کر سکتے ہو ورنہ اس کے بغیر تمہاری نماز باجماعت ایک قشر کی مانند ہوگی جس کے اندر کوئی مغز نہیں یا ایک بے جان جسم کی طرح ہوگی جس کے اندر کوئی رُوح نہیں یا ایسے جسم کی طرح ہوگی جس میں سے دل و دماغ نکال لئے گئے ہوں۔ کیونکہ امامِ وقت مومنوں کے معاشرہ کے لئے

بمنزلہ دل و دماغ کے ہی ہوتا ہے۔

بالآخر اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دُعا ہے کہ وہ ہم عاجز بندوں کو ہمیشہ حقیقی طور پر نماز باجماعت کے قائم کرنے کی توفیق بخشے اور ہمیں اُن تمام برکات و انوار کا وارث کرے جو اللہ تعالیٰ نے نماز باجماعت اور نظام خلافت کے ساتھ مخصوص کئے ہوئے ہیں۔

وَاٰخِرُ کَلِمِنَا حَمْدٌ وَّ شُکْرٌ
لِرَبٍّ مُحْسِنٍ ذِی الْاِمْتِنَانٖ

نیک اور موحّد انسان کی تعریف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو شخص شراب خوری سے جو شہوت رانی اور عیاشیوں کی جڑ ہے رُک جائے، قمار بازی سے دستبردار ہو اور عورت مرد کے ناجائز میل جول حتّٰی کہ ایک دوسرے پر نظر ڈالنے سے کنارہ کش ہو، اور حرام خوری اور رشوت اور سُود خوری سے پرہیز کرے، اور نا انصافی اور جھوٹ اور غرور اور اسراف اور دنیا پرستی اور خود غرضی اور حرامکاری اور ریاکاری سے دُور رہے، اور عبادات اور محبّتِ الٰہی میں سرگرم ہو، اور اپنے دن رات کو ذکرِ الٰہی سے معمور رکھے، اور صلہ رحم اور مروّت اور ہمدردی بنی نوع اس کی عادت ہو، اور توحید اور لا الٰہ الا اللہ اس کا مذہب ہو، اور خدا تعالیٰ کو ہر ایک فیض کا منبع جانے نہ کہ روحوں کو مع ان کی تمام قوتوں کے اپنے وجود کا آپ خدا سمجھے، اور اُس غیر مرئی اور غیب الغیب اور غیر محدود طاقتوں والے خدا پر ایمان لائے جس کے پکڑنے اور مصلوب کرنے کے لئے کسی دشمن کے ہاتھ لمبے نہیں ہو سکتے، اور نیز زنا اور بے حیائی اور دیوثی سے مجتنب ہو، اور پرہیزگاری اور جوانمردی کے اعلیٰ مراتب پر قائم ہو بلکہ اُس کے مذہب میں کسی ناجائز محلِ شہوت پر دیکھنا بھی حرام ہو کہ تا دل ناجائز خیالات میں مبتلا نہ ہو جائے اور آخرت کو دُنیا پر مقدم رکھے، اور حق اللہ اور حق العباد میں ایک ذرہ فتور نہ کرے جیسا کہ یہ سب تعلیمیں قرآن میں موجود ہیں — تو اس میں کیا شک ہے کہ وہ ایک نیک اور موحّد انسان بن جائے گا۔"

(ست بچن صفحہ ۱)

انصار اللہ کی ذمّہ داریاں

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نائب قائد تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کی ذمّہ داریاں کیا ہیں؟ اِس سوال کا جواب ہمارے اُس عہد میں مضمر ہے جو ہمارے محبوب امام حضرت فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس انصار اللہ کے ہر رُکن کے لئے تجویز فرمایا اور جسے ہم اپنے ہر اجتماع میں خلوصِ دل کے ساتھ دوہراتے ہیں۔ اِس عہد کی رُو سے انصار اللہ کی ذمّہ داریاں علی الترتیب یہ ہیں:۔

اوّل۔ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کے لئے جد و جہد کرنا۔
دوم۔ اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے سرگرمِ عمل رہنا۔
سوم۔ نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے تمام ممکن ذرائع اختیار کرنا۔
چہارم۔ خلافت سے دلی وابستگی پیدا کرنے کے لئے آئندہ نسل کو بھی تلقین کرتے رہنا۔

پیشتر اس کے کہ اِن ذمّہ داریوں کی تفصیل بیان کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فضل عمر المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہماری مجلس کو جو انصار اللہ جیسا پیارا اور معنی خیز نام عطا فرمایا ہے ہم اس کا پس منظر ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انصار کا ذکر فرمایا ہے اور پھر اُن کی قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھیں۔ چنانچہ جب ہم انصار کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ایسی قربانیاں کی ہیں کہ اگر آپ لوگ جو انصار اللہ ہیں ان کے نقشِ قدم پر چلیں تو یقیناً اسلام اور احمدیت دُور دُور تک پھیل جائے اور اتنی طاقت پکڑ لے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے مقابلہ پر ٹھہر نہ سکے۔" (راہِ ہدیٰ صفحہ ۴۴)

جیسا کہ حضور رضی اللہ عنہ کے اِس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے قرآن مجید میں انصار کا ذکر مختلف مقامات پر آیا ہے۔ چنانچہ اُن مقامات میں سے ایک مقام سورۃ انفال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال آیت ۷۵)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے ہجرت کی ہے اور جنہوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) اپنے گھروں میں جگہ دی ہے اور اُن کی مدد کی ہے وہی سچے مومن ہیں۔ اُنہیں گناہوں کی معافی بھی حاصل ہوگی اور معزز رزق بھی ملے گا۔

اِس میں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قسم کے فدائیوں اور جاں نثاروں کا ذکر ہے جو مہاجر اور انصار کے القاب سے ملقب تھے۔ جنہوں نے اسلام کی مضبوطی اور اس کی اشاعت اور اس کی بقاء کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے قربانی، استقلال اور ایثار کا وہ نمونہ دکھایا کہ انہیں اِس آیت کی رُو سے بارگاہِ ایزدی سے "مُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" کی سندِ خوشنودی عطا کی گئی اور جن کے مقدّر میں خلّاقِ عالم کی طرف سے مَغْفِرَة اور رِزْقٌ كَرِيْم لکھ دیا گیا۔

یہ ہے وہ پاکباز اور جاں نثار گروہ جس کی روایات کو تازہ کرنے کے لئے ہمیں انصاراللہ کا نام دیا گیا۔ گویا ہمارے محبوب امام رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ہم سے یہ توقع وابستہ فرمائی کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کے لئے ہم اُسی طرح جان، مال، وقت اور عزّت کی قربانیاں پیش کریں گے جس طرح سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار نے نصرتِ دین کے لئے پیش کیں۔ اِس موقع پر ہم کچھ دیر کے لئے رُکتے ہیں تاکہ ہم اپنے جذبۂ قربانی کا کسی قدر محاسبہ کریں۔ مذکورہ اقسامِ قربانی میں سے وقت کی قربانی نسبتاً آسان ہے۔ اس کے متعلق حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:-

"ان کے لئے بھی (انصاراللہ کے لئے بھی) لازمی ہوگا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمتِ دین کے لئے وقف کریں۔" (راہِ ہدیٰ صفحہ ۹)

اِس ارشاد کی روشنی میں ہر رکنِ مجلس ہفتہ میں کم از کم ۳½ گھنٹے اور مہینہ میں کم از کم چودہ ۱۴ گھنٹے خدمتِ دین کے لئے وقف کرنے پر مکلّف ہے۔ یہ گویا وقت کی قربانی کا اقل ترین مطالبہ ہے جس کا پورا کرنا ہر رکنِ مجلس پر فرض ہے اور مجموعی طور پر ہر مجلس پر فرض ہے۔ میری ناچیز رائے میں اگر کوئی مجلس اِس اقل ترین مطالبہ کو پورا کر دکھائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ زندہ اور

فعال مجلس بن سکے اور مرکز کو اس کے کام کی رپورٹیں نہ ملنے کی شکایت پیدا ہو سکے۔ مرکز کے نزدیک جو مجلس ایک ہفتہ میں ۲½ گھنٹے بھی خدمتِ دین کے لئے وقف نہیں کرتی اور مرکز کو اپنی مساعی کی رپورٹ نہیں بھجواتی وہ زندہ اور فعال مجالس میں شمار نہیں کی جا سکتی۔ اس معیار کی روشنی میں ہر مجلس کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے اور آئندہ ترقی کی منازل طے کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے امام نے ہمیں انصار اللہ کا نام دیکر ہم سے انصارِ سرورِ کونین کی سی توقعات وابستہ فرمائی ہیں۔ انصار بھائیوں کو یاد ہو گا سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے لاہور اور اس جیسی بڑی مجالس سے بہت عرصہ ہوا اسی قسم کی توقعات کا اظہار اپنی ایک تقریر دلپذیر میں فرمایا تھا۔ فرمایا :۔

"جب کوئی لاہور میں جائے یا امرتسر میں جائے یا اور کسی شہر میں جائے تو اس شہر میں داخل ہوتے ہی اسے یہ محسوس ہونے لگ جائے کہ وہ کسی ایسے شہر میں آیا ہے جہاں کوئی نمایاں کام کرنے والی زندہ جماعت موجود ہے۔ مگر یہاں جا کر یہ پتہ نہ لگے اور دوسروں کو خود اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ وہ اسے بتائیں کہ یہاں انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کی جماعت ہے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ یہ لوگ مردہ ہیں اور اپنے اندر زندگی کے کوئی آثار نہیں رکھتے۔ یہ چیز ہے جو میں انصار اللہ میں پیدا کرنی چاہتا ہوں" (راہِ ہدیٰ صفحہ ۱۵)

وہ ارفع اور اعلیٰ مقام جس پر ہمارے محبوب امام ہمیں پہنچانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انصارِ سرورِ کونین کے نقشِ قدم پر چلے بغیر حاصل نہیں ہو گا۔ یاد رہے کہ ہماری اولین ذمہ داریاں اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کے لئے بھرپور مساعی عمل میں لانا ہیں۔ اندریں صورت اگر ہم اپنی اہم ذمہ داریوں کے مقابلہ پر اپنی اس سستی کو دیکھیں کہ ہم ایک ہفتہ میں دین کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کے لئے ۲½ گھنٹے بھی وقت نہیں کرتے اور مرکز کو بے خبر رکھتے ہیں تو ہمارے سر ندامت سے جھک جائیں اور ہمیں یوں محسوس ہو کہ ہمارا محبوب امام ہمیں مخاطب ہو کر یوں فرما رہا ہے۔

موت اس کی رہ میں گر تمہیں منظور ہی نہیں ؏ کہہ دو کہ عشق کا ہمیں مقدور ہی نہیں

پس حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انصار بھائیوں کو ہمہ گیر مساعی بجا لانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے

امام نے ان مساعی کو مختلف قیادتوں میں تقسیم فرما دیا ہے۔ وہ مساعی تعلیم و تربیت سے متعلق ہوں یا اصلاح و ارشاد سے، خدمتِ خلق سے متعلق ہوں یا انفاق فی سبیل اللہ سے، بہرحال ان ہدایات میں سے ایک بھی ہدایت ایسی نہیں جسے دیدہ و دانستہ ترک کر کے ہم کامیابی کا منہ دیکھ سکیں اس لئے ہر مقامی مجلس کے ہر شعبہ کے ناظم کا فرض ہے کہ وہ ہر سال امامِ وقت کا منظور فرمودہ لائحہ عمل پیشِ نظر رکھے اور اپنی مجلس کو اُن خطوط پر گامزن رکھے اور مرکز کو اپنی مساعی سے باخبر رکھے۔

۳۔ انصار اللہ کی تیسری ذمہ داری نظامِ خلافت کی حفاظت ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا حضرت فضلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"یاد رکھو تمہارا نام انصار اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے اس لئے تم کو بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ ابدیت کے مظہر ہو جاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جائے۔" (راہِ ہدیٰ صـ۴۵)

ہم میں سے ہر احمدی علیٰ وجہ البصیرت مانتا ہے کہ خلافت اللہ تعالیٰ کا ایک غیر معمولی انعام ہے جو ایمان بالخلافت اور اس کے مناسبِ حال اعمال سے مشروط رہا ہے۔ پس خلافت کو قائم رکھنے کی خواہش اور کوشش میں یہ امر شامل ہے کہ ہم ایسے اعمال بجا لاتے رہیں جو حصولِ رضائے باری تعالیٰ کا باعث ہوں اور وہ خلافت ایسی نعمتِ غیر مترقبہ کو ہمارے اندر قائم و دائم رکھے۔ چنانچہ اس بارہ میں بھی خود سیدنا حضرت فضلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ فرمایا:۔

"اگر تم اپنی اصلاح کر لوگے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کروگے تو تمہارا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جائے گا۔ اور اگر تم حقیقی انصار اللہ بن جاؤ اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کر لو تو تمہارے اندر خلافت بھی دائمی طور پر رہے گی اور وہ عیسائیت سے بھی لمبی چلے گی" (راہِ ہدیٰ صـ۴۶)

۴۔ انصار اللہ کی چوتھی ذمہ داری جو ہمارے عہد سے مستنبط ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آئندہ نسل کو بھی خلافت سے دلی وابستگی پیدا کرنے کی تلقین کی جاتی رہے۔ جب خلافت واقعی ایک

نعمت غیر مترقبہ ہے اور جب حقیقت یہ ہے کہ خلافت کے بغیر ہم اوّل الذکر دو ذمہ داریاں بھی صحیح رنگ میں ادا نہیں کر سکتے اور صحیح رنگ میں دین کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کے سامان پیدا نہیں ہو سکتے تو پھر کوئی عقلمند باپ یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی اولاد اِس نعمت غیر مترقبہ سے محروم رہے۔ پس یہ چوتھی ذمہ داری بھی دیگر تین ذمہ داریوں سے کم اہمیت نہیں رکھتی۔ گویا آئندہ نسل کی تربیت کا فرض انصار بھائیوں کے کندھوں پر ہی عائد ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا حضرت فضل عمرؓ نے فرمایا:۔

"تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جائے۔" (راہِ ہدیٰ ص۴۵)

آئندہ نسل کو خلافت سے دلی وابستگی کی تربیت دیتے یا تلقین کرتے وقت انصار بھائیوں کو پھر ایک نکتہ مدّنظر رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ اِس بارہ میں سب سے پہلے اُن کا اپنا ذاتی نمونہ نیک ہونا چاہیئے۔ اپنے نیک نمونے کے بغیر زبانی تلقین خواہ وہ کتنی ہی عمدہ زبان میں کی جائے اکثر صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ اِس اہم نکتہ کو سیّدنا حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

"مَیں پہلے تو انصاراللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو صحابی ہیں یا کسی صحابی کے بیٹے ہیں یا کسی صحابی کے شاگرد ہیں اس لئے جماعت میں نمازوں، دعاؤں اور تعلق باللہ کو قائم رکھنا ان کا کام ہے۔ ان کو تہجد، ذکرِ الٰہی اور مساجد کی آبادی میں اتنا حصّہ لینا چاہیئے کہ نوجوان ان کو دیکھ کر خود ہی اِن باتوں کی طرف مائل ہو جائیں۔" (راہِ ہدیٰ ص۴۳)

پس خلافت سے دلی وابستگی کی صفت آئندہ نسل میں منتقل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے لیکن سرِ فہرست اپنا نیک نمونہ ہو تو خوشگوار نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے اور اگر ہم انصار کی عمر میں پہنچ کر بھی نیک نمونہ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو پھر ہمارے لئے عمر کا کونسا حصّہ ہوگا جو ہمیں خدا تعالےٰ کے حضور سرخرو کر سکے گا۔ اِسی لئے ایک موقع پر ہمارے محبوب امام رضی اللہ عنہ نے انصار کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

"اسلام پر بڑا نازک وقت آیا ہوا ہے۔ جماعت پر بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ اگر تم اِس ذمہ داری کو ادا نہ کرو گے تو خدا تعالیٰ کے حضور کیا جواب دو گے؟"

(راہِ ہدیٰ ص۸)

دُعا

آخر میں سیدنا حضرت فضلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک الفاظ میں ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ

"ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ہماری مدد فرمائے اور ہمیں ایسی توفیق عطا فرمائے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے ذاتی فرائض کو ادا کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کو بھی اٹھائے اور ان کو بیدار کرنے کا باعث ہو تاکہ ہم خدا تعالیٰ کے سامنے بیدار اور ہوشیار سپاہیوں کی صورت میں پیش ہوں۔ مُردار اور بے کار لوگوں کی صورت میں پیش نہ ہوں۔" (راہِ ہدیٰ صـ۶۲)

تبلیغِ دین و نشرِ ہدایت کے کام پر
مائل رہے تمہاری طبیعت خدا کرے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ‌

دینی کاموں کے لئے دن رات ایک کر دو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ مَیں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں اس لئے ہر ایک کو چاہیئے کہ اس (جہاد) میں حصّہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے۔" (ملفوظات جلد چہارم صـ۱۹۶)

مسلمان اور علم حساب

(مکرم چوہدری خالد سیف اللہ صاحب بی۔ایس سی انجنیئرنگ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ لائلپور)

علم حساب کی اہمیت

سائنس کی ابتداء بھی حساب سے ہوئی اور اس کی ترقی بھی حساب ہی کی مرہون منت ہے۔ اپنے گردو پیش کی چیزوں پر نظر دوڑائیں۔ تمام کارخانے، فیکٹریاں، مشینیں، ریلوے، سڑکیں، عمارات، پل، نہریں، برقیات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ہوائی جہاز، غرضیکہ تمام سائنسی ایجادات کا سرچشمہ حساب ہے۔ طبیعات، حساب اور انجنیرنگ جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں اور ایک کو دوسرے سے پہچاننا اور علیحدہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں جس نے ہوائی جہاز ایجاد کیا وہ کبھی ورکشاپ نہیں گیا۔ کاغذوں پر حسابی قاعدوں کے مطابق ہوائی جہاز ڈیزائن کرتا رہا اور بالآخر وہ بہت جلد فضا میں پرواز کرنے لگ پڑا۔ یہی بات ہر مشین کی ایجاد پر صادق آتی ہے۔

حساب کی شاخیں

اُوپر کے بیان سے واضح ہو گیا ہو گا کہ موٹے طور پر حساب کو دو شاخوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک نظریاتی حساب جس میں Arithmetics، الجبرا، جیومیٹری، ٹریگنومیٹری اور Calculus وغیرہ شامل ہیں اور دوسرا حصہ عملی حساب کا ہے جسے applied mathematics بھی کہتے ہیں۔ سائنس، فزکس، علم ہیئت اور انجنیئرنگ کی تمام شاخوں کا اِس سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بلکہ یہ کہنا بھی درست ہو گا کہ حساب تمام سائنسی علوم کے لئے بمنزلہ ماں کے ہے۔

نظامِ قدرت کی بنیاد عظیم الشان حسابی قاعدوں پر مبنی ہے

نظامِ کائنات پر ایک سرسری نظر بھی یہ باور کرانے کے لئے کافی ہے کہ تمام نظامِ قدرت ایک عجیب در عجیب حسابی نظام اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایک ایٹم سے لے کر اجرامِ ارضیہ و سماویہ کے نظام تک روشنی، حرارت، آواز اور بجلی کی لہریں، ستاروں کی گردش ان کی رفتار اور باہمی کشش، غرضیکہ جملہ جمادات، نباتات اور حیوانات کی تخلیق اور ان کا قائم رہنا اور ترقی کرنا ایک مقررشدہ قانون اور پیچیدہ حسابی قاعدوں کے تحت ہو رہا ہے۔ ان حسابی قاعدوں کا علم حاصل کرنے اور اُن سے فائدہ اُٹھانے ہی کا نام سائنس ہے۔ سورج، چاند اور ستاروں کی گردش میں ایک فائدہ انسان کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ۔ تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب رکھ سکو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو علم حساب کے سیکھنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔

جیسے جسم کے مقابلہ میں رُوح ہے ایسے ہی قوانینِ قدرت کے بالمقابل قوانینِ شریعت ہیں۔ قوانینِ قدرت کی تحقیق و جستجو سائنسدان کرتے ہیں اور قوانینِ شریعت کی خبر خدا تعالیٰ کے انبیاء لاتے ہیں اور یہ دونوں قسم کے قوانین حسابی قاعدوں کی طرح ٹھوس اور تجربہ شدہ ہیں۔

علمِ حساب کی مختصر تاریخ

علمِ حساب کی تاریخ اتنی ہی پُرانی ہے جتنی خود انسان کی تاریخ۔ جب انسان غاروں سے باہر نکلا اور معاشرہ کی بنیاد پڑی اور مل جُل کر رہنے لگا تو حساب کی ضرورت محسوس ہوئی جس طرح آجکل بچوں کو حساب میں سب سے پہلے گنتی سکھاتے ہیں ایسے ہی حساب کی ابتدا گنتی سے ہوئی۔ مدت سے لوگ صرف پانچ، دس اور بیس تک (ہاتھوں کی انگلیوں کی تعداد کی مناسبت سے) ہی گنتی کو محدود سمجھتے رہے۔ خود ہمارے ملک میں اب تک بعض دیہاتی بجائے سَو تک گنتی کرنے کے بیس بیس میں گنتی کیا کرتے ہیں۔

علمِ حساب کی تاریخ کے اہم دَور

حساب کی تاریخ کو موٹے طور پر تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دَور یونانیوں

اور مصریوں کی تہذیب کا ہے۔ یونانیوں میں حساب کا بانی *Thales* سمجھا جاتا ہے جو ۶۴۰ ق م میں پیدا ہوا اور ۵۵۰ ق م میں فوت ہوا۔ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز حساب کے سکول کا سب سے پہلا مرکز بن گیا۔ اسکندریہ میں موجودہ طرز پر ۳۰۰ سال قبل مسیح میں پہلی یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا اور تقریباً ایک ہزار سال تک یہ جگہ علم و فضل کا مرکز بنی رہی۔ اس عرصہ میں تین مشہور حسابدان اقلیدس *Euclid* (۳۳۰-۲۷۵ ق م) ارشمیدس *Archimedes* (۲۸۷-۲۱۲ ق م) اور اپولی نیس *Appollonius* (۲۶۰-۲۰۰ ق م) نے حساب کی بہت خدمت کی۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳۲ عیسوی میں وفات پائی۔ آپؐ کے وصال کے دس سال کے اندر اندر اس وقت کی مہذب دنیا کا اکثر حصہ شام، فلسطین، عراق، ایران اور مصر کے ممالک مسلمانوں کے زیرِ نگین آ گئے۔ ۱۰ دسمبر ۶۴۱ء کو اسکندریہ فتح ہو گیا اور بہت سے فلاسفر اور استاد قسطنطنیہ چلے گئے اور یہ بازنطینی سکول ۸۰۰ سال تک قائم رہا۔ مسلمان ترکوں نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ بھی فتح کر لیا اور اس طرح یونانی سکول کا دَور مکمل طور پر اختتام کو پہنچا۔

اسلامی دَور

عرب قوم ظہورِ اسلام سے قبل غیر مہذب اور غیر تعلیمیافتہ تھی۔ قرآن مجید میں بھی آتا ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ وہ خدا ہی ہے جس نے امیوں (اَن پڑھوں) میں انہی میں سے رسول بھیجا۔ لیکن یہ عجیب معجزہ ہے کہ وہی قوم جو علم سے کوسوں دُور تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی برکت سے تمام دنیا کی فاتح اور ظاہری و باطنی علوم میں دنیا کی استاد قرار پائی۔ اور انہیں میں سے علم اور تہذیب کے چشمے پھوٹ نکلے۔ اس دَور میں موجودہ حساب، الجبرا اور جیومیٹری کی بنیاد پڑی۔ مسلمان مبلغ، تاجر اور فاتح یونان اور ہندوستان پہنچے اور فرمانِ نبویؐ اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ کے تحت جہاں جہاں گئے وہاں کے علوم سیکھے اور پھر ان کو نئی جِلا بخشی۔ حساب کے معاملہ میں عربوں نے یونانیوں اور ہندوؤں کی تحقیق سے استفادہ کیا اور اس طرح بغداد اور دمشق تمام دینی و دنیوی علوم کے مراکز بن گئے۔

عرب ہندوستان میں تبلیغ اور تجارت کے لئے پہنچے۔ اور انہوں نے خلیفہ منصور (۷۵۴-۷۷۵ عیسوی) کے عہد میں حساب سے جو ہندوستان میں نسبتاً بہتر صورت میں تھا استفادہ کیا لیکن الجبرا

کی ترقی میں زیادہ توجہ اس کے پچاس ساٹھ سال بعد دی گئی

مسلمان حسابدان اور اُن کی کتابوں کی یورپ میں اشاعت

مسلمانوں میں سب سے پہلے اور نمایاں حسابدان ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی ہوئے ہیں۔ آپ خراسان کے رہنے والے تھے اور خلیفہ مامون کی لائبریری کے انچارج تھے۔ آپ نے ۸۳۰ عیسوی میں الجبرا پر کتاب لکھی جس میں برہما گپتا اور یونانی حسابدانوں کی تحقیق کو بھی شامل کیا۔ مسٹر راؤز بال اپنی کتاب A Short account of History of mathematics میں لکھتے ہیں :۔

"خوارزمی کا الجبرا حساب کی تاریخ میں اہم ترین مقام رکھتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کے عربوں اور دوسرے حسابدانوں کے حساب اسی بنیاد پر لکھے گئے۔ اور اس کے ذریعہ ہندوؤں کا اعشاریہ سسٹم مغربی ممالک میں رائج ہوا۔ آپ نے اپنی کتاب کا نام 'اَلْجَبْر وَالْمُقَابَلَه' رکھا"

حساب کی وہ شاخ جسے ساری دنیا میں الجبرا کہا جاتا ہے اسی الجبر سے ہے جس کے معنے ہوتے ہیں ٹوٹے ہوئے کو جوڑ کر مرمت اور اصلاح کرنا اور اصلی مقام پر واپس لانا۔ خدا تعالےٰ کی صفت جبّار بھی اسی مادہ سے ہے جس کے معنے ہیں ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ کر اصلاح کرنے والا۔ دعا بین السجدتین میں بھی ہم دعا وَاجْبُرْنِیْ (اور میری اصلاح کر) کرتے ہیں۔

اٹلی والوں نے جو خوارزمی کو AlKarismi کہتے تھے حساب کی اس شاخ کا نام آپ کے نام پر algarism یعنی کرزمی کا فن رکھا۔ آپکی کتاب کا انگریزی ترجمہ ۱۸۳۱ء میں لنڈن میں اور رومی زبان میں اٹلی میں ۱۸۵۷ء میں شائع ہوا۔ اور اس طرح یورپ کو الجبرا میں آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔

دوسرے بڑے مسلم حسابدان عمر خیام Omar AlKayami ہوئے ہیں۔ آپ کی الجبرا کی کتاب کا ترجمہ پیرس میں ۱۸۵۱ء میں شائع کیا گیا۔ تیسرے مسلمان حسابدان الکرخی ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب کا ترجمہ Halle جرمنی سے ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا

ٹرگنومیٹری Trignometry حساب کی دوسری اہم شاخ ہے جس میں مسلمانوں نے خاص کام کیا۔ اس علم کو عربوں نے یونانیوں کی طرح صرف علم ہیئت کے لئے ہی استعمال کیا۔ اس سلسلہ میں جو کام

مسلمانوں نے کیا اس سے آج بھی تمام دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ چنانچہ مسٹر ڈاؤ زبال اپنی مذکورہ بالا کتاب میں لکھتے ہیں :۔

"ٹریگنومیٹری Albategni مسٹر Ratias کی ایجادات معلوم ہوتی ہیں جو عراق میں بطن کے مقام پر ۸۷۷ء میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۹۲۹ء میں فوت ہوئے۔ آپ ابتدائی ممتاز عرب ہیئت دانوں میں سے تھے۔ انہوں نے "ستاروں کی سائنس" کے موضوع پہ کتاب بھی لکھی جو نیورمبرگ (جرمنی) میں ۱۵۳۷ء میں شائع ہوئی"۔

ان کی وفات کے بعد ابو وفا بوزجانی (۹۴۰-۹۹۸) Abul Wafa Albuzjani نے ٹریگنومیٹری کے کام کو مزید آگے بڑھایا۔ آپ نہ صرف مشہور ہیئت دان تھے بلکہ اپنے وقت کے جیومیٹری کے بہت بڑے عالم تھے۔ ایک اور ممتاز مسلمان حساب دان ہیزن ابو الکحل Achazen Abulgehl ہوئے جو بصرہ میں ۹۸۷ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں ۱۰۳۸ء میں فوت ہوئے۔

مغربی یورپ میں حساب کا علم سپین سے پہنچا۔ مور قوم نے ۷۴۷ء میں سپین میں حکومت قائم کی وہ دسویں گیارھویں صدی تک ایک شاندار تہذیب و تمدن کے مالک بن چکے تھے۔ سپین میں جبر بن افلا Geber Ibn Aphla بہت مشہور حساب دان ہوئے جو گیارھویں صدی میں قرطبہ Cordova میں فوت ہوئے۔ انہوں نے علم ہیئت اور ٹریگنومیٹری پر اہم کتابیں لکھیں جن کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا اور نیورمبرگ میں ۱۵۳۳ء میں شائع ہوئیں۔

مذکورہ بالا واقعات شاہد ہیں کہ عربوں نے حساب، الجبرا اور جیومیٹری کے میدان میں جو نمایاں کام کیا اس کے تراجم ساری دنیا میں پھیلے اور اس طرح مسلمانوں کی تحقیقات نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے :۔

"محمد بن موسیٰ خوارزمی نے اپنی کتاب بغداد شہر میں ۸۲۵ عیسوی میں لکھی اور اس کا نام اَلْجَبْر وَالْمُقَابَلَہ رکھا۔ جس کا مطلب بحالی اور مساوات ہے۔ بہرحال خوارزمی کی تصنیف پہلی تھی جس کا نام الجبرا تھا۔ اور یہ کتاب اتنی اہم تھی کہ بعد کے مصنفین نے مضمون کو الجبرا ہی کا نام دے دیا"۔

ایسے ہی مسٹر ڈاؤ زبال لکھتے ہیں :۔

"تاریخ حساب پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ عربوں نے حساب، الجبرا اور ٹریگنومیٹری میں جو کام کیا وہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا تھا۔"

خدا تعالیٰ کے لاکھوں درود و سلام ہوں اُس ذات پر جن کی قوتِ قدسیہ اور روحانی برکت نے عرب کے بدوؤں اور چرواہوں کو دینی اور دنیوی علوم میں دنیا کا رہنما اور استاد بنا دیا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے عین مطابق ہے جو مکّی سورۃ القصص میں فرعون کے ذکر میں مذکور ہوئی کہ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ۔ کہ ہماری یہ سُنّت ہے کہ ہم اُن لوگوں پر احسان کریں جنہیں لوگ زمین میں کمزور سمجھا کرتے ہیں اور پھر ان کو سردار بنا دیتے ہیں اور ان کو تمام نعمتوں کا وارث کر دیتے ہیں۔ یہاں نُرِيْدُ مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو حال اور مستقبل کے معنے دیتا ہے۔ اور جب کسی سنّت کا اظہار کرنا ہو تو ماضی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ نے اپنی سنّت کے مطابق عرب کے اُمّیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہر علم و معرفت میں دُنیا کا سردار بنا دیا۔

مذہب صرف قیل و قال کا نام نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ بھی یاد رکھو کہ مذہب صرف قیل و قال کا نام نہیں بلکہ جبتک عملی حالت نہ ہو کچھ نہیں۔ خدا اس کو پسند نہیں کرتا جس قدر بزرگ اسلام میں یا ہندوؤں میں اوتار وغیرہ گزرے ہیں اُن کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے عمل سے اُن سچائیوں کو جن کا وہ وعظ کرتے تھے ثابت کر دکھایا ہے۔ قرآن شریف میں بھی یہی تعلیم ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اپنے آپ کو درست کرو۔" (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۱۰)

پروگرام اجتماع انصار اللہ مرکزیہ ۱۳۴۷ھش ۱۹۶۸ء

اجلاس اول

۲۵ / اخاء ۱۳۴۷ھش / اکتوبر ۱۹۶۸ء

بروز جمعۃ المبارک

۳۰-۳ تا ۳۸-۳	تلاوت قرآن مجید	مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب
۳۸-۳ تا	دعا۔ عہد۔ افتتاح عطائے علم انعامی	سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں گزارش کی جائے گی۔
۱۰ منٹ	درس قرآن مجید	مولانا ابو العطاء صاحب قائد اصلاح و ارشاد
۵۰ منٹ	تفریحی کھیلیں	
۴۰-۵ تا ۳۰-۷	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام	

اجلاس دوم

۳۰-۷ تا ۴۰-۷	تلاوت قرآن مجید	حافظ مسعود احمد صاحب
۴۰-۷ تا ۴۰-۸	سالانہ رپورٹیں	قائدین مرکزیہ رپورٹیں پیش کریں گے
۴۰-۸ تا ۰۰-۱۰	مجلس شوریٰ	

شب بخیر

اجلاس سوم

۲۶ / اخاء ۱۳۴۷ھش / اکتوبر ۱۹۶۸ء

بروز ھفتہ

۳۰-۴ تا ۰۰-۵	نماز تہجد	
۰۰-۵ تا ۳۰-۵	نماز فجر	

وقت	پروگرام	مقرر
۵-۳۵ تا ۵-۵۰	درس قرآن مجید	مکرم مولوی ظہور حسین صاحب
۵-۵۰ تا ۷-۰۰	ذکر حبیب علیہ السلام	
۷-۰۰ تا ۸-۴۵	ناشتہ وغیرہ	

اجلاس چہارم

وقت	پروگرام	مقرر
۸-۴۵ تا ۸-۵۵	تلاوت قرآن مجید	مکرم حافظ شفیق احمد صاحب
۸-۵۵ تا ۹-۰۵	نظم	مکرم چوہدری عبد العزیز صاحب
۹-۰۵ تا ۹-۲۰	درس قرآن مجید	مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف
۹-۲۰ تا ۹-۳۵	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب
۹-۳۵ تا ۹-۵۰	درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب
۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۵	حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ کی للّٰہیت و فدائیت	مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ
۱۰-۱۵ تا ۱۰-۳۰	ماہنامہ انصار اللہ	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۱۰-۳۰ تا ۱۰-۴۵	صحت کو قائم رکھنے کے اصول	مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب
۱۰-۴۵ تا ۱۱-۴۵	انعامی تقریری مقابلہ	

نوٹ :- ہر تقریر کے لئے پانچ منٹ کا وقت مقرر ہوگا۔

عنوانات

۱- حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا جذبۂ خدمت دین
۲- خلافت ثالثہ کی مبارک تحریکات میں سے ایک تحریک
۳- تسبیح و تحمید و استغفار کی برکات
۴- نظام سلسلہ کے احترام کی اہمیت و ضرورت
۵- تربیت اولاد کے لئے نیک نمونہ کی ضرورت و اہمیت
۶- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے دنیا نے کیا کیا اثرات قبول کئے۔

نوٹ :- لکھی ہوئی تقریر پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

منصفین

۱۔ مولانا ابو العطاء صاحب
۲۔ شیخ مبارک احمد صاحب
۳۔ مکرم مرزا عبدالحق صاحب

۴۵-۱۱ تا ۴۵-۱۲	سوال و جواب نوٹ:- ایسے سوالات کی اجازت نہ ہوگی جن کا تعلق سیاست، اقتصاد یا اقتصاد سے ہو یا جن کا تعلق فرقہ وارانہ مسائل سے ہو۔	مولانا ابو العطاء صاحب مولانا قاضی محمد نذیر صاحب مولانا عبدالمالک خان صاحب } جواب دینگے
۴۵-۱۲ تا ۱۵-۲	وقفہ برائے نماز ظہر و عصر و طعام	

اجلاس پنجم

۱۵-۲ تا ۲۵-۲	تلاوت قرآن مجید	چوہدری شبیر احمد صاحب
۲۵-۲ تا ۳۵-۲	نظم	چوہدری عبدالعزیز صاحب
۳۵-۲ تا ۵۰-۲	درس قرآن مجید	پروفیسر صوفی بشارت الرحمٰن صاحب
۵۰-۲ تا ۵-۳	جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض وغایت	قاضی محمد نذیر صاحب
۵-۳ تا ۲۰-۳	تقوٰی کی باریک راہیں	مکرم مرزا عبدالحق صاحب
۲۰-۳ تا ۳۵-۳	تزکیۂ نفس کے حصول کے طریق	مکرم مسعود احمد خان صاحب
۳۵-۳ تا ۵۰-۳	اسلام کا مابہ الامتیاز	مولانا شیخ مبارک احمد صاحب
۵۰-۳ تا ۵-۴	روحانی ترقیات کی راہیں	مولانا ابو العطاء صاحب
۵-۴ تا ۲۰-۴	خلافت راشدہ و تجدید دین	مولانا عبدالمالک خان صاحب
۲۰-۴ تا ۳۵-۴	خلافت ثالثہ کی برکات اور ہماری ذمہ داریاں	چوہدری محمد علی صاحب ایم۔ اے
۳۵-۴ تا ۲۵-۵	تفریحی کھیلیں	

نوٹ:- احباب نماز مغرب وعشاء مسجد مبارک میں ادا کریں گے۔ اور اگر حضور تشریف رکھیں تو مجلس عرفان میں شریک ہوں گے۔

اجلاس ششم

۲۷/ اخاء ۱۳۴۷ ہش
۲۷/ اکتوبر ۱۹۶۸ء
بروز اتوار

وقت	پروگرام	مقرر
۴-۳۰ تا ۵-۰۰	نماز تہجد	
۵-۰۰ تا ۵-۲۵	نماز فجر	
۵-۲۵ تا ۵-۵۰	درس قرآن مجید	مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب
۵-۵۰ تا ۶-۰۰	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	سید احمد علی صاحب
۶-۰۰ تا ۶-۱۰	درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی
۶-۱۰ تا ۷-۰۰	ذکر حبیب علیہ السلام	
۷-۰۰ تا ۸-۴۵	وقفہ	

اجلاس ہفتم

وقت	پروگرام	مقرر
۸-۴۵ تا ۸-۵۵	تلاوت قرآن مجید	حافظ قدرت اللہ صاحب
۸-۵۵ تا ۹-۰۵	نظم	چوہدری عبدالعزیز صاحب

جماعت احمدیہ کی نمایاں خصوصیات
(صحابہ کرامؓ حضرت مسیح موعودؑ کے کردار کی روشنی میں)

وقت	پروگرام	مقرر
۹-۰۵ تا ۹-۲۰	ذکر الٰہی، نوافل کی کثرت اور انابت الی اللہ کا ذوق و شوق	شیخ محمد حنیف صاحب
۹-۲۰ تا ۹-۳۵	امام و پیشوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق	قاضی محمد نذیر صاحب
۹-۳۵ تا ۹-۵۰	سلسلہ کیساتھ اخلاص، خدمتِ دین کی تڑپ، اس کیلئے ہر قسم کی قربانی	مرزا عبدالحق صاحب
۹-۵۰ تا ۱۰-۰۵	انکسار و اطاعت شعاری اور نظامِ سلسلہ کا احترام	مولوی غلام احمد صاحب فرخ
۱۰-۰۵ تا ۱۰-۱۵	نظم	محمد احمد صاحب انور
۱۰-۱۵ تا ۱۰-۳۰	فرض شناسی اور دیانت و امانت کا بلند معیار	شیخ بشیر احمد صاحب لاہور
۱۰-۳۰ تا ۱۰-۴۵	ایفائے عہد، راست گفتاری اور صداقت شعاری	شیخ مبارک احمد صاحب
۱۰-۴۵ تا ۱۱-۰۰	مہمان نوازی، ایثار اور ہمدردیٔ خلائق	مولانا عبدالمالک خان صاحب
۱۱-۰۰ تا ۱۱-۱۵	امامِ وقت کے ساتھ گہری وابستگی اور دلی محبت	مولانا ابوالعطاء صاحب
۱۱-۱۵ تا ۱۱-۲۵	نظم	چوہدری شبیر احمد صاحب

۱۱-۲۵ تا اختتام تقریر یہ عہد و دعا۔ خطاب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

(خاکسار محبوب عالم خالد ایم۔ اے قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

اہم مرکزی اعلانات

عَلَمِ انعامی انصار اللہ اور اسنادِ خوشنودی کیلئے ذیلی قواعد

جملہ عہدیداران مجالس انصار اللہ اس امر کو مدِّ نظر رکھیں کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے عَلَمِ انعامی اور علاقائی و ضلعی مجالس کے لئے اسنادِ خوشنودی کے لئے مندرجہ ذیل قواعد منظور فرمائے ہیں :-

(ا) عَلَمِ انعامی اور اسنادِ خوشنودی صرف انہی مجالس کو دی جائیں گی جنہوں نے دورانِ سال جملہ قیادتوں کے ساتھ عملی تعاون کیا ہو۔

(ب) تعاون کرنے والی اور اس اعزاز کی حقدار صرف وہی مجلس سمجھی جائے گی جس نے تمام قیادتوں سے پچھتر فیصد نمبر حاصل کئے ہوں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ناظمین اعلیٰ انصار اللہ کا تقرّر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل دوستوں کا تقرر بطور ناظمِ اعلیٰ انصار اللہ علاقائی تا ۳۱ر فتح ۱۳۴۹ہش مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۰ء منظور فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

متعلقہ مجالس سے درخواست ہے کہ ان دوستوں سے پُورا پُورا تعاون فرمائیں۔

۱۔ مکرم شمس الرحمٰن صاحب ڈھاکہ ناظم اعلیٰ برائے مجالس انصار اللہ مشرقی پاکستان

۲ " قریشی عبدالرحمٰن صاحب سکھر " " " سابق صوبہ سندھ

۳۔ " میاں بشیر احمد صاحب کوئٹہ " " " کوئٹہ و سابق بلوچستان

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ہفتہ تربیت مجالس انصاراللہ

ماہِ ظہور میں جملہ مجالس انصاراللہ ایک ہفتہ تربیت مناتے کے لئے مکلف کی گئی تھیں۔ اِس سلسلہ میں خط و کتابت اور مطبوعہ مضامین کے ذریعہ مجلس کی راہنمائی کر دی گئی تھی۔ امید ہے جملہ مجالس نے اِس اہم فریضہ کو ادا کرنے کا اہتمام کیا ہوگا لیکن مرکز میں اس کی رپورٹ بھجوانے کا خیال نہیں رکھا گیا (سوائے چند ایک مجالس کے)۔ سو جملہ زعماء انصاراللہ سے درخواست ہے کہ وہ جلد از جلد ہفتہ تربیت کی رپورٹ بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(قائد تربیت مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

انصاراللہ کا تیرھواں مرکزی سالانہ اجتماع

۲۵، ۲۶، ۲۷ اخاء ۱۳۴۷ ہش

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا تیرھواں سالانہ اجتماع اپنی سابقہ روایات کے ساتھ ۲۵، ۲۶، ۲۷ اخاء ۱۳۴۷ ہش مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۸ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

انصاراللہ صاحبان و دیگر احباب سے گزارش ہے کہ وہ اِس مقدس اجتماع میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر اس کی عظیم الشان برکات سے مستفیض ہوں +

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

اصل کیمیا تقوی ہے

جس نے یہ حاصل کر لیا سب کچھ حاصل کر لیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں -

''خدا تعالی نے فرمایا ہے فی السمآء رزقکم وما توعدون - فو رب السمآء و الارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون - یعنی ہر ایک انسان کو خداتعالی اپنے پاس سے روزی دیتا ہے - حضرت داؤدؑ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور بوڑھا ہو گیا ہوں مگر آج تک میں نے کسی صالح کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے نہیں دیکھا - اسی طرح توریت میں ہے کہ نیک بخت انسان کا اثر اس کی سات پشت تک جاتا ہے - پھر قرآن مجید میں بھی ہے کہ کان ابوھما صالحاً یعنی ان کا باپ صالح تھا اس لئے خدا تعالی نے ان کا خزانہ محفوظ رکھا - - -

پس انسان کے لئے متقی اور نیک بننا کیمیا گر سے بہت بہتر ہے - اس کیمیاگری میں تو روپیہ ضائع ہوتا ہے مگر اس کیمیاگری میں دین بھی اور دنیا بھی دونوں سدھر جاتے ہیں - افسوس ہے ان لوگوں پر جو ساری عمر یونہی فضول ضائع کر دیتے ہیں اور کیمیا کی تلاش میں ہی مر جاتے ہیں حالانکہ اس کوچہ میں سوائے نقصان مال اور نقصان ایمان اور کچھ نہیں اور ایسا شخص یکے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مستحق ٹھہرتا ہے -

اصل کیمیا تقوی ہے - جس نے اس کو حاصل کر لیا اس نے سب کچھ حاصل کر لیا اور جس نے اس نسخہ کو نہ آزمایا اس نے اپنی عمر ضائع کی - اگر کیمیا واقعی ہو بھی تو بھی اس کے پیچھے عمر کھونے والا کبھی متقی اور پرھیزگار نہیں ہو سکتا - جس کو رات دن دنیا کی محبت لگی رہے گی وہ اپنے پاک اور پیارے خدا کی محبت کو اپنے دل میں کس طرح جگہ دے گا،،

(ملفوظات جلد دھم صفحہ ۱۶۵،۱۶۶)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہؤا

جلد ۹ — نبوت ۱۳۴۷ ھش — شمارہ ۱۱

نومبر ۱۹۶۸ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

نبوت ۱۳۴۷ ہش

(نومبر ۱۹۶۸ء)

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ :- چھ روپے ☆ فی پرچہ :- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ٭ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۹ | ماہنامہ اَنْصَارُ اللّٰہِ ربوہ | شمارہ ۱۱

نبوت ۱۳۴۷ہش

(نومبر ۱۹۶۸ء)

ملائکہ کا نزول اور اُن کی پاک تاثیرات کے درخشندہ نشان

انصاراللہ کے تیرھویں سالانہ اجتماع کی عظیم الشان برکات

گزشتہ شمارہ میں ہم نے انصاراللہ کے تیرھویں سالانہ اجتماع منعقدہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ ، اخاء ۱۳۴۷ہش کے بارہ میں اس کے انعقاد سے قبل لکھا تھا:۔

”انشاء اللہ العزیز یہ اجتماع بوجوہ خاص ایک خاص، نرالی، اور منفرد شان کا حامل ہوگا، اپنی کیفیت اور عظیم الشان برکات کے لحاظ سے پہلوں سے خوب تر اور پہلوں سے بڑھ کر پُر تاثیر و پُر اثر، اس لئے کہ یہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے بمنشائے الٰہی جماعت میں تسبیح وتحمید، درود اور استغفار کی مبارک تحریک جاری ہونے کے بعد منعقد ہونے والا پہلا اجتماع ہے۔ اس لحاظ سے یہ دن اور رات ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنے والے اُن خوش بخت انسانوں کا اجتماع ہوگا جو تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر آیت ۲۴) کے مصداق ہیں۔“ (انصاراللہ بابت اکتوبر ۱۹۶۸ء صفحہ ۳)

الحمد للہ ثم الحمد للہ ہماری یہ توقع پوری ہوئی اور بحمد اللہ بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ چنانچہ

وہ ہزاروں احباب جنہیں امسال بھی اس مقدس و مبارک الٰہی اجتماع میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی وہ عینی شاہد ہیں اس حقیقت کے کہ فی الواقعہ تسبیح و تحمید، درود اور استغفار کی مبارک تحریک کے بعد منعقد ہونے والا ہمارا یہ پہلا اجتماع ایک خاص نرالی اور منفرد شان کا حامل تھا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ یہ دن اور رات ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنے والے خوش نصیبوں کا اجتماع تھا ـــــ اُن خوش نصیبوں کا جو نرم جلد اور نرم دل ہو کر ذکرِ الٰہی کی طرف جھکنے اور ہمیشہ ہی جھکے رہنے کو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام تصور کرتے ہیں۔

دن اور رات تسبیح و تحمید، درود شریف اور استغفار کے ورد میں مشغول رہنے والے بکثرت یہ ورد کرتے ہوئے اس کثرت سے اپنے مرکز کی طرف کھنچے چلے آئے کہ بلحاظ تعداد گزشتہ سال آنے والوں پر سبقت لے گئے۔ یوں تو اس میں شرکت کرنے والی مجالس انصار اللہ اور شرکت کی سعادت سے بہرہ یاب ہونے والے اراکین کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ ہوتا چلا آرہا ہے تاہم اس سال علی الخصوص مجالس کی تعداد میں بہت نمایاں اضافہ ہوا۔ شریک ہونے والی مجالس کی تعداد میں یہ اضافہ اس لئے زیادہ خوشکن ہے کہ یہ بیداری اور فعال مجالس کی تعداد میں اضافہ پر دلالت کرتا ہے۔ گزشتہ سال اجتماع میں ۳۲۲ مجالس کے ۶۵۲ نمائندگان، ۱۵۶۲ اراکین اور ۱۹۴۰ زائرین شریک ہوئے تھے امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان اعداد و شمار میں ۳۲ مجالس، ۸۹ نمائندگان، ۱۰ اراکین اور ۱۱۷ زائرین کا اضافہ ہوا۔ گویا امسال ۳۵۵ مجالس کے ۷۳۰ نمائندگان، ۱۵۷۲ اراکین اور ۲۰۵۷ زائرین یعنی مجموعی طور پر ۴۳۶۰ احباب نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

جیسا کہ شرکت کرنے والے یہ ہزاروں احباب ذاتی تجربہ کی بناء پر حق الیقین کے رنگ میں اچھی طرح جانتے ہیں ان ہزاروں ہزار احباب نے اجتماع کے دوران انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ اجتماعی رنگ میں بھی اپنے دن اور رات ذکرِ الٰہی میں اس طرح بسر کئے کہ زمین اور آسمان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لبریز ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بھی زیادہ جوش میں آئی، اُس کے فرشتے پہلے سے بھی بڑھ کر آسمان سے نازل ہوئے اور اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والے ان خوش بختوں پر سایہ فگن رہے۔ چنانچہ اجتماع میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کے نزول اور اُن کے نزول کی پاک تاثیرات کے ایسے درخشندہ نشان ظاہر ہوئے کہ جن کے تصور سے دل پر اب بھی اہتزاز کی کیفیت طاری ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ ہم تحدیثِ نعمت کے طور پر ایسے درخشندہ نشانوں میں سے چند ایک کا سطور ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت، اس کی رحمت اور اس کے فرشتوں کے نزول اور اس

نزول کی پاک تاثیرات کا ایک درخشندہ نشان اجتماع کے افتتاح اور اختتام کے وقت اُس وقت ظاہر ہوا جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اِن ہر دو مواقع پر اجتماع میں شریک احباب کو اپنے رُوح پرور اور بصیرت افروز خطابات سے نوازا۔ سچ یہ ہے کہ اِن ہر دو مواقع پر احباب پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوئے بغیر نہ رہی۔ احباب نے آسمان سے فرشتوں کے نزول اور ان کی پاک تاثیرات کو اس شدت سے محسوس کیا کہ وہ فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھے۔

افتتاحی خطاب کے دوران جب حضور نے اسلام کے موعودہ غلبہ کے تعلق میں احباب کو ان کی عظیم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور انہیں اپنی ان ذمہ داریوں کو کمال جذبہ و جوش اور بشاشت قلب کے ساتھ ادا کرنے کی تلقین فرمائی تو وہ خدمتِ اسلام کے ایک نئے عزم نئے جوش اور نئے ولولہ سے سرشار ہو کر بے اختیار اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرنے اور اس سے اپنی ذمہ داریوں کی کماحقہٗ ادائیگی کی توفیق طلب کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اُس وقت ہر دل اس عزم سے لبریز تھا کہ وہ محمدی ابراہیمؑ کی اولاد کی حیثیت سے اپنے آپ کو محمدی اسمٰعیل ثابت کرنے میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا اور اپنا تن من دھن اس راہ میں لگا کر اسلام کے نور کو ساری دنیا میں پھیلانے اور غالب کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیگا۔

اسی طرح حضور کا اختتامی خطاب بھی جو پونے دو گھنٹے تک جاری رہا علوم و معارف اور روحانی نعماء کے ایک خوانِ نعماء کی حیثیت رکھتا تھا۔ اپنے اس خطاب میں حضور نے جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجد آفریں تحریرات کی روشنی میں آیتِ استخلاف کی نئے زاویۂ نگاہ سے ایک جدید اور نہایت درجہ پُر معارف و لطیف تفسیر بیان فرمائی اور اس طرح جب حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور اتباع کی برکت سے طفیلی مجدد الفِ آخر کی حیثیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور اسکے نتیجہ میں از سرِ نو قائم ہونے والی خلافتِ راشدہ کی عظمت و رفعت کے ایک نئے پہلو کو مسحور کن انداز میں واضح فرمایا تو ہزاروں احباب پر وارفتگی کا عالم طاری ہوئے بغیر نہ رہا اور وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر کیف و سرور کی ایک ناقابلِ بیان کیفیت کے زیرِ اثر فرش پر بیٹھے ہوئے بھی عرش کی بلندیوں میں پرواز کرنے لگے۔ بالخصوص حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جب "تحفہ گولڑویہ" میں سے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پُرشوکت عبارت پڑھ کر سنائی جس میں حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ حضورؑ اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور پیروی کی برکت سے اس صدی ہی کے مجدد نہیں بلکہ مجددِ الفِ آخر بھی ہیں اور اس بنا پر یہ واضح فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر مبعوث ہونے والے کسی اور مجدد نے ظاہر نہیں ہونا البتہ خلافتِ راشدہ کی ماتحتی اور نیابت میں ہر زمانہ میں تجدیدِ دین کا فریضہ ادا کرنے والے علماءِ ربانی پیدا

ہوتے چلے جائیں گے اور خلافت راشدہ کی برکت کے طفیل کوئی زمانہ بھی ایسے مجدد دین سے خالی نہیں ہوگا تو احباب خلافت راشدہ کی عظمت وجلالت شان اور بہ پیرایۂ جدید اس کی عظیم الشان برکات کے تازہ عرفان پر فرط مسرت سے جھوم اُٹھے اور اُن پر ہتزاز کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اُس وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا یہ موعود نافلہ حضور علیہ السلام کے جانشین اور خلیفہ برحق کی حیثیت سے خود حضور کی طرف سے حضور ہی کے الفاظ میں بہ بانگ دہل یہ اعلان کر رہا ہے کہ ؎

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے　　　　اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

حضور ایدہ اللہ کا یہ پُر معارف خطاب اس امر کا ایک زندہ ثبوت تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرر کردہ خلیفہ کو حقانیت اور تائید و نصرت کے درخشندہ نشان کے طور پر اپنی جناب سے خود علوم و معارف کے خزانے عطا کرتا ہے اور اُس کی زبان فیض ترجمان سے اُن حقائق و دقائق پر سے پردہ اُٹھوا تا ہے جن تک انسانی عقل کی رسائی ممکن نہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ تقریر کیا تھی ایک آسمانی قرنا تھی جس نے دلوں کو ایک نئی بیداری سے ہمکنار کر کے انہیں وہ بصیرت عطا کی کہ عالم لاہوت کے بہت سے پُر اسرار دروازے اُن پر وا ہوتے چلے گئے اور وہ خلافت حقہ کی برکات کے نو بہ نو ظہور پر اللہ تعالےٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے اُس کے حضور سجدات شکر بجا لائے۔ کیا ہی پُر کیف وہ لمحات تھے کہ جب اس آسمانی قرنا کی سُریلی آواز فضا میں گونجی اور کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ احباب جو اس آواز دلنواز کے طفیل حیات نو سے ہمکنار ہوئے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

پھر پنجگانہ باجماعت نماز دن اور رات کی خاموش گھڑیوں میں باجماعت نماز تہجد اور اجتماع کے مختلف اجلاسوں میں علماء سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر کے دوران دن رات جاری رہنے والے ذکر الٰہی میں شمولیت کے علاوہ احباب کو دو دن نماز فجر کے معاً بعد ان مسحور کُن مجالس میں بھی شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی جو ذکر حبیب علیہ السلام کے لئے مخصوص تھیں۔ ان پُر کیف مجالس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابہ کرام اور علماء سلسلہ نے عشق و محبت کے بے پناہ جذبہ سے سرشار ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک کے ایمان افروز واقعات سُنائے۔ سُنانے والے بھی عشق و محبت کے جذبہ سے سرشار تھے اور سُننے والے بھی اسی پاک جذبہ سے سرشار ہوتے ہوئے سراپا شوق

اور ہمہ تن گوش بنے ہوئے تھے۔ امسال منعقد ہونے والی ذکرِ حبیبؑ کی ان مجالس کو ایک خصوصی امتیاز یہ حاصل ہوا کہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّ ظلہا العالی نے اپنی علالت اور ناسازیٔ طبع کے باوجود ان مجالس کے منتظم مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی درخواست پر بعض نہایت ہی ایمان افروز روایات رقم فرما کر ارسال فرمائیں سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیّبہ و سیرۃ مقدسہ کا تذکرہ اور وہ بھی آیت اللہ کا درجہ رکھنے والی خود حضور علیہ السلام ہی کی لائق صد احترام صاحب قلم صاحبزادی کے قلم زرّیں رقم سے ایک مخصوص اور اچھوتے انداز میں لکھا ہوا بھلا اثر و جذب میں کیوں ڈوبا ہوا نہ ہوتا۔ طلوعِ سحر کی پُرکیف گھڑیوں میں ظاہر و باطن کے لحاظ سے سراپا حسن و جمال کا یہ تذکرہ جمیل سراپا شوق سامعین کے لئے روشنی کی ایک قندیل ثابت ہوا جس نے ماضی کے دھندلکوں کو بقعۂ نور بنا کر زمانہ حال کے اُجالوں میں تبدیل کر دکھایا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ گویا ہم خود اُس مبارک دور میں سے گزر رہے ہیں یا وہ زمان اور وہ روزگار بہ عنایتِ پروردگار پھر لوٹ آیا ہے۔ تذکرہ تھا مخالفت کے طوفانوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قطعاً کوئی اثر قبول کئے بغیر پورے اطمینان، بشاشت اور دلجمعی کے ساتھ اسلام کے احیاء اور اس کی سربلندی کے خداداد مشن کی تکمیل میں منہمک رہنے کا اور بے پناہ شور و غوغا میں بھی روئے مبارک کے اطمینانِ قلب اور روحانی مسرّت کے نور سے شاداں و فرحاں اور درخشاں رہنے کا۔ اِس پُرکیف تذکرہ نے رُوحوں پر وجد کی کیفیت طاری کر دی۔ انصار اللہ کے تیرھویں سالانہ اجتماع کی یہ ایک اور عظیم الشان برکت تھی جس سے شمولیت کرنے والے خوش نصیب احباب بہرہ ور ہوئے۔ ان کی یہ خوش نصیبی دوسروں کے لئے لائق صد رشک اور خود اُن کے لئے قابلِ فخر کیوں نہ ہو۔ یقیناً یہ جہاں دوسروں کے لئے قابلِ رشک ہے وہاں خود اُن کے لئے قابلِ فخر۔

یوں تو اجتماع کے آٹھوں اجلاسوں میں سے ہر اجلاس ہی ایمانوں کو جلا، قلوب کو روشنی اور روحوں کو بالیدگی سے ہمکنار کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتا تھا اور اپنی جگہ ایک روحانی مائدہ سے کم نہ تھا۔ تاہم اجتماع کا آٹھواں اور آخری اجلاس جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدسی صفات فداکار و جاں نثار صحابہ کرام کی سیرت و کردار کے اذکارِ مقدس کے لئے مخصوص تھا روحانی کیف و سرور اور روحانی سرخوشی و وارفتگی کے اعتبار سے ایک خاص شان کا حامل ثابت ہوا۔ اِس اجلاس میں علمائے سلسلہ نے مقررہ موضوعات کے تحت صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و کردار کی روشنی میں

ذکرِ الٰہی اور نوافل کی کثرت، انابتِ الی اللہ کے ذوق و شوق، حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق، سلسلہ کے ساتھ اخلاص، خدمتِ دین کی تڑپ، جانی و مالی قربانیوں، انکسار و اطاعت شعاری، نظامِ سلسلہ کے احترام، فرض شناسی، دیانت و امانت کے بلند معیار، ایفائے عہد، راست گفتاری، صداقت شعاری، مہمان نوازی، ایثار اور ہمدردیٔ نوعِ انسان نیز امامِ وقت کے ساتھ گہری وابستگی اور دلی محبت کی اہمیت واضح فرمائی اور اِس ضمن میں صحابۂ کرام کے ایمان افروز واقعات کو بطور نمونہ و مثال پیش کیا۔ اُس وقت جذباتِ محبت و عقیدت کی فراوانی کے باعث ایسا پُر کیف سماں بندھا کہ سراپا شوق سامعین اِس حال میں کہ ان میں سے اکثر کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے گردوپیش اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر عشق و محبت اور فدا کاری و جاں نثاری کے اِن ایمان افروز واقعات پر جھومتے اور سر دھنتے رہے۔ روحانیت سے معمور فضا میں صدق و صفا اور اخلاص و وفا کا یہ مسحور کن تذکرہ بہت پُر تاثیر و پُر اثر ثابت ہوا۔ دلوں کے زنگ دُور ہونے سے سینے دُھل کر آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو گئے۔ وہ ایک ایسا وقتِ اصفا تھا جس میں ہزاروں احباب کو صحابہ کرام کے انتہائی اعلیٰ معیارِ خدمت و فدائیت کی روشنی میں خود اپنے اپنے عمل و کردار کا محاسبہ کرنے اور اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے دلوں کو خدمتِ اسلام کے نئے عزائم اور نئے ولولوں سے ہمکنار کرنے کا موقع میسّر آیا۔

اِن اذکارِ مقدس کے معاً بعد حضور ایدہ اللہ نے مقامِ اجتماع میں تشریف لا کر احباب کو اُس پُر معارف و ولولہ انگیز اختتامی خطاب سے سرفراز فرمایا جس کا ہم سطورِ بالا میں ذکر کر آئے ہیں۔ اُس وقت سب پر ہی روحانی علو و ارتفاع کی ایسی کیفیت طاری تھی کہ جسے الفاظ کا جامہ پہنانا یکسر ناممکن ہے۔

ہم نے اجتماع انصار اللہ کی عظیم الشان برکات میں سے اختصار کے پیشِ نظر صرف چند ایک کا بیان ذکر کیا ہے کیونکہ جملہ برکات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اِن برکات سے مستفیض ہوا اور ہر ایک نے ہی فرشتوں کو آسمان سے نازل ہوتے اور ہر طرف انہیں منڈلاتے دیکھا اور ان کی پاک تاثیرات کا اپنے وجود میں مشاہدہ کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ہمارے اِس عظیم الشان اجتماع کی عظیم الشان برکات سے متمتع فرماتا چلا جائے یہاں تک کہ آئندہ سال چودھواں سالانہ اجتماع آ کر پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ اِن برکات کی تجدید فرما کر ہمیں نئے علوم و معارف اور نئے عرفان کی دولت سے مالا مال فرمائے اور نئے سے نئے علوم و معارف اور نئے سے نئے عرفان کا یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیش چلتا چلا جائے۔ آمین اللّٰھم آمین +

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عمر گزری جا رہی ہے غفلت کو چھوڑو اور تضرّع اختیار کرو

اکیلے ہو ہو کر دُعا کرو کہ خدا ایمان کو سلامت رکھے اور وہ راضی ہو جائے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۷؍مئی ۱۹۰۸ء کو معززین و سادات و امراءِ لاہور کے سامنے ایک نہایت ہی پُرمعارف تقریر ارشاد فرمائی۔ ایڈیٹر صاحب "بدر" نے حضور کی یہ تقریر ۲۵؍جون ۱۹۰۸ء کے پرچہ میں شائع کرتے ہوئے اس پر اپنی طرف سے جو نوٹ درج کیا اس میں لکھا:-

"۱۷؍مئی ۱۹۰۸ء کا وجد انگیز نظارہ آخر دم تک مجھے یاد رہے گا جب خدا تعالیٰ کے ہاتھوں سے معطّر کیا ہوا مسیح گیارہ بجے (قبل دوپہر) معززین و سادات و امراءِ لاہور کے سامنے ایک تقریر فرما رہا تھا۔ تقریر کیا تھی معرفت کا ایک سمندر تھا جو اپنے پورے جوش میں تھا، عرفان کا ایک بادل تھا جو ابرِ رحمت بن کر اُن پر برسا۔ وہ ایک آخری پیغام تھا جو دارالخلافۂ عز الخلافت نے اپنے قادر و توانا مالک الملکوت سلطان الجبروت کی طرف سے پہنچایا۔"

حضور علیہ السلام کی اس پُرمعارف تقریر کا ایک اقتباس افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے:-

---

"جس کام میں ریاکاری کا ذرہ بھی ہو وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کی یہی مثال ہے جیسے ایک اعلیٰ قسم کے عمدہ کھانے میں کُتّا مُنہ ڈال دے۔ آجکل بھی یہ مرض بہت پھیلا ہوا ہے اور اکثر امور میں ریاکاری کی ملونی ساتھ ہوتی ہے۔ پس اعمال میں یہ ملونی ہونی نہ چاہیئے۔ اصل میں انسان ایک حد تک معذور بھی ہے کہ ملونی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے کیونکہ ممکن تو ہے نہیں، جب تک اُسے نفسِ مطمئنّہ حاصل نہ ہو جائے، اور کسی کی لعن طعن کی پرواہ نہ کرے اور اس کے اعمال میں ایسا اخلاص ہو جائے کہ تعریف کرنے والا اور گالی دینے والا، مناقب بیان کرنے والا اور حقارت

سے دیکھنے والا اس کی نظر میں یکساں ہو جائیں اور یہ دونوں کو برابر جانے، مُردے کی طرح جانے جو نہ اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ سنوار سکتا ہے۔

اِس وقت میں سِرّاً و علانیۃً پر بحث نہیں کرتا بلکہ نفس کی ملونی کا ذکر کرتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ خفیہ ہی خیرات دو اور اعلانیہ نہ کرو۔ نیک نیّت کے ساتھ ہر کام میں ثواب ہوتا ہے۔ ایک نیک طبع انسان ایک کام میں سبقت کرتا ہے۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس کارِ خیر میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اِس طرح سے اُس شخص کو بھی ثواب ملتا ہے بلکہ وہ اُن کے ثواب میں سے بھی حصہ لیتا ہے۔ پس اِس رنگ میں کوئی نیک کام اِس نیت سے کرنا کہ دوسروں کو بھی ترغیب و تحریک ہو بڑا ثواب ہے۔

شریعتِ اسلام میں ایسے بڑے بڑے امور ہیں تا کہ اخلاص کی قوّت پیدا ہو جائے۔ اخلاص ایک موت ہے جو مخلص کو اپنے نفس پر وارد کرنی پڑتی ہے۔ جو شخص دیکھے کہ علانیہ خرچ کرنے اور خیرات دینے یا چندوں میں شامل ہونے سے اس کے نفس کو مزا آتا ہے اور ریاء پیدا ہوتی ہے تو اُس کو چاہیئے کہ ریاکاری سے دستبردار ہو جائے اور بجائے علانیہ خرچ کرنے کے مخفی طور سے خرچ کرے اور ایسا کرے کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو۔ پھر خدا قادر ہے کہ نیک کو اس کی نیکی اور پاک تبدیلی کی وجہ سے بخش دے۔ یہ خیال نہ کرو کہ سو سال تک عبادت کرنے ہی سے نجات ہوتی ہے بلکہ خدا تو نکتہ نواز ہے۔ وہ ایک نیکی سے بخش دیتا ہے صرف اخلاص چاہیئے۔

دیکھو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بڑھیا کو بلاناغہ حلوا کھلایا کرتے تھے اور ان کے اِس فعل کی کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک دن جب بڑھیا کو حلوا نہ پہنچا تو اس نے اِس سے یقین کر لیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے۔ اب جائے غور ہے کہ آپ کیسے تعاہد سے اُس بڑھیا کی جو کہ اور کچھ نہ کھا سکتی تھی خدمت کیا کرتے تھے کہ ایک دن حلوا نہ پہنچنے سے اُس کو یقین ہو گیا کہ آپ وفات پا گئے۔ یعنی اُس بڑھیا کے وہم میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ آپ زندہ ہوں اور اُس کو حلوا نہ پہنچے یہ ممکن ہی نہ تھا۔

غرض یہ ہے اخلاص اور یہ ہیں محض خدا کی راہ میں محض نیک نیّتی کے اعمال۔ اخلاص جیسی اور کوئی تلوار دلوں کو فتح کرنے والی نہیں۔ ایسے ہی امور سے وہ لوگ دُنیا پر غالب آ گئے تھے۔ صرف زبانی باتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب نہ پیشانی میں نور اور نہ رُوحانیت ہے اور نہ معرفت کا کوئی حصہ خدا تو ایسا ظالم نہیں ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ان کے دلوں میں اخلاص نہیں ہے۔ صرف ظاہری اعمال

سے جو رسم اور عادت کے رنگ میں کئے جاتے ہیں کچھ نہیں بنتا۔

اِس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مَیں نماز کی تحقیر کرتا ہوں۔ وہ نماز جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ معراج ہے۔ بھلا ان نمازیوں سے کوئی پُوچھے تو سہی کہ ان کو سورہ فاتحہ کے معنے بھی آتے ہیں۔ پچاس پچاس برس کے نمازی ملیں گے مگر نماز کا مطلب اور حقیقت پوچھو تو اکثر بے خبر ہوں گے حالانکہ تمام دنیوی علوم ان علوم کے سامنے ہیچ ہیں۔ باایں ہمہ دنیوی علوم کے واسطے تو جان توڑ محنت اور کوشش کی جاتی ہے اور اِس طرف سے ایسی بے التفاتی ہے کہ نماز جنتر منتر کی طرح پڑھ جاتے ہیں۔ مَیں تو یہاں تک بھی کہتا ہوں کہ اِس بات سے مت رُکو کہ نماز میں اپنی زبان میں دعائیں کرو۔ بے شک اُردو میں، پنجابی میں، انگریزی میں، غرض جو جس کی زبان ہو اُسی میں دُعا کرلے مگر ہاں یہ ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو اسی طرح پڑھو، اُس میں اپنی طرف سے کچھ دخل مت دو، اُس کو اُسی طرح پڑھو اور معنے سمجھنے کی کوشش کرو۔ اِسی طرح ماثورہ دُعاؤں کا بھی اُسی زبان میں التزام رکھو۔ قرآن اور ماثورہ دُعاؤں کے بعد جو چاہو خدا تعالیٰ سے مانگو۔ وہ سب زبانیں جانتا ہے، سُنتا ہے، قبول کرتا ہے۔

اگر تم اپنی نماز کو باحلاوت اور پُرذوق بنانا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ اپنی زبان میں کچھ نہ کچھ دعائیں کرو مگر اکثر یہی دیکھا گیا ہے کہ نمازیں تو ٹکریں مار کر پُوری کرلی جاتی ہیں پھر لگتے ہیں دُعائیں کرنے۔ (ان کے نزدیک) نماز تو ایک ٹیکس ہوتا ہے، اگر کچھ اخلاص ہوتا ہے تو نماز کے بعد ہوتا ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ نماز خود دُعا کا نام ہے جو بڑے عجز، انکسار، خلوص اور اضطراب سے مانگی جاتی ہے۔ بڑے بڑے عظیم الشان کاموں کی کنجی صرف دُعا ہی ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھولنے کا پہلا مرحلہ دُعا ہی ہے۔

نماز کو رسم اور عادت کے رنگ میں پڑھنا ٹھیک نہیں بلکہ ایسے نمازیوں پر تو خدا تعالےٰ نے لعنت اور وَیل بھیجا ہے چہ جائیکہ ان کی نماز کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔ وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ خود خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ ان نمازیوں کے حق میں ہے جو نماز کی حقیقت سے اور اس کے مطالب سے بے خبر ہیں۔ صحابہؓ تو خود عربی زبان رکھتے تھے اور اس کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے مگر ہمارے واسطے یہ ضروری ہے کہ اس کے معانی سمجھیں اور اپنی نماز میں اِس طرح حلاوت پیدا کریں۔ مگر ان لوگوں نے تو ایسا سمجھ لیا ہے جیسے دوسرا نبی آگیا ہے اور اس نے گویا نماز کو منسوخ ہی کر دیا ہے۔

دیکھو خدا تعالیٰ کا اس میں فائدہ نہیں بلکہ خود انسان ہی کا اس میں بھلا ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ کی حضوری کا موقع دیا جاتا ہے اور عرض معروض کرنے کی عزت عطا کی جاتی ہے جس سے یہ بہت سی مشکلات سے نجات پا سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ لوگ کیونکر زندگی بسر کرتے ہیں جن کا دن بھی گزر جاتا ہے اور رات بھی گزر جاتی ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ ان کا کوئی خدا بھی ہے۔ یاد رکھو کہ ایسا انسان آج بھی ہلاک ہوا اور کل بھی۔ یہ بات سن لو کہ دنیا فانی ہے۔ بی بی بھی ہے، بھائی بھی ہے، سب رشتہ دار ہیں، مال و دولت ہے، یہ سب کچھ ہے لیکن جب تک خدا تعالیٰ کو اپنی سپر نہیں بناتا تو کچھ بھی نہیں۔

میں ایک ضروری نصیحت کرتا ہوں کاش لوگوں کے دل میں پڑ جاوے۔ دیکھو عمر گزری جا رہی ہے غفلت کو چھوڑ دو اور تضرع اختیار کرو۔ اکیلے ہو ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ خدا ایمان کو سلامت رکھے اور تم پر وہ راضی اور خوش ہو جائے۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۰۹ تا ۴۱۳)

ہمارے دوستوں کو نمونہ بن کر دکھانا چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت کے لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا چاہیئے۔ اگر کسی کی زندگی بیعت کے بعد بھی اسی طرح کی ناپاک اور گندی زندگی ہے جیسا کہ بیعت سے پہلے تھی اور جو شخص ہماری جماعت میں ہو کر برا نمونہ دکھاتا ہے اور عملی یا اعتقادی کمزوری دکھاتا ہے تو وہ ظالم ہے۔ کیونکہ وہ تمام جماعت کو بدنام کرتا ہے اور ہمیں بھی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم ص۱۳۷)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَبَشِّرْ بِمَقْصُوْدِیْ حَنَانًا وَّخَبِّرِ

(اے خدا! اپنی مہربانی سے مجھ کو میرے مقصود کی بشارت دے اور آگاہ کر)

إِلٰهِيْ بِوَجْهِكَ أَدْرِكِ الْعَبْدَ رَحْمَةً — تَعَالَ إِلَى عَبْدٍ ذَلِيْلٍ مُكَفَّرِ

الٰہی اپنی ذات کے طفیل اس بندے کو اپنی رحمت کے دامن میں لے لے — اپنے ذلیل بندے کی طرف جو تکفیر کیا گیا آجا۔

وَمِنْ قَبْلِ هٰذَا كُنْتَ تَسْمَعُ دَعْوَتِيْ — وَقَدْ كُنْتَ فِي الْمِضْمَارِ تُرْسِيْ وَمَأْزَرِيْ

اس سے پیشتر تُو میری دعائیں سنتا تھا۔ — اور تُو ہی میدانوں میں میری ڈھال اور پناہ رہا ہے۔

إِلٰهِيْ أَغِثْنِيْ يَا إِلٰهِيْ أَمِدَّنِيْ — وَبَشِّرْ بِمَقْصُوْدِيْ حَنَانًا وَّخَبِّرِ

الٰہی! میری فریاد رسی کر الٰہی! میری مدد کر۔ — اور اپنی مہربانی سے مجھ کو مقصود کی بشارت دے اور آگاہ کر۔

أَنِرْنِيْ بِنُوْرِكَ يَا مَلَاذِيْ وَمَلْجَأِيْ — نَعُوْذُ بِوَجْهِكَ مِنْ ظَلَامٍ مُدَعْثِرِ

اے میرے ملجأ و ماویٰ مجھے اپنے نور سے منوّر کر! — ہم سخت تاریکی سے تیری ذات کی پناہ مانگتے ہیں۔

وَكُنْ رَبِّ حَنَّانًا كَمَا كُنْتَ دَائِمًا — وَإِنْ كُنْتُ قَدْ غَادَرْتُ عَهْدًا فَذَكِّرِ

اے خدا تُو ایسا مہربان ہو جیسے تُو پہلے تھا۔ — اگر میں عہد سے بے وفائی کر چکا ہوں تو یاد دلا دے۔

وَإِنَّكَ مَوْلًى رَاحِمٌ ذُوْ كَرَامَةٍ — نُبْعُدُ عَنِ الْغِلْمَانِ يَوْمَ التَّشَوُّرِ

اے میرے مولیٰ تُو ہی مہربان صاحبِ کرم ہے۔ — اپنے غلاموں سے خواری کے دن کو ٹال دے۔

وَفَرِّجْ كُرُوْبِيْ يَا كَرِيْمِيْ وَنَجِّنِيْ — وَمَزِّقْ خَصِيْمِيْ يَا إِلٰهِيْ وَعَفِّرِ

اے میرے کریم میرے دُکھ دُور کر اور نجات دے — اور پارہ پارہ کر میرے دشمنوں کو اور فنا کر دے۔

(سرّ الخلافہ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

در مہم باش یار و یاورے!

(اے خدا میرے کاموں میں میرا دوست اور میرا مددگار بن جا)

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم — ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے

ہم تو سب پیغمبروں کے غلام ہیں۔ — اور خاک کی طرح اُن کے دروازہ پر پڑے ہیں۔

ہر رسولے کو طریقِ حق نمود — جانِ ما قرباں برآں حق پرورے

ہر وہ رسول جس نے خدا کا راستہ دکھایا — ہماری جان اس راستباز پر قربان ہے۔

اے خداوندم بہ خیلِ انبیاء — کش فرستادی بہ فضلِ وافرے

اے میرے خدا اُن انبیاء کے گروہ کے طفیل — جن کو تُو نے بڑے بھاری فضلوں کے ساتھ بھیجا ہے۔

معرفت ہم دہ چو بخشیدی دلم — مے بدہ زاں ساں کہ دادی ساغرے

مجھے بھی معرفت عطا فرما جبکہ تُو نے دل دیا ہے — اور شراب بھی عطا کر جبکہ تُو نے جام دیا ہے۔

اے خداوندم بنامِ مصطفےٰ — کش شدی در ہر مقامے ناصرے

اے میرے خدا۔ مصطفےٰ کے نام پر — جس کا تُو ہر جگہ مددگار رہا ہے۔

دستِ من گیر از رہِ لطف و کرم — در مہم باش یار و یاورے

اپنے لطف و کرم سے میرا ہاتھ پکڑ۔ — اور میرے کاموں میں میرا دوست اور مددگار بن جا۔

تکیہ بر زورِ تو دارم گرچہ من — ہمچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

مَیں تیری قوت پر بھروسہ رکھتا ہوں کیونکہ مَیں خود خاک کی طرح ہوں بلکہ اس سے بھی کمتر۔

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ اوّل)

ہمیشہ اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہو

عسر اور یسر دونوں حالتوں میں اپنے عہد قائم رہنا ضروری ہے

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ انسان اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو۔ بے دلی سے اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ خوشی اور رنج دونوں میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیئے ورنہ ایسے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ ایمان جو انسان کو خدا تعالیٰ کے انعامات کا وارث کرتا اور اس کو مقرب اور نعماءِ الٰہی کا جاذب بناتا ہے وہ وہی ایمان ہوتا ہے جو ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک اور ماسوی اللہ کی خبّیت سے خالی ہو۔ ہمارے ملک میں بھی لوگ کہا کرتے ہیں کہ دو کشتیوں میں پاؤں رکھنے والا انسان کبھی بچ نہیں سکتا۔ اگر دونوں کشتیاں کچھ وقت اکٹھی بھی چلی جائیں تب بھی پانی کی رَو ایک نہ ایک وقت ان کو ضرور علیحدہ کر دے گی اور ان کشتیوں میں پاؤں رکھنے والا انسان غرق ہو کر رہے گا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جو مُنہ سے تو اس کے ساتھ اپنی محبت کا دعویٰ کرتے ہوں اور عملی طور پر رات دن وہ دنیا پر گرے رہتے ہوں اور خدائی احکام کو پسِ پشت ڈال رہے ہوں۔

جب ترکوں نے بغداد پر حملہ کیا تو اٹھارہ لاکھ آدمی انہوں نے قتل کر دیا تھا۔ ایسی تباہی اور بربادی کے وقت کچھ لوگ ایک بزرگ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ آپ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس تباہی سے بچا لے۔ انہوں نے کہا کہ میں کیا دُعا کروں میں تو جب بھی ہاتھ اُٹھاتا ہوں مجھے آسمان سے ملائکہ کی یہ آواز سُنائی دیتی ہے کہ یَا اَیُّھَا الْکُفَّارُ اُقْتُلُوا الْفُجَّارَ۔ یعنی اے کافرو اِن فاجر مسلمانوں کو خوب مارو۔ حالانکہ بظاہر ان میں سے ایک فریق جو مارا جا رہا تھا خدا اور اُس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا تھا اور دوسرا فریق دین سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔ مگر چونکہ مسلمان کہلانے والوں نے مذہب کو صرف نام کے طور پر قبول کیا تھا اور اپنے قلوب میں انہوں نے کوئی تغیّر پیدا نہیں کیا تھا اس لئے ان پر عذاب آگیا۔

پس انسان کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اپنے ایمان کا جائزہ لیتا رہے اور دیکھتا رہے کہ اس کا خدا تعالیٰ

کے ساتھ کیسا تعلق ہے اور آیا عُسر اور یُسر دونوں حالتوں میں وہ وفادار رہا کہ ساتھ اپنے عہد پر قائم ہے یا نہیں۔ اگر انعام کے وقت وہ خدا تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور مصیبت کے وقت یہ کہنا شروع کر دیتا ہے کہ خدا نے پہلا مجھ پر کونسا احسان کیا تھا جو یہ مصیبت بھی بھیج دی، تو صاف پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کا ایمان محض دعویٰ تھا۔ کامل الایمان وہی شخص کہلا سکتا ہے جو ہر ابتلاء اور مصیبت میں ثابت قدم رہتا ہے بلکہ مصائب کے آنے پر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اور زیادہ جھک جاتا ہے اور اپنے اندر پہلے سے بھی زیادہ عجز اور انکسار پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں ہر حالت میں خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط رکھنا چاہیئے اور کسی مصیبت میں بھی اُس سے اپنا تعلق قطع نہیں کرنا چاہیئے۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک بدوی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ مگر چند دنوں کے بعد ہی اُسے بخار ہو گیا۔ اس پر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنی بیعت واپس لیتا ہوں کیونکہ مجھے تپ آنے لگا ہے (بخاری جلد ۴ صہ ۱۶۷ مطبوعہ عثمانیہ مصریہ) مگر اس کے مقابلے میں ایسے بھی لوگ تھے جنہوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عہد انہوں نے کیا تھا اس میں کوئی رخنہ واقع نہ ہونے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سچے تعلق اور اخلاص کا پتہ اُسی وقت لگتا ہے جب انسان پر کوئی ابتلاء آتا ہے ورنہ آرام اور آسائش کی حالت میں تو کمزور ایمان والے بھی بڑی عقیدت اور تعلق کا اظہار کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی یہ کیفیت بیان فرمائی ہے کہ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا (بقرہ ع ۲) کہ جب کبھی بجلی اُن کے لئے روشنی پیدا کر دیتی ہے تو وہ اُس میں چلنے لگتے ہیں اور جب اندھیرا کر دیتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یعنی امن کے دن ہوں تو مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں لیکن مشکلات کا وقت آئے تو الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسا ایمان انسان کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ اِس آیت میں یہی بتایا گیا ہے کہ جس شخص کا تعلق خدا تعالیٰ سے ایسا کمزور ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل صہ ۱۷-۱۸)

تربیتِ اولاد کے بنیادی اصول

(مکرم محمد اسحاق صاحب عابد منتظم عمومی مجلس انصار اللہ کوئٹہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے قانونِ قدرت کے ماتحت اِس دُنیا میں بعض اشیاء ایسی تخلیق فرمائی ہیں کہ جو تیزی سے تغیّر پذیر ہوتی ہیں اور بعض اشیاء ایسی پیدا کی ہیں جن میں تغیّر ہوتا تو ہے مگر وہ اسقدر خفیف اور نامعلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں اور کروڑوں سال کے بعد اُن کا متغیّر ہونا محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اِس لحاظ سے مؤخر الذکر اشیاء کو غیر تغیّر پذیر کہا جا سکتا ہے۔ اِس قسم کی اشیاء یا بالفاظِ دیگر اِس قسم کی مخلوق میں اللہ تعالیٰ نے افزائشِ نسل کا انتظام نہیں فرمایا۔ مثلاً چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ ہیں۔ یہ مخلوق بظاہر تغیّر پذیر نہیں اور اُن کی آئندہ نسل بھی نہیں ہوتی اور نہ ہی اِس کی کوئی ضرورت ہے۔ مگر اوّل الذکر قسم کی مخلوق جو جلد جلد تغیّر پذیر ہوتی ہے وہ جلد جلد فنا بھی ہوتی رہتی ہے۔ اِس مخلوق کی بقاء یا تسلسل کے لئے اللہ تعالیٰ نے افزائشِ نسل کا انتظام فرمایا ہے اور اِس قسم کی مخلوق کی بہترین مثال انسان ہے۔ ایک انسان پیدا ہوتا ہے، اپنی زندگی میں اچھے یا بُرے اعمال کرتا ہے، سوشل زندگی گزارتا ہے، شادی کرتا ہے جس کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہوتی ہے اور وہ خود اپنی عمر دُنیا میں گزار کر موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے اور دُنیا میں اپنے کچھ جانشین چھوڑ جاتا ہے۔ اب کہ وہ جانشین کس قسم کے ہونے چاہئیں اِس امر کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ میں فرمایا کہ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ کہ جنّ و انس کی پیدائش کی غرض اِس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ میری عبادت کریں۔ گویا کہ ہر نئے پیدا ہونے والے بچّے کے لئے اِس کا لائحۂ عمل خدا تعالیٰ نے اس کی پیدائش سے قبل ہی مقرر فرما دیا ہوا ہے۔ اب ضرورت صرف اِس امر کی رہ جاتی ہے کہ اُس بچّے کی اس کی منزلِ مقصود کی طرف راہنمائی کس طرح کی جائے اور یہی وہ امر ہے جس کو "تربیت" کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

انسانی پیدائش کی یہ غرض تو خالقِ حقیقی نے اپنے اور اپنے بندے کے تعلق میں بیان فرما دی مگر اس کے ساتھ ہی اولاد کے بارہ میں اپنے بندوں کے جذبات کی بھی ترجمانی فرما دی اور فرمایا!

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ○ (پارہ ۱۹ رکوع ۴) کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ یعنی خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں وہ عبادت گزار بندے ہوں اور والدین کے تعلق میں وہ اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور متقی ہوں۔ اِس طرح پر اللہ تعالیٰ نے انسانی تعلقات کے لئے بھی خود ہی منزلِ مقصود مقرر فرمائی مگر یہ منزل "عبادت" کی منزل کے لئے ایک سیڑھی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اِس لئے یہ بھی حقیقت میں "عبادت" کا ہی ایک حصہ ہے۔

تربیتِ اولاد کے موضوع پر کچھ بیان کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ ہم تربیتِ اولاد کے فلسفہ کو اسلامی تعلیم کے نظریہ کے مطابق سمجھ لیں اور اس کے بعد ہی ہم کوئی یقینی لائحہ عمل اِس بارہ میں قائم کر سکتے ہیں جس سے پتہ چلے کہ ہمیں تربیتِ اولاد کے لئے کیا ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ اور پھر اس کے بعد ہم یہ اندازہ بھی کر سکتے ہیں کہ ان ذرائع کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں کیا نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

اسلامی تعلیم کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ تعلیم اگر ایک طرف بُرائی کو جڑ سے کاٹتی ہے تو دوسری طرف نیکیوں کی تحریک کو بھی بالکل ابتدائی مدارج سے شروع کرتی ہے یعنی نیکیوں کو بھی جڑ سے شروع کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اور یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ نیک تحریکیں بھی آہستہ آہستہ انسانی عادات میں جڑ پکڑتی ہیں اور بُری تحریکیں بھی۔ اِس لئے قبل اس کے کہ بدی کا کوئی بیج انسانی فطرت میں داخل ہو یہ ضروری ہے کہ نیکی کی تحریکات انسان کے دل اور دماغ میں اچھی طرح جڑ پکڑ لیں کیونکہ کسی انسان کی فطرت میں یا تو نیکی ہو گی یا بدی ہو گی۔ نیک فطرت اور بد فطرت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اِسی اصول کے پیشِ نظر اسلام نے حکم دیا کہ بچے کی پیدائش کے وقت اُس کو اذان اور اقامت سُنائی جائے۔ یعنی اسلام نے اِس امر کو تسلیم کیا کہ بچے کی تربیت، اس کی پیدائش کے وقت سے ہی شروع ہونی چاہیئے۔ ایک نوزائیدہ بچہ کے متعلق یہ قیاس کرنا کہ وہ کوئی بات سمجھ نہیں سکتا ایک بالکل غلط خیال ہے کیونکہ ایسا خیال کرنے سے اسلامی تعلیم کا ایک حکم بے فائدہ کہلائے گا۔ حقیقت یہی ہے کہ بچے کے کان میں اذان اور اقامت کہنے کے وقت سے ہی اس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے۔

بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قرآن مجید سے عشق کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں نے قرآن مجید اپنی ماں کے پیٹ میں سُنا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ

کثرت سے تلاوتِ قرآن مجید فرماتی تھیں۔ اس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ بچے میں سُننے اور سمجھنے کی طاقت بالکل ابتداء سے ہی ہوتی ہے گو اس کے آثار چند ماہ بعد ظاہر ہونے شروع ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ پیدائش کے وقت سے ہی بچہ کی تربیت کی طرف توجہ دی جائے۔

بچے کی پیدائش پر جو کلمات اس کے کانوں میں ڈالے جاتے ہیں وہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ان میں انسان کی فعال زندگی کے متعلق تمام اسلامی تعلیم کا نچوڑ پایا جاتا ہے۔ اس حکم سے کم از کم چھ اصول مستنبط ہوتے ہیں:۔

(۱) اوّل یہ کہ بچے کی پیدائش پر فوراً اُسے توحید اور رسالت سے واقف کر دیا جائے۔

(۲) دوسرے یہ وہ کلمات ہیں جو مسلمانوں کو نماز با جماعت کے لئے بُلانے کی غرض سے کہے جاتے ہیں۔ گویا کہ بچے کے لئے یہ پیغام ہوتا ہے کہ دُنیا میں اُس کی انفرادی حیثیت ہی نہیں ہے بلکہ ایک قوم اور جماعت کے فرد کی حیثیت سے اُسے زندگی گزارنا ہوگی۔

(۳) تیسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور رسالت کے احکام ایک مثبت حیثیت رکھتے ہیں اور مثبت امور کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ان کا اظہار کیا جاوے اور ان کا تعارف کرایا جائے۔ اس کے برعکس منفی امور کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔ کیونکہ مثبت امور بیان نہ کرنے سے اُن کی حیثیت بھی منفی امور کے برابر ہو جاتی ہے جو کہ کسی صورت میں واجب نہیں۔

(۴) چوتھا اصول یہ ہے کہ بچے کو ابتداء میں ہی اذان اور اقامت سُنا کر والدین یہ ذمہ داری قبول کرتے ہیں کہ وہ آئندہ بچے کی تربیت اذان اور اقامت کے اصولوں پر کریں گے بصورتِ دیگر اذان اور اقامت سُنانا ایک فعلِ عبث قرار پاتا ہے۔

(۵) پانچواں اصول یہ ہے کہ بچے کو اذان اور اقامت سُنا کر والدین خود اِس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اپنی زندگیاں اِن امور کے مطابق بسر کریں گے جن کی تلقین وہ ایک نوزائیدہ بچے کو کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ بچوں کو نصیحت کرنے سے خوشکن نتائج کی توقع اسی صورت میں کی جاسکتی ہے جب کہ ناصح خود عملی نمونہ پیش کرے۔

(۶) چھٹا اصول یہ ہے کہ اولاد کی تربیت کے لئے خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے استعمال کرنے چاہئیں تب ہی ان میں برکت اور کامیابی ہو سکتی ہے۔

بیان کردہ اِن چھ اصولوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ہم بچوں کی تربیت کو ایک معین صورت دے سکتے ہیں۔ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ تربیت ہمیشہ کسی ایک خاص مقصد کو مدّ نظر رکھ کر ہی

کی بات ہی ہے کیونکہ تربیت بذاتِ خود کوئی مقصود نہیں بلکہ کسی مقصود کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس ضمن میں ہم فوجی تربیت کو دیکھتے ہیں کہ ایک سپاہی کو ایک خاص طرز کی تربیت دی جاتی ہے مگر اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ وہ چُستی کے ساتھ لفٹ رائٹ کرنا سیکھ لے بلکہ اصل غرض اُسے ملک کے دفاع کے لئے تیار کرنا ہوتا ہے۔ اور پریڈ کرنا، رائفل وغیرہ چلانا ملکی دفاع کے لئے مختلف منازل کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ منزلِ مقصود کی حیثیت۔

تربیت کے بارہ میں قرآن مجید نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے چنانچہ تین انبیاء کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کو نصائح فرمائیں:۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تاکید فرمائی کہ تم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے پورے پورے تابعدار رہنا۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۳۳)

(۲) حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ایک ہی معبود ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۳۴)

یہ سوال بھی اصل میں نصیحت کا ہی رنگ رکھتا ہے۔

(۳) حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصائح فرمائیں کہ:۔

(i) اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو مت قرار دے اور شرک کے معاملہ میں تعاون نہ (کر)

(ii) دنیوی معاملات میں لوگوں کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھ۔

(iii) نماز کو قائم رکھ۔

(iv) معروف باتوں کا حکم دیتا رہ۔

(v) ناپسندیدہ باتوں سے روکتا رہ۔

(vi) صبر سے کام لے۔

(vii) اپنے گال غصہ سے مت پھلا۔

(viii) زمین پر تکبر سے مت چل۔

(ix) رفتار میں میانہ روی اختیار کر۔

(x) اپنی آواز کو دھیما رکھ۔

ان نصائح سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام گو خود اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور راستی حاصل کرتے ہیں اور روحانیت کے اعلیٰ مقام پر ہوتے ہیں اور ان کے رُوحانی پرتو سے دوسرے لوگ بھی ایک

نور حاصل کرتے ہیں مگر اس کے باوجود انبیاء بھی اپنی اولاد کی تربیت سے بے نیاز نہیں ہوتے اور ان کی اولاد گو وہ ایک نبی کے زیر نگرانی اور زیر اثر ہوتی ہے مگر پھر بھی اُس کو تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تربیتِ اولاد ایک نہایت ہی اہم فریضہ ہے جس کی کما حقہٗ ادائیگی اللہ تعالیٰ نے والدین پر عائد کی ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں اور انبیاء علیہم السلام نے اپنی اولاد کو جو نصائح فرمائیں اُن کی روشنی میں تربیتِ اولاد کے بارہ میں جو امور خصوصیت کے ساتھ ہمارے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) تربیت اس امر کا تقاضہ کرتی ہے کہ کوئی بات کسی بچہ پر یک لخت نہیں ٹھونسی جا سکتی بلکہ اُس کا دماغ آہستہ آہستہ کسی بات کے اثر کو قبول کرتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ نیک تحریکات اس کے سامنے بچپن سے ہی پیش کی جاویں اور بُری باتوں سے بھی ابتداء میں ہی روکا جاوے۔ یہ خیال کرنا کہ ابھی نادان ہے بہت خطرناک غلطی ہوگی۔ بچہ باہر سے گالیاں سُن کر آتا ہے اور گھر میں ان کو دُہراتا ہے۔ بعض والدین اُس کی اس حرکت سے خوش ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ ایسی حرکات کو بار بار دُہراتا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ وہ اُس کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے اس لئے یہ ہرگز خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ بڑا ہو کر ٹھیک ہو جائے گا۔ حالانکہ بڑا ہو کر تو وہ وہی کرے گا جس کی اُس کو بچپن میں عادت ہو گئی ہو۔

(۲) والدین کو اپنے عملی نمونہ سے اپنی اولاد کی تربیت کرنی چاہیئے کیونکہ قول کے مقابلہ میں فعل زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ جس بات کی ہم کسی بچہ کو نصیحت کرتے ہیں ہمارا فعل بھی اُس کے مطابق ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو بچہ اس خیال میں پختہ ہو جائے گا کہ نصیحت صرف کہنے کے لئے ہوتی ہے عمل کے لئے نہیں ہوتی۔

(۳) عبادت کی طرف مائل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عمر بن شعیب نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جاویں تو نماز نہ پڑھنے پر سختی کرو۔

(۴) اپنے آپ کو دوسروں سے برتر خیال نہ کرنا چاہیئے۔ برتری کے اظہار کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً حقارت سے بولنا، دولت پر گھمنڈ کرنا، کسی مجلس میں اپنے آپ کو دوسروں سے الگ رکھنا، شان و شوکت کی زندگی گزارنا وغیرہ وغیرہ۔ ان کمزوریوں سے بچنے کے لئے سب سے

پہلے تو اللہ تعالیٰ نے نماز با جماعت کا حکم دیا۔ جو شخص صحیح معنوں میں نماز با جماعت ادا کرتا ہے وہ ہرگز تکبّر کا شکار نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک کمزور اور غریب بھائی کے ساتھ نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے، رکوع کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے۔ جب کسی شخص نے ہاتھ باندھے، رکوع کیا اور سجدہ کیا تو پھر تکبّر کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔

(۵) بچوں کو ہمیشہ سادہ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ سادہ زندگی ہی سے تکبّر کے خیال کو کچلا جا سکتا ہے۔

بچوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنا چاہیئے۔ اس کے مختلف فوائد ہیں مثلاً کام کرنے سے عملی تجربہ بڑھتا ہے۔ جو لوگ خود کام کرنے کے عادی نہیں ہوتے وہ چھوٹی سے چھوٹی تکلیف کے وقت دوسروں کے محتاج ہو جاتے ہیں اور دوسروں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔

(۶) ایک ضروری پہلو تربیتِ اولاد کا یہ ہے کہ اس امر کی نگرانی کی جاوے کہ بچہ کس قسم کی سوسائٹی اختیار کرتا ہے کیونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ "کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (پارہ۱۱ رکوع۴) کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ راستبازوں کی صحبت میں رہ کر انسان راستبازی سیکھتا ہے اور جو شخص بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے اُس میں بدی اثر کر جاتی ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ ایک نادان بچہ ایک انگارے کو خوبصورت سمجھ کر جب اُس کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے تو ہم اُس کو بزور روک دیتے ہیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ اس کا ہاتھ جلے مگر اپنے بچوں کو ہم بدصحبت سے نہیں روکتے جو اُس کی رُوحانیت کو جلا کر خاک کر سکتی ہے —— پس یہ ضروری ہے کہ بچہ کی سوسائٹی کی نگرانی کی جاوے بلکہ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ والدین خود اس کے لئے دوست منتخب کریں۔

اولاد کی نگرانی کے بارہ میں جو ذمہ داری والدین پر ڈالی گئی ہے اُس کی اہمیت ایک حدیث سے ظاہر ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے، اس سے اپنی رعایا کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے۔ عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کی اور اس کی اولاد کی نگران ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور

ہر ایک سے اُس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنی ذمہ داری کو کس طرح نبھایا۔

(۷) آجکل عام رواج ہے کہ بچوں کو جیب خرچ دیا جاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ جیب خرچ کے معاملہ میں بچے کو کلیۃً آزاد نہ چھوڑا جائے ورنہ اس میں فضول خرچی کی بُری عادت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ آئندہ چل کر فضول خرچی کی وجہ سے بہت سی بدعادات بچوں میں پیدا ہو سکتی ہیں اس لئے بچوں کو جیب خرچ ضرورت سے زیادہ ہرگز نہیں دینا چاہیئے۔ نیز بچوں کو تحریک کرتے رہنا چاہیئے کہ وہ اپنے جیب خرچ کا ایک حصہ مالی قربانی اور انسانی بہبود کے لئے وقف کریں۔ اس کے لئے یہ ذہن نشین کرانا ضروری ہے کہ وہ اپنی دولت کو اپنی ذاتی ملکیت نہ تصور کریں حقیقت یہ ہے کہ دُنیا میں کسی شخص کی کوئی آمدنی یا دولت ذاتی نہیں کہلا سکتی بلکہ دُنیا میں تمام امور ایک دوسرے کے تعاون سے ہی چل سکتے ہیں۔ اس طرح سے بچوں میں خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے۔

(۸) تربیت میں نرمی اور محبت کا پہلو عام طور پر غالب رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی ربوبیت کا ذکر قرآن مجید میں فرمانے سے قبل اپنی رحمانیت اور رحیمیت کا ذکر فرمایا ہے انبیاء علیہم السلام بھی اپنا پیغام نہایت محبت اور ملائمت سے پیش فرماتے ہیں۔ محبت میں ایک کشش ہوتی ہے اور یہ کشش تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے۔

(۹) بچوں میں سے بعض کے ساتھ ترجیحی سلوک نہیں کرنا چاہیئے۔ ترجیحی سلوک کے نتیجہ میں جن کے ساتھ ترجیحی سلوک ہوتا ہے وہ اکثر خودسر ہو جاتے ہیں اور اپنے دوسرے بہن بھائیوں کو اپنے سے کم تر خیال کرتے ہیں اور جن کے خلاف ترجیحی سلوک ہوتا ہے اُن کے دلوں میں جلن اور حسد پیدا ہوتا ہے اور یہ دونوں صورتیں تربیت کی رُوح کے منافی ہیں۔

(۱۰) سب سے آخر میں تربیت کے اس اصول کا ذکر کرتا ہوں جو مندرجہ بالا تمام اصولوں سے بالا اور ارفع ہے اور وہ "دعا" ہے۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ محض اپنی تدبیر سے وہ اولاد کی نیک تربیت کر سکتا ہے وہ سخت غلطی خوردہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بدمزاج اور مارنے والا شخص گویا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار سمجھتا ہے۔ کاش دعائیں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دُعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں اس لئے کہ والدین کی دُعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔ پھر حضور نے فرمایا میری تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم متقی ہوں اور ہم متقیوں کے امام ہوں۔ آمین +

موجودہ دور میں ہماری ذمہ داریاں

(مرتبہ: مکرم ملک غلام احمد صاحب ایڈووکیٹ ساہیوال)

موجودہ دور میں جماعت احمدیہ کے افراد ہونے کی حیثیت میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ یہ ذمہ داریاں وہ فرائض ہیں جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقرر فرمائے ہیں۔ میں زیادہ تر حضور علیہ السلام کے الفاظ ہی میں ان فرائض کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔ تمہیدی حصہ اور کہیں کہیں میرے چند فقروں کے سوا اکثر و بیشتر عبارت حضور علیہ السلام ہی کی ہوگی۔ میں نے حضور کی مختلف تحریرات کو جوڑ کر اُن میں تسلسل قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔

فرائض کے بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تمہید کے طور پر موجودہ دور کا سرسری سا نقشہ پیش کیا جائے۔ ہم سب اچھی طرح محسوس کرتے ہوں گے کہ آج دُنیا جس دَور میں سے گزر رہی ہے اس میں اگر ضرورت نہیں سمجھی جاتی تو اصلاح بین الناس کی۔ توجہ نہیں دی جاتی تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حکم کے بارہ میں۔ لاپرواہی برتی جاتی ہے تو رشتہ داروں سے حسن سلوک میں۔ غرباء کی دیکھ بھال میں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے میں۔ اور اگر کوئی چیز نایاب ہے تو امانت۔ ایثار۔ توکل۔ تواضع۔ حسن ظن۔ صداقت۔ شکر۔ عفو اور صبر۔ عدل و احسان۔ ایفاءِ عہد۔ مہمان نوازی۔ پاکدامنی۔ غضِ بصر۔ تعاون باہمی۔ صلہ رحمی۔ والدین سے حسن سلوک، ان کی اطاعت وغیرہ۔ بہت کم ہیں جو نیکیوں میں سبقت لیجانے کی کوشش کرتے ہیں اور ہمسایہ یا ماتحتوں سے حسن سلوک کرتے ہیں یا غصہ پر قابو رکھتے ہیں یا باطنی صفائی کا خیال رکھتے ہیں۔ اس کے بالمقابل دنیا میں بالعموم اگر دَور دَورہ ہے تو بخل کا۔ بدگمانی کا۔ عیب جوئی کا۔ حسد کا۔ جھوٹ کا۔ غیبت کا۔ بدظنی کا۔ مایوسی کا۔ خیانت کا۔ فضول خرچی کا۔ تحقیر و تمسخر کا۔ رشوت کا۔ زنا کا۔ بدرسومات کی پابندی کا اور بغیر علم کے کسی بات کے کرنے کا۔ آنکھوں کی خیانت کا۔ چوری اور لوگوں کے بُرے نام رکھنے کا اور لغو باتوں کا۔ بلاوجہ غیروں کی نقل کرنے کا۔ مکر و فریب کا۔ یہ انہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے لئے اندرونی اور بیرونی مشکلات اور آفات جو اس دَور میں جمع ہوگئی ہیں ان کی نظیر کسی بھی پہلے زمانہ میں نہیں ملتی۔ کیا کبھی پہلے بھی ایسی اندرونی اور بیرونی آفتیں اسلام پر آئی تھیں۔ اندرونی طور پر بہت سی بدعتیں اور شرک سچی توحید

کی بجائے پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی جگہ چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی بجائے خود ایک شریعت ہو گئی ہے۔ طرح طرح کے وظائف اور وِرد ہیں جنہیں فرض عبادت کی بجائے اختیار کر لیا گیا ہے۔ وہ تقویٰ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشاء اور مقصود تھا اور جسے عام کرنے کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کے مصائب برداشت کئے آج مفقود نظر آتی ہے۔

الحمد للہ کہ عین وقت پر اس اُمتِ مرحومہ کو خدا تعالیٰ نے یاد فرمایا اور ایسے دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں تجدیدِ دین کے لئے ایک عظیم الشان انسان کو مامور کیا تاکہ وہ احیاءِ دین اور قیامِ شریعت کی ضرورت کو پورا کرے۔ چنانچہ اس مامورِ زمانہ نے اسلام کی بے مثال و لازوال تعلیم کو پھر سے ایک بلند مینار کی صورت میں قائم کر دیا۔ ہمیں ایک پیارے اور قیمتی خزانہ کی خبر دی۔ اُس کو ایک چمکتا ہوا ہیرا اِس کان سے ملا اور اس نے تمام بنی نوع کو اس کی اطلاع دی۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا! یہی وہ زندہ خدا ہے جو ہماری زندگیوں کا مقصود اور ہماری محنتوں کا ماحصل ہے۔ اور اسی سچے خدا کو پانے اور اس سے تعلق قائم کرنے کی خاطر ہم نے اس عظیم الشان مامور کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بیعت کیا ہے؟ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ضرورۃ الامام صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں:۔

"رہی حقیقت بیعت کی سو وہ یہ ہے کہ بیعت کا لفظ بیع سے مشتق ہے اور بیع اُس باہمی رضامندی کے معاملہ کو کہتے ہیں جس میں ایک چیز دوسری چیز کے عوض دی جاتی ہے۔ سو بیعت سے غرض یہ ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ اِس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض وہ معارفِ حقہ اور برکاتِ کاملہ حاصل کرے جو موجبِ معفرت اور نجات اور رضامندی باری تعالیٰ ہوں۔"

پھر ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۳۴۹ میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔"

(۱) پس اس دور میں احباب جماعت پر نہایت اہم اور نازک ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ وہ اس زمانہ میں مظہرِ خدا بن کر زندہ خدا کے وجود کی شہادت اپنے وجودوں میں پیش کریں اور دہریت اور مادیت کے اُس اژدہا کا جو ایمانوں کو کھا رہا ہے اور جس کی خطرناک گرفت آئندہ نسلوں تک پہنچ رہی ہے سر کچل دیں۔

(۲) اس عظیم الشان مقصد کے حصول کے لئے ہمارا بنیادی فرض یہ ہے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائیں شرک سے مجتنب رہنے کا عہد کریں اور اسے کماحقہٗ نبھائیں شرک کی کئی اقسام ہیں، ایک تو وہ موٹا اور صریح شرک ہے جس میں ہندو، عیسائی اور دوسرے بُت پرست لوگ گرفتار ہیں۔ اگرچہ یہ شرک ابھی تک دُنیا میں موجود ہے لیکن چونکہ یہ عقلی علوم کی حکمرانی کا زمانہ ہے اس لئے عقلیں اس قسم کے شرک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئی ہیں۔ مگر ایک اور قسم کا شرک ہے جو مخفی طور پر زہر کی طرح اثر کر رہا ہے اور وہ اس زمانہ میں بہت بڑھتا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا پر بھروسہ اور اعتماد بالکل نہیں یا انسان جب حد سے تجاوز کر کے اسباب پر ہی پورا بھروسہ کرے اور سارا دارومدار اسباب ہی پر جا ٹھہرے تو یہ وہ شرک ہے جو انسان کو اس کے اصل مقصد سے دُور پھینک دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ جائیداد، اسباب اور احباب پر اس قدر بھروسہ کیا جائے کہ خدا تعالیٰ سے بکلی دُور جا پڑے، یہ خطرناک شرک ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔ قرآن کریم اس قسم کی آیات سے پُر ہے کہ خدا تعالیٰ متقیوں کا متکفل اور متولی ہوتا ہے۔

جب انسان اسباب پر تکیہ اور بھروسہ کرتا ہے تو گویا خدا تعالیٰ کی صفات میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتا ہے اور ایک اور خدا اپنے لئے اسباب کا تجویز کرتا ہے، یہ شرک ہے۔" رعایتِ اسباب کی جائے مگر اسباب کو خدا نہ بنایا جائے۔ ایک حالت توحید کی یہ ہے کہ انسان پتھروں یا انسانوں یا کسی اور چیز کو خدا نہ بنائے بلکہ ان کو خدا بنانے سے بیزاری اور نفرت کرے اور دوسری حالت یہ ہے کہ رعایتِ اسباب سے نہ گزرے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ اپنے نفس اور وجود کے اغراض کو بھی درمیان سے اُٹھایا جائے اور اُس کی نفی کی جائے۔ بعض اوقات انسان کے زیرِ نظر اپنی خوبی اور طاقت بھی ہوتی ہے اور وہ اپنی طاقت یا خوبی پر بھروسہ کرتا ہے، ان کی بھی نفی کرنی

چاہیئے کیونکہ انسان اپنی کوشش سے کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ یہی حکمت تھی کہ توحید سکھلانے کے لئے رسول بھیجے گئے اور انسانوں کو محض عقل پر نہیں چھوڑا گیا تاکہ توحید خالص رہے اور انسانی عُجب کا شرک اس میں شامل نہ ہوجائے۔ اسی وجہ سے فلسفۂ ضالّہ کو توحید خالص نصیب نہیں ہوئی کیونکہ وہ رعونت اور تکبّر اور عُجب میں گرفتار رہے اور توحیدِ خالص نیستی کو چاہتی ہے۔ سونے، چاندی، پتھر، پیتل کا بُت ہی صرف بُت نہیں بلکہ ہر ایک قول، چیز یا فعل جس کو وہ عظمت دی جائے جو خدا تعالیٰ کا حق ہے تو وہ بھی بُت ہے اور ایک نیا خدا۔ حقیقی خدا کیا ہے سہ

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

(۳) پھر جھوٹ کو قرآن کریم میں نجاست اور رجس قرار دیا گیا ہے۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت اور ان کو خدا کے دشمن اور شیطان کے مصاحب ٹھہرایا ہے اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ جھوٹ نہ بولو بلکہ جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو۔ اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "تمہاری کلام میں محض صدق ہو، ٹھٹھے کے طور پر بھی اس میں جھوٹ نہ ہو۔ کیونکہ سچائی انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔" پس ایک عظیم فرض ہمارا یہ ٹھہرا کہ ہم کلّی طور پر جھوٹ سے اجتناب کریں اور بیزار رہیں۔ جھوٹ برص کے داغ کی طرح تمام اعمال کو داغدار کردیتا ہے۔

(۴) ایک اہم فرض وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ میں بیان کیا گیا ہے ہمیں اپنے تئیں نفسانی جذبات اور شہواتِ ممنوعہ سے بچانا ہوگا۔ بخیل سے بخیل انسان بھی شہواتِ نفسانیہ کے شیطان کے سامنے بے بس ہوجاتا ہے۔ یہ قوتِ ایمانی ہی ہے جو اس کا مقابلہ کرتی ہے اور اُس طوفان سے جو نوح کے طوفان کے مشابہ ہے صرف خدا کا رحم ہی کشتی کو بچا سکتا ہے۔ ہم کس طرح جذبات کے الاؤ سے بچ کر امن کے قلعہ میں محفوظ ہوسکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے پاک دامنی کی دولت کو حاصل کرنے کے لئے پانچ گُر بتائے ہیں۔ یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا۔ کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا۔ نامحرموں کے قصے نہ سُننا اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا۔ یہ وہ پانچ سوراخ ہیں

جو جذبات کی حدت اور تیزی کو اعتدال پر لے آتے ہیں۔ صحیح اسلامی پردہ اس کی ایک اہم کڑی ہے۔

(۵) اگلا فرض یہ ہے کہ ظلم اور فتنہ وفساد کا خیال بھی ہمیں دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ نہ ہی ان کی حوصلہ افزائی کرنی ہوگی اور اپنے نفس کے لئے خدا تعالیٰ کے حکم کو ٹالنا بھی فرائض میں کوتاہی ہوگی۔ پھر یہ فرض احباب جماعت کا موجودہ دور میں اور بھی ضروری ہے کہ بلاناغہ نماز پنج وقتہ بمطابق حکم خدا اور رسول ادا کرنا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرنا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنانا ہے۔ یاد رہے اصل نماز حضور قلب سے اور تمام ارکان کو سنوار کر ادا کرنے کا نام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"نماز کیا چیز ہے؟ وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس، استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔" محض رسم کے طور پر صرف عربی کے الفاظ کے پابند نہ رہو۔ جب تم نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور بجز اُن ادعیہ کے جو رسولؐ کا کلام ہیں باقی اپنی تمام دعاؤں کو اپنی زبان ہی کے الفاظ میں ادا کیا جانا چاہیئے۔" نماز کی ادائیگی میں اہم فرض یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ میں بیان ہوا ہے۔ اس کی ادائیگی میں ہم سے سُستی اور کاہلی غضب الٰہی کا موجب ہوگی۔ تہجد اُس وقت کی نماز ہے جس کو خدا تعالےٰ نے اپنے فیضان عطا کرنے کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ جب ہر طرف سے فراغت ہو تو زیادہ دل جمعی سے کام ہوتا ہے" رات کو مُردہ کی طرح پڑے رہنے اور سونے سے کیا حاصل راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں مانگو تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دُودھ جو ایک گریہ کو چاہتا ہے آپکو میسر آئے۔ کیونکہ برکت باتیں بنانے سے نہیں بلکہ عمل کرنے سے ملتی ہے۔"

اور درود کے متعلق حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"کوئی نبی بھی محمدؐ کے نام کا مستحق نہ ہو سکا یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا۔ ظلمت کی انتہاء ہو چکی تھی۔ تمام انبیاء جو اس وقت

تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے مل کر بھی وہ کام اصلاح کا جو آنحضرت ؐ نے کیا نہ کر سکتے تھے۔ یہی تو وہ بات تھی کہ آپؐ کے لئے خصوصاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ یہی وجود گم شدہ توحید کو دوبارہ لانے والا وجود ہے اور یہ سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔"

اور پھر کثرت سے استغفار بھی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جب خدا سے طاقت طلب کریں یعنی استغفار کریں تو رُوح القدس کی تائید سے کمزوری دُور ہو سکتی ہے اور گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتے ہیں۔ اور گناہ گار استغفار سے گناہ کے نتائج سے بچ جاتے ہیں۔"
(کشتی نوح ص۴۶)

اس لئے استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھو۔ اسی سے ایمان کی جڑھیں مضبوط ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو ہر وقت یاد کرتے رہنا بھی ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ اس نے محض ربوبیت کے تقاضہ سے ہمیں پیدا کیا اور ہماری ضروریات مہیا کی ہیں۔ موجودہ دَور میں ہر احمدی کا یہ بھی فرض ہے کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اَور طرح سے۔ یہ دراصل اُس عہد ہی کی تجدید ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے لیا اور فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔ شریعت کے دو ہی پہلو اور بڑے حصے ہیں جس کی حفاظت ہر انسان کا فرض ہے۔ ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد۔ یہ کہ تکبر، خیانت، ظلم وغیرہ بدخلقی کسی نوع کی اپنے کسی بھائی سے نہ کی جائے۔ یعنی اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور واقع نہ ہو اور کما حقہ، حقوقِ اخوت کی نگہداشت کی جائے۔ سچا موحد بننے اور اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے دن رات کوشش کرنی چاہیئے۔ آجکل بدظنی بہت بڑھی ہوئی ہے ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر لوگ اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرتے ہیں اور نیک ظن نہیں کرتے۔ اور اپنے بھائی کی طرف وہ وہ عیوب منسوب

کرتے ہیں کہ اگر خود اُن کی طرف وہ عیوب منسوب ہوتے تو اُن کو سخت ناگوار معلوم ہوتا۔ بدظنی سے اُنس اور محبت نہیں بڑھتی اور دوسروں کو نکتہ چینی کا موقع میسر آتا ہے۔ پھر ترکِ شر کے لئے ہمیشہ وہ بات لوگوں کو کہو جو واقعی طور پر نیک ہو۔ مذہبی گفتگو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:۔

"اے میرے دوستو! جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو۔ ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اُسی سنّت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر ایک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دے گا خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سُن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہونے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو، گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو۔ اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو اور یاد رکھو ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو۔ صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذباتِ نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں

دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو۔ ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل، غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ کیونکہ خدا تمہیں دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ بنانا چاہتا ہے۔ ہمارا پانچواں فرض یہ ہے کہ "ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریں۔ اور ہر حالت میں راضی بقضا رہوں اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کو قبول کرنے کیلئے اس کی راہ میں تیار رہیں اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے مُنہ نہ پھیریں بلکہ آگے قدم بڑھائیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ آسمان پر فرشتے بھی ہماری تعریف کریں تو ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ گالیاں سُنو اور شکر کرو۔ ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی وہ آخری جماعت ہو جس کو خدا تعالےٰ آسمان پر ایک لازوال عزت دے گا۔ وہ نیک عمل دکھاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم سمجھو سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ کرام کے تعلقات بھی تو آخر دنیا سے تھے، جائیدادیں تھیں، مالدار تھے مگر ان کی زندگی پر کس قدر انقلاب آیا کہ سب چیزوں سے سب کے سب ایک ہی دفعہ دستبردار ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی ہمارا سب کچھ خدا کے لئے ہے۔ اگر ہم اس قسم کے لوگ ہو جائیں تو کون سی آسمانی برکت اس سے زیادہ ہے۔

صبر بھی ایک عبادت ہے۔ جب دُکھ اور مشکلاتِ فقر و فاقہ، تنگدستی، اموال کی کمی اور نقصانِ جانی، عزیز و اقارب کی جدائی، محنت کے بعد ناکامی ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں تو ایسے موقع پر صبر کے ساتھ برداشت کرنے والے کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ان کو فرماتا ہے کہ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۔ کہ صبر کرنے والوں کو بشارت ہو اور صبر کرنے والوں کو بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں۔ یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے، دوسری عبادت کے واسطے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔

(۶) اگلا اہم فرض ہمارا یہ ہے کہ اتباع رسم اور مطابقتِ ہوا و ہوس سے باز آجائیں اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کریں اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیں۔ اگر ہمیں خدا تعالیٰ کا محبوب بننا ہے تو ایک ہی راہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی راہ ہے دوسری کوئی راہ نہیں جو خدا تک لے جاتی ہو۔ ہم کو رسوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہیں بننا چاہیئے۔ نقل بغیر عقل ہوتی ہے اور وہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے اور صرف بندر کی صفت ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی نقل کرنے والوں کو بندر کہا ہے۔

آجکل لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں۔ کوئی مر جاتا ہے تو قسم قسم کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں۔ شادی ہوتی ہے تو طرح کے مطالبات فریقین کرتے ہیں۔ کہیں جہیز اور کہیں مہر کا مطالبہ ہوتا ہے۔ پھر بارات کے موقع پر عجیب و غریب رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

"رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ آپؐ کی ہتک بھی کی جاتی ہے۔ اور وہ اِس طرح سے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا اور آپؐ کے نمونہ کے خلاف عمل کیا جانا ضروری خیال ہوتا ہے آنے والی نسلیں آپ کے نمونہ سے اپنے لئے لائحہ عمل تیار کریں گی۔ اپنی آئندہ نسلوں پر رحم کرو اور کسی کی ٹھوکر کا موجب نہ ہو۔ بڑا ہی بدبخت ہے وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اُس سے منع کرتا ہے۔ اور خبیث ہے وہ جو خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اس کا وعظ کرتا ہے۔ قرآن پاک کو اپنا پیشوا پکڑو اور قرآن شریف کو ہر حدیث اور ہر قول پر مقدم رکھو کیونکہ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے اور جو قرآن کریم کو ہر حدیث اور ہر قول پر مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔"

بدعات اور رسوم چونکہ مستورات میں زیادہ جلدی پھیل جاتی ہیں اور وہی انکی زیادہ پیروی کرتی ہیں اس لئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مستورات کو خاص طور پر یہ نصائح فرمائی ہیں:-

"ہمارے اِس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مبتلا ہیں۔ وہ تعدّد نکاح کے مسئلہ کو نہایت بُری نظر سے دیکھتی ہیں۔ گویا اس پر ایمان نہیں

رکھتیں۔ اُن کو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے۔"

پھر فرماتے ہیں کہ :۔

"خدا کی شریعت دوا فروش کی دوکان کی مانند ہے۔ پس اگر دوکان ایسی نہیں ہے جس میں سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہیں سکتی ..... اے عورتو! فکر نہ کرو۔ جو تمہیں کتاب ملی ہے وہ انجیل کی طرح انسانی تصرّف کی محتاج نہیں اور اس کتاب میں جیسے مردوں کے حقوق محفوظ ہیں عورتوں کے حقوق بھی محفوظ ہیں ..... اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابلِ برداشت نہیں تو بذریعہ دُعا قضاء وقدر کے قانون سے فائدہ اٹھاؤ۔ کیونکہ قضاء و قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ دنیا اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو اُن کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو تا تم معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض، نماز، زکوٰۃ وغیرہ میں سُستی مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل وجان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصّہ اُن کی عزّت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سو تم اپنی اِس ذمّہ واری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگا دے۔" (کشتی نوح صنا)

مرد بھی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ یہی قرآن کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے کہ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :۔

"روحانی اور جسمانی طور پر نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق

دینے میں جلدی کرتا ہے"۔ (اربعین)

(۷) یہ بھی ہمارے فرائض میں ہے کہ تکبّر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیں اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریں۔ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں ہوگی۔ یہ وہ بلا ہے کہ جو انسان کو دونوں جہان میں رسوا کرتی ہے شیطان بھی موحّد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ سر میں تکبّر تھا مارا گیا اور ہلاک ہوا۔ تکبر خواہ کسی راہ سے آئے نہیں کرنا چاہیئے۔ نہ علم کے لحاظ سے، نہ دولت کے لحاظ سے، نہ وجاہت کے لحاظ سے، نہ ذات اور خاندان اور حسب ونسب کی وجہ سے۔ کیونکہ زیادہ تر تکبر انہی باتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ تکبّر اور شرارت سے ستّر برس کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نہ محض جسم سے راضی ہوتا ہے نہ قول سے۔ اس کی نظر ہمیشہ تقویٰ پر ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگی رکھنے والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ پھر عفو اور درگزر سے کام لو۔ یہی سنّت ہے ؎

لیا ظلم کا عفو سے انتقام

کسی کے گناہ کو بخش دینا ایسے موقع پر جبکہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو، شر پیدا نہ ہوتا ہو، نہایت اچھا فعل ہے مگر عفو اور درگذر کی عادت کو موقعہ اور محل پر استعمال کرنا ضروری ہے۔

(۸) ایک فرض احباب کا یہ ہے کہ وہ دین اور دین کی عزّت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے عزیز تر سمجھیں گے ہمیں دین کو ہر حالت میں دنیا سے مقدم رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا چند روزہ ہے۔ دنیا پرستی بھی ایک بُت ہے جو ہر وقت انسان کی بغل میں ہوتا ہے۔ قدم قدم پر اس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ پھر اسلام اب نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور دشمنانِ دین اس کا چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تین ہزار سے زیادہ اعتراضات اسلام کے روشن چہرہ پر کئے گئے ہیں ؎

بیکسے شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست

ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

ان حالات میں مالی جہاد میں اموالِ مرغوبہ میں سے کچھ دینا بڑی قربانی نہیں نہ کوئی کمال ہے

کمال تو یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے بکلی دست بردار ہو جائے اور سمجھے کہ جو کچھ اُس کا ہے اُس کا نہیں بلکہ خدا کا ہے۔ مال تو کیا اگر جان بھی دی جائے تو کیا ہے ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا　　　(غالب)

(۹) ایک فرض یہ ہے کہ ہم عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیں اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ ایک بھائی کی تکلیف اور اس کی مصیبت میں اُس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اگر اور کچھ نہ کر سکیں تو دُعا ہی کم از کم کریں اس پر تو کچھ بھی خرچ نہیں آتا۔ اپنے تو درکنار حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو غیروں سے بھی ہمدردی کی تعلیم دیتے ہیں مشکلات کے وقت اپنے مال، وقت اور اپنی طاقت کو جو دوسروں کے لئے خرچ نہیں کرتا وہ خود غرض اور بخیل ہے ہمسایہ کی خبر گیری کی تو یہاں تک تاکید ہوئی کہ نبی کریمؐ نے خیال فرمایا کہ شاید ہمسایہ کو وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔ بنی نوع انسان سے نیک معاملہ موجب نجات بنتا ہے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ کبھی دُنیا میں علم صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی عمل صحیح سے۔ کبھی قول صحیح سے اور کبھی فعل صحیح سے اور کبھی نوعِ انسان سے معاملہ پاک، موجب نجات ہو جاتا ہے اور کبھی ایک درد دوسری دردوں کے لئے کفارہ ہو جاتی ہے۔ اور اپنے دشمن سے بھی وہ معاملہ نہ کرو جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ (پیغام صلح صلا) اس لئے اپنی ہمدردی کا دائرہ وسیع رکھو۔

(۱۰) اور دسواں فرض جماعت احمدیہ میں شامل احباب کا یہ ہے کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقدِ اخوت محض للہ باقرارِ طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہیں اور اس عقدِ اخوت میں ایسے اعلیٰ درجہ کے ہوں کہ اُس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں نہ پائی جائے۔" پس جو یقین سے کٹ کر خدا کا ہو جائے گا خدا اس کو کبھی ناکام نہیں کرے گا۔ اور جو صدق و وفا کا صدیقی نمونہ دکھائے گا کامیاب ہوگا۔"

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

تحریفِ بائبل کی مختصر تاریخ

(مکرم چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب - لائل پور)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس امر کا متعدد جگہ ذکر کیا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہودی جان بوجھ کر اُس کتاب میں جو اُن کی طرف اُتاری گئی تھی تحریف کرتے ہیں۔ یعنی جب چاہتے ہیں اپنی مرضی کے مطابق اُس میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ کی آیت ۱۴ میں فرماتا ہے :-

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ
وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ج
يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ
وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ج
وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ
مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۔

یعنی یہودیوں کے اپنا پختہ عہد توڑ دینے کے سبب سے ہم نے اُن پر لعنت کی تھی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا تھا۔ وہ کتاب کے الفاظ کو ان کی جگہوں سے ادل بدل دیتے ہیں اور جس بات کی انہیں نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک حصہ بھلا بیٹھے ہیں۔ تو ان کے چند ایک افراد کے سوا ہمیشہ اُن کی طرف سے کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتا رہے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے متعلق بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ بھی خائن ہیں اور جو تعلیم انہیں دی گئی تھی اُس کے ایک حصہ کو یہ بھلا بیٹھے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کے معاً بعد ان کا بھی ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى
اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا
مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۔

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے اُن سے بھی عہد لیا تھا پھر انہوں نے بھی جس بات کی انہیں نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک حصہ بھلا دیا۔

یہود اور نصاریٰ کو جن باتوں کی نصیحت کی گئی تھی قرآن مجید کی رُو سے ان میں سے ایک یہ تھی :-

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥
(البقرہ آیت ۴۳)

اور جانتے بوجھتے ہوئے حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ حق کو جانتے بوجھتے ہوئے چھپاؤ۔

یہ دونوں قومیں اس نصیحت کو بھلا بیٹھیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں الفاظ کو اُدل بدل کر جان بوجھ کر حق کو باطل کے ساتھ ملایا اور اس طرح عمداً حق کو چھپانے کی کوشش کی۔ ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ یہ آئندہ بھی اپنی کتابوں میں تحریف کرتے چلے جائیں گے لیکن ساتھ کے ساتھ ان کی یہ خیانت طشت از بام ہوتی چلی جائے گی اور دنیا پر کھل جائے گا کہ ان کی کتابیں محرف و مبدل ہیں اور من وعن اُس تعلیم پر مشتمل نہیں ہیں جو انہیں دی گئی تھی جیسا کہ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ سے ظاہر ہے۔

تحریف کے چند نمونے

قرآن مجید نے جس زمانہ میں اِن کتابوں کے محرف و مبدل ہونے کا اعلان فرمایا اُس وقت دنیا بائیبل میں کی جانے والی تحریف سے بے خبر تھی لیکن بعد میں جب تحریف کا سلسلہ آگے بڑھا تو دنیا کی آنکھیں کھلیں اور خود عیسائی محققین کو تسلیم کرنا پڑا کہ بائیبل میں شروع ہی سے تحریف ہوتی چلی آرہی ہے۔ عیسائی محققین کا یہ اعتراف درج کرنے سے پہلے ذیل میں زمانہ حال میں ہونے والی تحریف کے بعض نمونے درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ۱۹۳۱ء سے پہلے کی چھپی ہوئی تمام بائبلوں میں استثناء ۳۳؍۲ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی ان الفاظ میں درج تھی:۔

”خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ وہ فاران کی چوٹیوں سے ان پر جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔“

اس آیت میں جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پوری ہوئی کیونکہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے رنگ میں مکہ میں داخل ہوئے تو دس ہزار صحابہؓ حضورؐ کے ساتھ تھے۔ اب چونکہ اس پیشگوئی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آنے سے آپؐ کا رسول برحق ہونا ثابت تھا اس لئے اس پیشگوئی کے الفاظ میں تحریف کر دی گئی تاکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق نہ آسکے۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء کے بعد بائبل کا جو نسخہ طبع ہوا اُس میں ”دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا“ کے الفاظ کو

"دس ہزار قدوسیوں میں سے آیا" کے الفاظ سے بدل دیا گیا۔ یہ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کی تازہ مثال ہے۔

(۳) ۱۸۹۶ء سے پہلے کی انجیل میں متی باب ۱۹ کی آیت ۱۷ ان الفاظ میں درج ہے:۔

"اُس نے (یعنی مسیح نے) اُسے کہا تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔"

چونکہ اس سے الوہیت مسیح کے عقیدہ پر زد پڑتی تھی اس لئے بعد میں طبع ہونیوالی انجیلوں میں اس آیت کے الفاظ کو بدل کر اسے یہ شکل دے دی گئی ہے:۔

"اُس نے اس سے کہا تُو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے نیک تو ایک ہی ہے۔"

(۴) ۱۸۹۶ء کی مطبوعہ انجیل میں مسیح کی آمد ثانی کی علامات سے متعلق متی باب ۲۴ کی آیت ۷ ان الفاظ میں درج ہے:۔

"جگہ جگہ کال پڑیں گے، مری پڑے گی اور بھونچال آئیں گے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "کشتی نوح" میں مسیح کی آمد ثانی کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے انجیل متی کی مذکورہ بالا آیت کے حوالہ سے مری پڑنے کا بھی ذکر فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد ۱۹۰۸ء کی شائع کردہ انجیل متی کی مذکورہ بالا آیت میں سے "مری پڑے گی" کے الفاظ نکال دیئے گئے۔ مگر لطف یہ ہے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب میں صرف انجیل متی کا حوالہ دیا تھا اور اسی مضمون کی دوسری آیت (یعنی لوقا $\frac{21}{11}$) کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا اس لئے تحریف کرنے والوں کو یہ خیال ہی نہ آیا کہ لوقا $\frac{21}{11}$ میں سے بھی یہ الفاظ نکال دیں۔ چنانچہ اس میں اب تک یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ "جا بجا کال اور مری پڑے گی۔"

غرض اس قسم کی بے شمار تحریفیں اور اضافے بائبل میں موجود ہیں۔ قرآن مجید کی پیشگوئی کے بموجب آئندہ بھی اس میں لفظی اور معنوی تحریف ہوتی رہے گی اور ساتھ ہی لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ کی پیشگوئی کے بموجب ہمیشہ ہی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور جانشین ان خیانتوں سے اطلاع پاتے رہیں گے اور اس طرح اہل کتاب کی خیانت طشت از بام ہوتی رہے گی۔

اب ہم خود عیسائی محققین کے اعتراف کی روشنی میں تحریفِ بائبل کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے بائبل کا مختصر تعارف پیش کرنا ضروری ہے تاکہ تحریفِ بائبل کی تاریخ کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

بائبل کا مختصر تعارف

بائبل عیسائیوں کی مقدس کتاب ہے اور اس کے دو بڑے حصے ہیں پہلا حصہ پرانا عہد نامہ (Old

Testament) اور دوسرا حصہ نیا عہد نامہ (New Testament) کہلاتا ہے۔

پرانا عہد نامہ - یہ حصہ تین بڑے حصوں میں منقسم ہے :-

(۱) "توراۃ" —— یہ پہلا حصہ ہے۔ اِس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ مگر خود اِس کے مضمون سے جیسا کہ ہم آگے چل کر واضح کریں گے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد لکھی گئی تھیں۔

(۲) "نابیئم" —— یہ دوسرا حصہ ہے۔ یہ حصہ سابق انبیاء یوشع، قاضیوں، سموئیل، سلاطین، یسعیاہ، یرمیاہ، حزقیل اور ہوسیع تا ملاکی بارہ انبیاء کی کتب پر مشتمل ہے۔

(۳) "کتابیم" —— یہ تیسرا حصہ ہے۔ یہ حصہ زبور، امثال، ایوب، رُوت، غزل الغزلات، نوحہ، واعظ، آستر، دانیال، عزرا، نحمیاہ پر مشتمل ہے۔

نیا عہد نامہ - بائبل کا یہ حصہ حضرت مسیحؑ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل چار اناجیل متی، مرقس، لوقا، یوحنا نیز اعمال (جن میں واقعہ صلیب کے بعد حواریوں کی سرگرمیوں کا تذکرہ ہے)۔ پولوس کے چودہ خطوط، حضرت مسیحؑ کے بھائی کا ایک خط، نیز پطرس اور یوحنا وغیرہ کے کچھ دیگر خطوط اور کشوف کی ایک کتاب کا مجموعہ ہے۔

تحریف کا اعتراف

تاریخِ بائبل پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے حالات اور زمانوں میں سے گزری ہے کہ اس کی اپنی تاریخ ہی اس کی تحریف کی تاریخ بن کر رہ گئی ہے۔ لہذا اس کی تاریخ کو اس کی تحریف کی تاریخ کہنا غلط نہیں ہوگا۔ چنانچہ پادری ڈملو صاحب جنہوں نے بائبل کی تفسیر لکھی ہے لکھتے ہیں :-

"مگر غور سے تحقیق کرنے پر ماننا پڑتا ہے کہ کتبِ خمسہ میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اس پُرانے خیال سے کہ موجودہ صورت میں یہ موسیٰ کی کتابیں ہیں مطابقت نہیں کھاتیں۔ مثلاً یہ اطمینان سے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ استثناء باب ۳۴ میں موسیٰ نے اپنی موت کا حال خود نہیں لکھا۔ استثناء باب ۱: ۱ میں یہ بیان کہ "یہ وہ باتیں ہیں جو موسیٰ نے یردن کے اس پار بیابان کے میدان میں بنی اسرائیل کو کہیں" —— کسی ایسے شخص کے نقطۂ خیال سے لکھا گیا ہے جو کنعان میں رہتا تھا مگر موسیٰ کنعان میں کبھی نہیں گئے"

نئے عہد نامہ یا اناجیل کی حالت اِس سے بھی گئی گزری ہے۔ چنانچہ وہی مفسر لکھتا ہے :-

"اناجیل کے لکھنے والے یسوع مسیح کے اقوال کو یونانی میں لکھتے ہیں حالانکہ وہ اغلباً اکثر آرامی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ نہ ہی یہ اغلب ہے کہ ان کا تبول کا کبھی یہ خیال تھا کہ ان کی تحریریں اُن ابتدائی کلیساؤں سے جن سے وہ خود آشنا تھے آگے جائیں گی۔ یہی حال پولوس کی تحریروں کا ہے۔ اس کے خطوط جن کی اب اس قدر عزت کی جاتی ہے وہ اصل میں صرف ان کلیساؤں کے لئے لکھے گئے تھے جن کو اُن میں مخاطب کیا گیا تھا۔ اور جنہوں نے ان کو پہلے پہل انجیل میں درج کیا وہ ہرگز ان معنوں میں انہیں پاک نوشتے نہ سمجھتے تھے جن معنوں میں ہم سمجھتے ہیں ..... پچھلی صدیوں میں ہم مقدس الفاظ کی حفاظت میں اس احتیاط کا لحاظ نہیں پاتے جو عہدنامہ قدیم کو آگے پہنچانے میں پایا جاتا تھا۔ ایک نسخہ کا نقل کرنے والا بعض اوقات وہ الفاظ درج نہ کرتا تھا جو اصل عبارت میں موجود ہوتے بلکہ وہ الفاظ درج کر دیتا جو اُس کے خیال میں درج ہونے چاہئیں تھے۔ وہ ایک ناقابلِ اعتبار حافظہ پر بھروسہ کرتا یا بعض اوقات اصل عبارت کو بدل کر اس فرقہ کے خیالات کے مطابق کر دیتا جس سے خود اُس کا اپنا تعلق ہوتا۔ ابتدائی عیسائی بزرگوں کی عبارات اور حوالجات کے علاوہ نئے عہدنامہ کے قریباً چار ہزار یونانی نسخے موجود ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ عبارات میں اختلاف بہت زیادہ ہے۔"

چھاپہ خانہ یورپ میں ۱۴۵۴ء میں ایجاد ہوا اور پرانا عہدنامہ سب سے پہلے ۱۴۸۸ء میں اور نیا عہدنامہ ۱۵۱۶ء میں چھپا۔ سر فریڈرک کینین (Sir Fredric Kenyon) اپنی کتاب The Story of Bible میں لکھتے ہیں :۔

"چھاپہ خانہ کی ایجاد سے قبل ہم کو مکمل طور پر ہاتھ سے لکھے ہوئے بائبل کے نسخوں پر انحصار کرنا پڑتا تھا۔ اور چونکہ اتنی لمبی تحریر میں غلطی نہ کرنا ناممکن تھا اور چونکہ نقل کرنے والے ہمیشہ پوری احتیاط سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ مصنفین جان بوجھ کر جس بات کو وہ غلط یا مبہم سمجھتے تھے تبدیل کر دیا کرتے تھے اسلئے نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی سے بھی دو نسخے کبھی بھی بالکل ایک جیسے نہیں رہے۔"

کاغذ کی ایجاد سے قبل بائبل کس چیز پر لکھی جاتی تھی؟

چھاپہ خانہ کی ایجاد سے قبل عہدنامہ قدیم اور جدید کے ضیاع اور تحریف کا ایک بڑا سبب کسی ایسی

مناسب چیز کا مہیا نہ ہونا تھا جس پر سہولت سے لکھا جا سکے اور پھر وہ محفوظ بھی رہے۔
سب سے پہلے جس چیز پر ان کتب کو لکھا جاتا تھا اُسے "پے پی رس" (Papyrus) کہتے ہیں۔ یہ ایک درخت کا نام ہے جو مصر میں دریائے نیل کے کنارے اُگتا تھا۔ اس کا گودا نکال کر اُسے باریک کاٹ لیتے تھے اور پھر پانی میں بھگو کر رکھتے اور گوند لگا کر دباتے اور پتلی تختیاں سی بنا لیتے اور ان کے رول تیار کر لیتے۔ شروع میں اگرچہ یہ کافی مضبوط معلوم ہوتا تھا لیکن دراصل کمزور ہوتا تھا۔ نمی اس کو ضائع کر دیتی تھی اور زیادہ خشکی میں بھربھرا ہو کر ٹوٹ جاتا تھا۔ صرف ایک حد تک مصر میں "پے پی رس" پر لکھی ہوئی تحریریں محفوظ رہیں کیونکہ وہاں کی آب و ہوا ایسی خشک ہے کہ جو چیز ایک دفعہ ریت میں دبا دی جائے وہ صدیوں تک محفوظ رہ سکتی ہے۔
چوتھی صدی عیسوی تک Papyrus کے استعمال کا رواج رہا۔ اس کے بعد ویلم (Vellum) پر کتابوں کے لکھنے کا رواج ہؤا۔ ویلم جانوروں کی کھالوں سے بنایا جاتا تھا ــــ Papyrus کی شیٹوں کی بجائے یہ ہلکی اور لمبا عرصہ رہنے والی چیز تھی اور اس میں یہ خوبی تھی کہ اس کو کتابوں کی شکل میں سیا جا سکتا تھا جس بنا پر Codices یعنی کتابی شکل میں بائبل لکھنے کا رواج شروع ہؤا جو چھاپہ خانہ اور کاغذ کی ایجاد تک قائم رہا۔ لیکن بہرحال تسلی بخش حد تک پائیداری اس میں بھی مفقود تھی۔

بائبل کی تحریف اور ضیاع کی ایک اور وجہ

بائبل کی تحریف اور ضیاع کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عیسائیوں پر تکالیف اور مصائب کا ایک لمبا دَور گزرا ہے جب کہ انکو چھپ چھپ کر زندگی بسر کرنی پڑتی تھی اور ظلم و ستم سے بچنے کے لئے غاروں میں بھی رہنا پڑا۔ چنانچہ اصحابِ کہف کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔ پہلا بادشاہ جس نے عیسوی مذہب قبول کیا وہ کانسٹنٹائن (Constantine) تھا (۳۱۳ تا ۳۲۵ عیسوی) اس نے عیسائیت کو رومی حکومت کا مذہب قرار دے دیا تھا۔ عیسائیوں کے مصائب کے زمانہ میں اس وقت کے برسرِاقتدار لوگوں نے بائبل اور دوسری مذہبی کتب کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلایا اور تلف کیا۔ سر فریڈرک کینین لکھتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں عیسائی بکھرے ہوئے تھے اور کوئی مرکزی انتظام نہیں تھا جس کی وجہ سے مختلف مقامات پر مقامی مصنفین کی تحریر میں اختلاف پیدا ہوتا رہا اور

بائبل کے نسخے دُنیا کے مختلف حصوں میں مختلف شکل اختیار کرتے رہے۔ یہی وقت تھا جب رومی بادشاہ اور حکمران عیسائیوں کو مختلف ایذاؤں میں مبتلا کرتے رہے اور مذہبی کتب کو خصوصیت سے ڈھونڈتے اور ضائع کرتے تھے جس کی وجہ سے صحیح بائبل آگے پہنچانی اور بھی مشکل ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ بہت سے چرچ ناتجربہ کار مقامی مصنفین پر ہی انحصار کرتے ہوں گے۔ یہ وہ وقت تھا جب عیسائی انتشار میں مبتلا تھے۔"

الغرض یہ امر بھی قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ہے کہ اُس نے آج سے چودہ سو سال قبل بائبل کے محرّف و مبدّل ہونے کا اعلان کیا جبکہ دُنیا اس سے بے خبر تھی۔ بعد میں خود عیسائی محققین نے تحریف کا کھوج لگا کر تحریفِ بائبل کے متعلق قرآن مجید کے بیان کی تصدیق کر دی۔ پھر تحریف کی تازہ مثالوں سے جو حال ہی میں کی گئی ہیں قرآن مجید کی اس پیشگوئی کی صداقت بھی آشکارا ہے کہ آئندہ بھی بائبل میں تحریف ہوتی چلی جائے گی اور اہلِ کتاب کی خیانت آئندہ بھی طشت از بام ہوئے بغیر نہ رہے گی۔

غرضیکہ مختصراً یہ وہ حالات تھے جن میں سے بائبل گزری اور تحریف کا سلسلہ شکار ہوتی گئی اور ایک دفعہ تحریف کا دروازہ جو کھلا تو پھر بند نہ ہو سکا ☆

اسلام کی سچائی کی زبردست دلیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یہ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی نابینا مذہب کی تائید نہیں کرتا اور کوئی نصرت اُسے نہیں دی جاتی۔ اسلام کی سچائی کی یہی بڑی زبردست دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ اس کی نصرت فرماتا ہے اور اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس کی تازہ بتازہ نصرتوں کا ثبوت دوں۔ چنانچہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جس نے خدا تعالیٰ کے نشانات نہ دیکھے ہوں۔" (ملفوظات جلد ہشتم ۳۱۶)

مغربی کلیسا میں تنزل کے واضح آثار

وہاں لوگ دھڑا دھڑ چرچ کو خیر باد کہہ رہے ہیں!

یہ حقیقت ہے کہ کانسٹنٹائن کے قبولِ عیسائیت کے بعد عیسائیت کو اوّلاً یورپ میں اور بعد ازاں یورپ ہی کے طفیل امریکہ میں جتنا فروغ اور عروج حاصل ہوا اتنا دُنیا کے کسی اور خطہ میں حاصل نہیں ہوا۔ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں جب مغرب کی عیسائی طاقتوں کو دُنیا کے دوسرے حصّوں میں سیاسی اقتدار ملا اور ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقے انکے زیرنگیں آئے تو مغربی کلیسا نے باقی دنیا کو بھی عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کی ایک زبردست مہم چلائی۔ دُنیا کے وسیع علاقوں پر عیسائی طاقتوں کے سیاسی غلبہ و استیلاء کو کلیسا نے عیسائیت کی فتح سے تعبیر کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یورپ عیسائیت کا وہ مضبوط قلعہ ہے جسے کوئی دوسرا مذہب فتح نہیں کر سکتا۔ خدا نے یہ قلعہ اس لئے تعمیر کیا ہے کہ تا یہاں سے باقی دُنیا پر یلغار کر کے اسے عیسائیت کا حلقہ بگوش بنایا جائے نیز یہ کہ یورپ اور امریکہ وہ سرزمین ہے جہاں عیسائیت کا رُوحانی پانی جمع ہوتا رہا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ یہ پانی ایک مہیب سیلاب کی شکل میں یہاں سے نکل کر ایشیا اور افریقہ کی طرف بڑھے اور وہاں کی پیاسی زمینوں کو سیراب کر کے انہیں بھی عیسائیت کا مطیع و منقاد بنائے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ خدائی نوشتوں کے پورا ہونے کا وقت بالکل قریب ہے۔ اب عیسائیت کا سیلاب یورپ اور امریکہ کی بلند و بالا سرزمین سے ایشیا اور افریقہ کے نشیبوں کی طرف پوری قوّت کے ساتھ بڑھے گا اور انہیں اپنی لپیٹ میں لیکر دوسرے تمام مذاہب کو مٹا کر رکھ دے گا اور ان مذاہب کی بجائے وہاں عیسائیت کی سرسبز و شاداب کھیتی لہلہائیگی اور جب اس سیلاب کا پانی ایشیا اور افریقہ کی سرزمینوں کو سیراب کرتا ہوا سمندروں میں گرے گا تو سمندروں کے کڑوے پانی بھی میٹھے ہو جائیں گے۔ اُس وقت کیا خشکی اور کیا تری ہر جگہ عیسائیت ہی کی حکمرانی ہوگی۔

چنانچہ جب امریکہ کے مشہور عیسائی منّاد جان ہنری بیروز (John Henry Barrows) ۱۸۹۷ء میں ہندوستان آئے تو انہوں نے اپنے ایک لیکچر میں ایشیا اور افریقہ پر عیسائی پادریوں اور مشنریوں کی بے پناہ یلغار کا ذکر کرتے ہوئے بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ:۔

"عیسائی تہذیب کا پانی عرصہ دراز سے یورپ اور امریکہ کی بلند و بالا سرزمین میں جمع ہو رہا تھا۔ اب وہ پانی ایک طوفانی دریا کی شکل میں افریقہ کے پیاسے صحراؤں اور ہندوستان

کے میدانوں اور عیسائیت کی وسعت پذیر سلطنت کے نئے مفتوحہ علاقوں کی طرف جو نشیب میں واقع ہیں زور شور کے ساتھ بہہ نکلا ہے۔ ہم میں سے بعض کے نزدیک اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا شور حزقیل نبی کے اس مکاشفہ کے از سر نو پورا ہونے پر دلالت کرتا ہے جس میں اُسے ایک مقدس دریا دکھایا گیا تھا۔ یہ مقدس دریا اب آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ مشرقی ممالک (یعنی ایشیا) کی طرف بھی بڑھے گا اور نیچے کی طرف صحراؤں (یعنی افریقہ) کا رُخ بھی کرے گا حتیٰ کہ سمندروں کے کڑوے پانیوں کو بھی میٹھا کر دکھائے گا۔"

(بیروز لیکچرز۔ صفحہ ۲۲)

عین اُس زمانہ میں جب مغرب کی عیسائی دُنیا اس قسم کے تعلّی آمیز اعلانات کے ذریعہ ایشیا اور افریقہ کے کروڑوں کروڑ عوام کو مرعوب کرنے کی کوشش کر رہی تھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کاسرِ صلیب کی حیثیت سے دُنیا میں معبوث فرمایا تھا بڑے زوردار الفاظ میں صفحۂ ہستی سے عیسائیت کے معدوم ہونے اور اس کی بجائے دُنیا میں اسلام کے غالب آنے کی پیشگوئی فرمائی۔ آپ نے فرمایا:۔

"مَیں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے ...... مَیں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا آقا قادر و توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے، غیر معبود ہلاک ہونگے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے، مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئیگی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مریگا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو مریم اور اسکے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں۔ سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے سو اب دونوں مرینگے، کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو تسلیم کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ چلے گا اور بعد اسکے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام، اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی

سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دیگا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد رُوحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نُور اُتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔" (اشتہار ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

ریورنڈ جان ہنری بیروز امریکہ سے روانہ ہو کر ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو بمبئی کے ساحل پر اُترے تھے۔ وہاں سے وہ بنارس ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے اور جنوری ۱۸۹۷ء کے اوائل میں وہاں سے ہی انہوں نے اپنے لیکچروں کا آغاز کیا۔ اس کے بعد انہوں نے ہندوستان کے قریباً تمام بڑے بڑے شہروں کا دورہ کر کے مجموعی طور پر ۸۵ لیکچر دیئے۔ جونہی انہوں نے جنوری ۱۸۹۷ء کے اوائل میں اپنے لیکچروں کا آغاز کیا اور اُن میں عیسائیت کے دنیا بھر میں غالب آنے کے متعلق بلند بانگ دعوے کئے تو عین اُس زمانہ میں ہی اللہ تعالےٰ نے کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے الہام خاص کے ذریعہ خبر دی کہ اب عیسائیت کے زوال کا وقت آپہنچا ہے عنقریب رُوئے زمین سے اس کی صف لپیٹ دی جائیگی اور اس کی جگہ دُنیا بھر میں اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب تھا ریورنڈ ہنری بیروز کی تعلّیوں کا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فوراً ہی ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ اس مہتم بالشان پیشگوئی کو شائع فرما دیا۔

یہ پیشگوئی ایسے وقت میں شائع کی گئی تھی جب عیسائیت اپنے پُورے عروج پر تھی اور اسکے زوال پذیر ہونے کے خفیف سے آثار بھی ابھی ظاہر نہ ہوئے تھے لیکن حسبِ پیشگوئی اس کے بعد رفتہ رفتہ جو حالات رُونما ہوئے اور ان کے نتیجہ میں عیسائیت جس طرح دُنیا بھر میں پے در پے ناکامیوں اور نامرادیوں سے دوچار ہوتی چلی گئی اُن سے کون باخبر نہیں۔ ایشیا اور افریقہ کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنا کر خشکی اور تری پر عیسائیت کی حکمرانی کے خواب دیکھنے والوں کو آج اُلٹے لینے کے دینے پڑے ہوئے ہیں۔ دُنیا بھر کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانا تو کجا خود عیسائیت کے گڑھ یورپ اور امریکہ میں عیسائیت کو سنبھالا دینا مشکل ہو رہا ہے۔ خود وہاں عیسائیت کی صف لپٹنی شروع ہو گئی ہے۔ وہاں عیسائیت کا دم بھرنے والے اور اسکی اشاعت پر پانی کی طرح اپنے اموال خرچ کرنے والے اب خود عیسائی عقائد سے بیزار ہو کر کلیسیا سے بدظن ہوتے جا رہے ہیں اور اسے خیرباد کہنے والوں کی تعداد میں بڑی سرعت کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ آجکل وہاں بڑی کثرت سے ایسے مضامین اور کتابیں شائع ہو رہی ہیں جن میں برملا عیسائی عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ایسے مضامین اور

کتب کے متعدد اقتباسات ہم "انصار اللہ" کی گزشتہ اشاعتوں میں شائع کرتے رہے ہیں۔ آج ہم ہالینڈ کے اخبارات میں شائع ہونے والے حالیہ مضامین کے چند اقتباسات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جو ہمیں مبلغ ہالینڈ مکرم عبدالحکیم صاحب اکمل نے وہاں سے ارسال فرمائے ہیں۔

چنانچہ ہالینڈ کے اعلیٰ طبقہ میں پڑھا جانے والا مشہور اخبار "فادر لینڈ" (Het Vaderland) اپنی ۱۷ر جون ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:-

"ہالینڈ کی پروٹسٹنٹ انجمن کی ہیگ شاخ نے بڑے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ موسم گرما میں چرچ میں عبادت کے سلسلہ کو بند کر دیا جائے۔ چنانچہ انجمن نے اعلان کیا ہے کہ آئندہ سال سے موسم گرما میں ہر مہینہ کی پہلی اتوار کی صبح کو چرچ بند رہا کریگا اور اس میں کوئی عبادت نہ ہوگی۔ ہیگ شہر کی، پروٹسٹنٹ انجمن کی مرکزی کمیٹی کو یہ فیصلہ اس لئے کرنا پڑا ہے کہ چرچ میں عبادت کے لئے آنے والوں کی تعداد غیر معمولی طور پر کم ہوتی جارہی ہے۔ عبادت کے اجتماعات حسب معمول، فری میسنز سوسائٹی کے ہال میں منعقد کئے جاتے ہیں۔ عبادت کے گزشتہ موقع پر ایک مہمان پادری کو امامت کے فرائض سرانجام دینا پڑے کیونکہ چرچ کے اصلی پادری ڈاکٹر جیکبس (Dr. Jacobs) نے اپنے عہدہ سے استعفاء دیدیا ہے۔ گزشتہ عبادت کے موقع پر صرف اُنیس ۱۹ آدمی حاضر تھے جبتک ڈاکٹر جیکبس کی جگہ کسی دوسرے پادری کا انتظام نہیں ہوتا وہ ہفتہ میں صرف دو بار وعظ کیا کریں گے اور ۸ر ستمبر ۱۹۶۸ء سے (خواہ کسی اور پادری کا انتظام ہو یا نہ ہو۔ ناقل) وہ بہرحال اس ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو جائیں گے۔"

اس اطلاع کی اشاعت کے چند ماہ بعد مذکورہ بالا اخبار نے اپنے ۲۲ر ستمبر ۱۹۶۸ء کے شمارہ میں لوگوں کی عیسائیت سے بیزاری کے متعلق ایک اور مضمون سپرد قلم کیا۔ اس میں اس نے یہ انکشاف کیا کہ:-

"ہیگ شہر کے ریفارمڈ چرچ کی انجمن نے اپنی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۶۷ء میں لکھا ہے کہ اس سال کے دوران چرچ کے ممبران میں سے سات ہزار افراد نے رکنیت سے علیحدگی اختیار کی۔ اور رسالِ رواں (۱۹۶۸ء) کے اختتام پر جب ۱۹۵۸ء سے لیکر ۱۹۶۸ء تک کی دس سالہ رپورٹ تیار کی جائے گی اور گزشتہ دس سال کے دوران چرچ کی رکنیت ترک کرنے والوں کی مجموعی اوسط نکالی جائے گی تو یہ بات واضح ہو جائیگی کہ اس عرصہ میں پچاس ہزار لوگ اس چرچ سے علیحدگی اختیار کرکے اسے ہمیشہ کے لئے

خیر باد کہہ چکے ہیں۔"

اسی طرح ہیگ سے شائع ہونے والا ایک اور اخبار "زونگلی" (Zwingli) جو ایک آزاد خیال عیسائی فرقہ کا اخبار ہے اپنی ۲۶ ستمبر ۶۸ء کی اشاعت میں ایک پروٹسٹنٹ منادڈاکٹر جے۔ ایف۔ وی۔ وُوردُن (Dr. J. F. V. Zwoerden) کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

"کیا اب سے پچاس سال بعد ایک چرچ بھی باقی رہ جائیگا؟ ـــــ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو گہری تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں علیٰ وجہ البصیرت یہ کہہ سکتا ہوں کہ جہاں جہاں عیسائی منادا ور انجمنیں پیانی ڈگر پر گامزن ہیں وہاں چرچ ڈگمگاتا ہوا نظر آرہا ہے اور اس میں تنزل کی یہ کیفیت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔"

مذکورہ بالا اقتباسات میں تو صرف ہالینڈ کے شہر دی ہیگ کے دو ایک گرجوں سے لوگوں کی لاتعلقی پر روشنی ڈالی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ آجکل تمام کے تمام مغربی ممالک میں لوگ عیسائی عقائد سے بدظن ہو کر کلیسیا کو دھڑا دھڑ خیر باد کہہ رہے ہیں۔ وہاں بے شمار گرجا خالی پڑے ہیں کیونکہ ان میں لوگوں نے عبادت کے لئے آنا چھوڑ دیا ہے۔ حتیٰ کہ اب بہت سے گرجا گھروں کی عمارتیں فروخت کی جا رہی ہیں اور انہیں تعلیمی اداروں یا دفاتر میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اس صورت حال کی موجودگی میں اب کون کہہ سکتا ہے کہ غیر معبود ہلاک نہیں ہوئے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع نہیں کئے گئے۔ اور یہ کہ وہ خراب استعدادیں نہیں مریں جو جھوٹے خداؤں کو تسلیم کر لیتی تھیں۔

مغربی ممالک میں یہ سب کچھ رونما ہو چکا ہے البتہ یہ صحیح ہے کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ یہ لوگ عیسائیت سے بدظن اور بیزار ہو کر پورے زور کے ساتھ اسلام کی طرف متوجہ ہوں اور جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے چلے جائیں ـــــ ابھی تو وہاں لوگ عیسائیت سے بدظن ہو کر دہریت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہ صورت حال ہمارے لئے ایک گونہ افسوس کا باعث تو ہے لیکن اس سے ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ خدائی پیشں خبریوں کے بموجب یہ درمیانی مرحلہ آنا بھی مقدر ہے کہ مغربی ممالک کے لوگ عیسائیت سے بدظن ہو کر پہلے دہریت اور لامذہبیت کی آغوش میں جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس درمیانی مرحلہ سے ہمیں پہلے ہی خبردار فرما دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کو اپنی مجلس میں یورپ میں عیسائیت کے ناکام ہونے کا ذکر

کرتے ہوئے فرمایا تھا :-

"عیسائی مذہب کی عمارت گرنی شروع ہو گئی ہے ۔عنقریب سوائے پادریوں کے اور سب لا مذہب کہلائیں گے۔" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۸۷)

لیکن یہ صورتِ حال عارضی ہے۔ اس درمیانی عرصہ کے گزرنے کے بعد یکدم حالات بدلیں گے اور یورپ کے لوگ دیوانہ وار اسلام میں داخل ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی بھی ہمیں پہلے ہی خبر دیدی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا :-

"اب وقت آتا ہے کہ یکدم یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اسلام کی طرف توجہ ہو گی اور وہ اس مُردہ پرستی کے مذہب سے بیزار ہو کر حقیقی مذہب یعنی اسلام کو اپنی نجات کا ذریعہ یقین کریں گے۔" (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۳۷)

اُس وقت حسبِ پیشگوئی سب مِلّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کُند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ ایسا ہو گا اور ہو کر رہے گا۔ دُنیا کی کوئی طاقت اس خدائی تقدیر کے بروئے کار آنے میں روک نہیں بن سکتی۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔

عیسویت سے دست برداری کا آغاز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"دراصل اب عیسویت سے دست برداری دُنیا میں شروع ہو گئی ہے اور اِس مذہب کو جلا دینے والی آگ بھڑک اُٹھی ہے۔ آگ کا دستور ہے کہ وہ اوّل ذرا سی شروع ہو کر پھر آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے۔ یہی حال اب عیسائیت کا ہو گا۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۹۵)

روحانی ترقی اور قبولیت دعا کا راز

نفسانی جذبات اور خودی کو ترک کرنا اور خدا میں فنا ہو جانا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :—

''دیکھو جب تک انسان اپنے نفسانی جذبات اور خودی سے فنا نہ ہوجاوے تب تک خواہ الہام بھی ہو اور کشوف بھی دکھائے جاویں مگر کسی کام کے نہیں ہیں کیونکہ بجز اس کے کہ خدا میں اپنے آپ کو فنا کردیا جاوے یہ امور عارضی ہوتے ہیں اور دیرپا نہیں ہوتے اور ان کی کچھ بھی قدروقیمت نہیں ہوتی۔

دعا کی قبولیت کا بھی یہی راز ہے۔ انسان جب تک اپنی خواہشات ارادوں اور علموں کو ترک کر کے خدا میں فنا نہ ہو جاوے اور خدا کی قدرت کاملہ اور قادر مطلق ہونے اور سننے اور قبول کرنے والا ہونے پر یقین کامل اور پورا وثوق نہ رکھتا ہو تب تک دعا بھی ایک بے حقیقت چیز ہے۔ فلسفیوں کو کیوں قبولیت دعا پر ایمان نہیں ہوتا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو خدا کی وسیع قدرت اور باریک در باریک سامانوں کے پیدا کر دینے والا ہونے پر ایمان نہیں ہوتا اور وہ خدا کی قدرت کو محدود جانتے ہیں اور اپنے تجارب اور علوم پر ہی بھروسہ کر بیٹھتے ہیں۔ ان کو اپنے تجارب کے مقابلہ میں یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ خدا بھی ہے اور وہ بھی کچھ کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات بعض سخت مہلک امراض میں وہ لوگ یقینی اور قطعی حکم لگا دیتے ہیں کہ یہ شخص بچ نہیں سکتا یا اتنے عرصہ میں مر جاوے گا یا اس طرز سے مرے گا مگر بیسیوں مثالیں ایسی خود ہماری چشم دید ہیں اور بعض کو ہم جانتے ہیں جن میں باوجود ان کے یقینی اور قطعی حکم لگا دینے کے خدا تعالیٰ نے ان بیماروں کے واسطے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ آخر کار بچ گئے۔ . . . . دعا ایک ایسا ہتھیار خدا تعالیٰ نے بنایا ہے کہ آنہونے کام بھی جن کو انسان ناممکن خیال کرتا ہے ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے لئے کوئی بات بھی آنہونی نہیں ،،

(ملفوظات جلد دھم صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۷)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا۔

شمارہ ۱۲

فتح ۱۳۴۷ ھش

دسمبر ۱۹۶۸ء

جلد ۹

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

جلد ۹ فتح ۱۳۴۷ ہش شمارہ ۱۲
دسمبر ۱۹۶۸ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

فتح ۱۳۴۷ھ

(دسمبر ۱۹۶۸ء)

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ :- چھ روپے ٭ فی پرچہ :- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ۔ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۹　　ماہنامہ انصار اللہ ربوہ　　شمارہ ۱۲

فتح ۱۳۴۷ھش
(دسمبر ۱۹۶۸ء)

رمضان سے حاصل ہونیوالا سب سے اہم اور بنیادی سبق

تمام برکتیں خدا اور رسول کی والہانہ اطاعت کے ساتھ وابستہ ہیں

۲۲ ماہ نبوّت ۱۳۴۷ ہش مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۶۸ء سے رمضان کا مہینہ اپنی عظیم الشان برکتوں اور پیہم نازل ہونے والی رحمتوں کے ساتھ شروع ہونے کے بعد اب اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

قرآنِ مجید اور احادیثِ نبوی کی رُو سے اِس ماہِ مقدس کے مبارک ایّام جن میں سے آجکل ہم گزر رہے ہیں حصولِ انعاماتِ الٰہیہ کے ایّام ہیں، یہ خدائے رحیم و کریم کی طرف سے بندوں کے لیے حصولِ مغفرت اور عِتقٌ مِّنَ النَّار کے ایّام ہیں، یہ غیر معمولی رنگ میں دعائیں قبول ہونے، جنابِ الٰہی سے مرادیں پانے اور عند اللہ فائز المرام ہونے کے ایّام ہیں۔ اور جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے بتائید و توفیق الٰہی لقائے الٰہی کی لازوال دولت سے مالا مال ہونے کے ایّام ہیں — الغرض یہ وہ نہایت درجہ مقدس و بابرکت ایّامِ خوش انجام ہیں کہ جن میں اللہ تعالےٰ کی رحمت غیر معمولی طور پر جوش میں آتی ہے اور وہ اپنے فرمانبردار بندوں کو غیر معمولی رنگ میں اپنے افضال و انعامات سے نوازتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو جن میں انسان ایک مقررہ وقت میں کھاتے پیتے بغیر اپنے دن اور رات کے اکثر اوقات کو ذکر الٰہی کرنے اور عبادات بجالانے میں بسر کرتا ہے اس قدر عظیم الشان برکات کا حامل کیوں ٹھہرایا ہے؟ خاص کر ان ایام میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اسقدر جوش میں کیوں آتی ہے کہ وہ جملہ شرائط کے ساتھ روزے رکھنے اور روزوں کی مخصوص عبادات بجالانے والوں سے عام شرعی قوانین اور اپنی سنتِ مستمرہ کے عام تقاضوں سے کہیں بڑھ کر محبت و شفقت، رحمت و رأفت اور لطف و عنایت کا معاملہ کرتا ہے حتّٰی کہ اُن کے تمام پچھلے گناہوں، کوتاہیوں اور غفلتوں کو معاف کر دیتا ہے، آئندہ گناہوں سے حفاظت کی ضمانت دیتا ہے، بکثرت ان کی دعائیں قبول کرکے اُنہیں اُن کی دلی مرادیں عطا کرتا ہے، جنت کا حصول اُن کے لئے آسان کر دیتا ہے اور اپنی رضا اور خوشنودی سے نواز کر اُنہیں لقائے الٰہی کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے؟

جہاں تک اِن سوالوں کا تعلق ہے دین کی اصل رُوح سے بعض ناواقف یہ سمجھتے ہیں کہ ساری خوبی دن کے اوقات میں بھوکا اور پیاسا رہنے میں ہے۔ وہ رمضان کی برکتوں کو بھوک اور پیاس کے ساتھ وابستہ سمجھتے ہوئے رمضان کی اصل کیفیت اپنے اندر پیدا کئے بغیر سارا زور بھوکا اور پیاسا رہنے پر دیتے ہیں اور رمضان کی برکات سے متمتع ہونے کے لئے اِسی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اِس قسم کا خیال رمضان کی اصل حقیقت سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ رمضان کے روزوں میں ہر چند کہ انسان ایک مقررہ وقت میں کھانے اور پینے سے لازمی طور پر مجتنب رہتا ہے تاہم ان میں بنیادی اہمیت کھانے اور پینے سے احتراز کو نہیں بلکہ رُوحِ اطاعت کے بھرپور عملی مظاہرہ کو حاصل ہوتی ہے۔ اِسی لئے رمضان کی عظیم الشان برکتوں کا راز لوگوں کے بھوکا اور پیاسا رہنے میں نہیں بلکہ اِس امر میں مضمر ہے کہ رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی بیک وقت رُوئے زمین کے تمام مسلمان پورے تعہد اور عزم و ہمت اور دلی بشاشت کے ساتھ اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے خدا اور رسولؐ کے احکام کی بجاآوری میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں۔ وہ خدائی منشاء کے بموجب اپنے روزمرہ کے معمول کو خیرباد کہہ کر صرف اُن اوقات میں ہی کھاتے پیتے ہیں جن اوقات میں اُنہیں کھانے پینے کا حکم ہے اور اُن اوقات میں کھانے پینے سے یکسر دستکش ہو جاتے ہیں جن اوقات میں اُنہیں کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔ کھانے پینے پر ہی کیا حصر ہے وہ دن اور رات کے بعض اوقات میں خدائی حکم کی تعمیل میں اپنے اوپر بعض اُن چیزوں کو بھی حرام کر لیتے ہیں جنہیں عام حالات میں خدا نے جائز قرار دیا ہے۔ اور پھر کمال خلوصِ نیت کے ساتھ رمضان کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے اور اُس کی مخصوص عبادات کے بجالانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ رُوح

اطاعت کا ایسا بھرپور عملی مظاہرہ ہی خدا تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لانے کا موجب بنتا ہے چنانچہ رُوحِ اطاعت کے ایسے بھرپور مظاہرہ پر اُس کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اس قدر جوش میں آتی ہے کہ وہ رمضان کے روزے رکھنے اور اس کی مخصوص عبادات بجا لانے والوں کو بے حساب اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور عام حالات سے کہیں بڑھ کر اُن کا اکرام کرتا ہے۔ اس بے حساب اجر و ثواب اور غیر معمولی انعام و اکرام کے وہی مورد بنتے ہیں جو احکام خدا اور رسولؐ کی کما حقہٗ بجا آوری میں اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بھوک اور پیاس برداشت کرنے کے باوجود اطاعت کے معیار پر پورے نہیں اُترتے وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔

پس رمضان ہر سال آکر بتائید و توفیقِ الٰہی مومنوں کے لئے رُوحِ اطاعت کے ایسے ہی عظیم الشان مظاہرے کا ایک انمول موقع فراہم کرتا ہے اور اسی میں رمضان کی عظیم الشان برکتوں کا راز مضمر ہے۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو رمضان سے ہمیں جو سب سے اہم اور بنیادی سبق ملتا ہے وہ یہی ہے کہ تمام برکتیں خدا اور رسولؐ کے احکام کی بجا آوری میں کمال درجہ اطاعت کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم رمضان کے بعد بھی اپنی روزمرہ زندگی میں قدم قدم پر اللہ اور رسولؐ کے احکام کی بجا آوری میں اطاعت کا ایسا ہی تعہد اور عزم و ہمت کے ساتھ مظاہرہ کرتے چلے جائیں یعنی وہ نیکیاں بجا لائیں جن کے بجا لانے کا روزمرہ زندگی میں خدا اور رسولؐ نے ہمیں حکم دیا ہے اور ان باتوں سے بچیں جن سے بچنے کی تلقین کی ہے حتیٰ کہ قرآن کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی نہ ٹالیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان کو بھی پس پشت نہ ڈالیں۔ اگر ہم ایسا کرنے میں اسی تعہد سے کام لیں جس تعہد کا ہم رمضان میں مظاہرہ کرتے ہیں تو ہمارا ارحم الراحمین خدا ہرگز بخیل نہیں ہے وہ ہمیشہ ہی وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ کے بموجب قدم قدم پر ہمیں اپنی رحمتوں، برکتوں اور فضلوں سے نوازتا چلا جائے گا اور ہم ہمیشہ ہی اُس کی برکتوں، رحمتوں اور فضلوں کے مورد بنے رہیں گے۔

پس ہمیں رمضان کے ان بابرکت ایام کو جن میں سے ہم آجکل گزر رہے ہیں اس طرح گزارنا چاہیئے کہ خدا اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کا جذبہ ہم میں راسخ سے راسخ تر ہو جائے حتیٰ کہ رمضان کے بعد بھی خدا اور اُسکے رسولؐ کے کسی ایک حکم کی خلاف ورزی ہمارے لئے ممکن نہ رہے۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر ہمارے لئے زندگی میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ ایسی صورت میں ہماری زندگی کا کوئی لمحہ اور کوئی ثانیہ بھی ایسا نہیں

ہو سکتا کہ جس میں خدائی رحمتیں اور برکتیں اور اس کے انعام و افضال ہمارے شاملِ حال نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ایک تاکیدی حکم اور اس پر عمل پیرا ہونے کا خاص موقع!

مقالۂ افتتاحیہ میں ہم نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ رمضان کی عظیم الشان برکتوں کا راز اللہ اور رسولؐ کے احکام کی بجا آوری میں کمال عزم و تہید کے ساتھ اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرنے میں مضمر ہے اور یہ کہ رمضان کے بعد بھی روزمرہ زندگی میں اطاعت کا ایسا ہی اعلیٰ نمونہ پیش کر کے ہم خدائی رحمتوں اور برکتوں کے اسی طرح مورد بن سکتے ہیں۔ سطورِ ذیل میں ہم روزمرہ زندگی سے متعلق اللہ تعالیٰ کے ایک تاکیدی حکم اور اس پر عمل پیرا ہونے کے ایک خاص موقع کا جو رمضان کے معاً بعد پیدا ہونے والا ہے ذکر کرتے ہیں۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والی لازوال و بے مثال شریعت یعنی قرآن مجید میں دیا ہے، اسی قرآن مجید میں جس کے نزول کی سالگرہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض قرار دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہ حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ (الانفال آیات ۲۱ تا ۲۳)	اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو ان میں سے کسی سے منہ نہ پھیرو اس حالت میں کہ تم اس کا حکم سن رہے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے کہا تھا کہ ہم سنتے ہیں پر وہ سنتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حیوانات سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں اور جو کچھ بھی عقل نہیں رکھتے۔

اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے کسی حال میں بھی منہ نہ پھیرنے سے متعلق منفی نوعیت کا اتنا واضح حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آگے چل کر ایک نہایت تاکیدی مثبت حکم بھی دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج (الانفال آیت ۲۵)	اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جبکہ وہ تمہیں نئی زندگی سے ہمکنار کرنے کے لئے پکارے۔

ان آیات میں مومنوں کو اللہ اور اس کے مبعوث کردہ مامور کے حکم کی بجا آوری سے پہلوتہی نہ کرنے

کی تلقین کرنے کے بعد انہیں یہ تاکیدی حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی اُس کا مامور یا اُس مامور کا نائب اور خلیفہ انہیں اللہ کے نام پر آواز دے کر بلائے اور اس غرض سے بلائے کہ وہ انہیں ایک نئی زندگی سے ہمکنار کرے (اور مامور من اللہ مومنوں کو ہمیشہ بلاتا ہی اس غرض سے ہے) تو ان کا یہ فرض ہے کہ وہ سب کام کاج چھوڑ کر اور سب دنیوی مصروفیتیں ترک کر کے فوراً اُس کے حضور میں آجمع ہوں اور اُس کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہوں۔ مومنوں کو یہ تاکیدی حکم اللہ تعالیٰ نے اُس آخری اور ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والی شریعت میں دیا ہے جس کے نزول کی سالگرہ کے طور پر رمضان کا بابرکت مہینہ اور اور اس کی مخصوص عبادات مقرر کی گئی ہیں، اور جن میں سے ہم آجکل گزر رہے ہیں۔

سو ان بابرکت ایام میں رمضان کی عظیم الشان برکتوں سے متمتع ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ امسال رمضان کے معاً بعد ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے اس تاکیدی حکم کی تعمیل پیرا ہونے اور اس طرح اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کر کے خدائی افضال و انعامات کا مورد بننے کا ایک اور انمول موقع بھی پیدا ہونے والا ہے اور وہ ہے ہمارے نہایت درجہ مقدس و بابرکت للّٰہی جلسہ سالانہ میں شمولیت کا خاص موقع جو ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر کو ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس میں شمولیت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک مستقل حکم کے ذریعہ ہمیں ان الفاظ میں پکارا ہے:-

"آج کے دن کے بعد جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض لِلّٰہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔" (آسمانی فیصلہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلسہ سالانہ میں شمولیت کو ہر صاحب استطاعت احمدی کے لئے لازمی قرار دیتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:-

"سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدرِ ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اُس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پروا نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اُس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے

اِس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"　　　(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

رمضان سے حاصل ہونے والے اِس بنیادی سبق کے پیشِ نظر کہ تمام برکتیں خدا اور رسولؐ نیز رسولؐ کے خلفاء اور نائبین کی والہانہ اطاعت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ہمارا اوّلین فرض یہ ہے کہ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ کے خدائی حکم پر عمل پیرا ہونے کا جو انمول موقع رمضان کے معاً بعد پیدا ہونے والا ہے ہم اُس پر پہلے سے بھی بڑھ کر لبیک کہتے ہوئے والہانہ اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ عزم کر لینا چاہیئے کہ وہ اللہ اور رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہیں کرے گا اور جلسۂ سالانہ میں شمولیت کے سلسلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مستقل اور دائمی حکم پر دل سے لبیک کہتے ہوئے دیوانہ وار اپنے مرکز کی طرف کھنچا چلا آئے گا۔ اطاعت کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کرنے میں یقیناً خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے بموجب ہر ایک قدم پر ہمیں ثواب دے گا اور حسب سابق ہمیں اپنی غیر معمولی برکتوں سے نواز کر ہماری مشکلات اور اضطراب کے حالات ہم پر آسان کر دے گا اور ہمارے ہمّ و غم دور فرما کر ہم کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے گا اور ہماری مرادات کی راہیں ہم پر کھول دے گا اور ہمارا اخلاص اور ہماری دعائیں قبول فرما کر اسلام کو روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرمائے گا۔ امسال تو خاص طور پر ہم میں سے کسی ایک فرد کو بھی جلسۂ سالانہ میں شمولیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دائمی حکم پر لبیک کہنے میں کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیئے ورنہ یہ غفلت اِس امر کی علامت ہو گی کہ اُس نے رمضان کے روزے رکھنے اور اس کی مخصوص عبادات بجا لانے کے باوجود رمضان کے اِس بنیادی سبق سے کہ تمام برکتیں والہانہ اطاعت کے ساتھ وابستہ ہیں خاطر خواہ فائدہ نہیں اُٹھایا۔

پس احباب کو چاہیئے کہ وہ خاص طور پر امسال کسی بھی دنیوی حرج کی پرواہ نہ کرتے اور کسی بھی روک کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جلسۂ سالانہ کی عظیم الشان برکتوں سے فیضیاب ہونے کی خاطر دیوانہ وار کھنچے چلے آئیں اور خدائی آواز پر لبیک کہنے میں اطاعت کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کر دکھائیں کہ تمام سابقہ ریکارڈ مات ہو جائیں۔ حصولِ ثواب کی خاطر یاد دہانی کے رنگ میں مسیح محمدی علیہ السلام کے سدھائے ہوئے طیور سے ہماری گزارش یہی ہے کہ کسی بھی حرج کی پرواہ نہ کرتے اور راستہ کی ہر روک کو

کو پھاندتے ہوئے آؤ، دوڑتے ہوئے دیوانہ وار آؤ اور کمال وارفتگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس شان سے آؤ کہ دنیا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا کا پہلے سے بھی بڑھ کر پُر کیف و پُر شکوہ نظارہ دیکھ کر عش عش کر اُٹھے اور بے اختیار یہ گواہی دے کہ یہی خدا کے وہ اطاعت گزار و وفا شعار بندے ہیں جن پر اُس کا خاص فضل و رحم ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے رمضان کے بنیادی سبق کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کی روشنی میں جلسۂ سالانہ میں شمولیت سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دائمی اور نہایت درجہ تاکیدی حکم پر والہانہ طور پر لبیک کہتے ہوئے امسال پہلے سے بھی بڑھ کر شان کیساتھ اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر خود ہی اپنے فضل سے ہمیں اُن عظیم الشان برکتوں سے مالا مال فرمائے جنہیں اُس نے والہانہ اطاعت کے ساتھ وابستہ ٹھہرایا ہے۔ آمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

داخلینِ سلسلۂ بیعت کے لئے نہایت ضروری امر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"تمام مخلصین داخلینِ سلسلۂ بیعت اِس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اِس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اِس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالےٰ چاہے تو کسی بُرہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقینِ کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اِس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے .... سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔"

(آسمانی فیصلہ)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جلسہ سالانہ کی عظمت و اہمیت اور اسکے اغراض و مقاصد

یہ جلسہ کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے اسے معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے

ہمارے نہایت درجہ مقدس و بابرکت للّٰہی جلسہ سالانہ کے مبارک ایّام قریب آرہے ہیں۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ اِس جلسہ کی عظمت و اہمیّت کا پُورا پُورا احساس کرتے ہوئے اسے جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح فرمایا ہے معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں بلکہ اِس بات پر پختہ یقین اور ایمان رکھتے ہوئے کہ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے اس میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے آئیں اور دیوانہ وار آئیں اور اپنی جھولیوں کو موعودہ آسمانی رحمتوں اور فضلوں اور برکتوں سے بھر کر اور روحانی نعمتوں سے مالا مال ہوکر اپنے گھروں کو واپس لوٹیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُن پُرسوز و پُر درد اور جامع و مانع دُعاؤں کے وارث بنیں جو قیامت تک سال بسال اس میں شامل ہونے والوں کے لئے حضور علیہ السلام پہلے ہی فرما گئے ہیں۔ ذیل میں ہم جلسۂ سالانہ کی عظمت و اہمیت کے متعلق حضور علیہ السلام کا ایک نہایت اہم ارشاد اور اس تعلق میں حضورؑ کی خصوصی دعائیں خود حضورؑ ہی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ (ادارہ)

فرمایا — ”اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے انکی معرفت ترقی پذیر ہو پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے اِس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ

ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقۂ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں۔ چنانچہ انہی دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جماعتوں پر رحم رکھتے ہیں اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت طیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔

سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدرِ ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پروا نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا، نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالفِ قرآن روایتوں کو ملانے والے، اور خدا تعالیٰ اس امتِ وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا، وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی، وہی ہدایت جو ابتدا سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا، ضرور یہی ہوگا، جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جاوے۔

بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرما دے اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی

عنایت کرے اور اُن کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھا دیوے جن پر اُس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتامِ سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوّت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"۔

(اشتہار ۷؍ دسمبر ۱۸۹۲ء)

جلسۂ سالانہ اور کم مقدرت احباب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقّت سرمایۂ سفر میسّر آجاوے گا گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائیگا۔ اور بہتر ہوگا جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تاکہ ایک علیحدہ فہرست میں اُن تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتّی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں"۔　　(آسمانی فیصلہ)

عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جَلَالُكَ مَقْصُوْدٌ فَأَيِّدْ وَأَظْهِرِ

(اے خدا مجھے تیرا جلال مقصود ہے میری مدد کر اور اپنا جلال ظاہر فرما)

اِلٰهِيْ اَغِثْنِيْ يَا اِلٰهِيْ اَمِدَّنِيْ ۔۔۔ وَبَشِّرْ بِمَقْصُوْدِيْ حَنَانًا وَخَبِّرِ

الٰہی! میری فریاد رسی کر، الٰہی! میری مدد کر۔ اور اپنی مہربانی سے مجھ کو میرے مقصود کی بشارت دے اور مجھے اس سے آگاہ کر

اَنِرْنِيْ بِنُوْرِكَ يَا مَلَاذِيْ وَمَلْجَأِيْ ۔۔۔ نَعُوْذُ بِوَجْهِكَ مِنْ ظَلَامٍ مُّدَعْثِرِ

مجھے اپنے نور سے منور کر اے میرے ملجا و ماوٰی۔ میں تیرے چہرے کی بدولت سخت تاریکی سے پناہ مانگتا ہوں۔

وَكُنْ رَبِّ حَنَّانًا كَمَا كُنْتَ دَائِمًا ۔۔۔ وَاِنْ كُنْتُ قَدْ غَادَرْتُ عَهْدًا فَذَكِّرِ

اے خدا! تو ایسا مہربان ہو جا جیسے تو پہلے ہمیشہ تھا۔ اگر میں عہد سے بے وفائی کر چکا ہوں تو یاد دلا دے۔

وَاِنَّكَ مَوْلًى رَاحِمٌ ذُوْ كَرَامَةٍ ۔۔۔ فَبَعِّدْ عَنِ الْغِلْمَانِ يَوْمَ التَّشَوُّرِ

اے میرے مولیٰ تو ہی مہربان صاحبِ کرم ہے۔ اپنے غلاموں سے خواری کے دن کو ٹال دے۔

وَلَيْسَتْ عَلَيْكَ رُمُوْزُ اَمْرِيْ بِغُمَّةٍ ۔۔۔ وَتَعْرِفُ مَسْتُوْرِيْ وَتَدْرِيْ مُقَعَّرِيْ

اور تجھ سے میرے معاملہ کے بھید چھپے ہوئے نہیں۔ تو میری پوشیدہ باتوں کو اور میرے دل کے بھید کو جانتا ہے۔

زُلَالُكَ مَطْلُوْبٌ فَاَخْرِجْ عُيُوْنَهٗ ۔۔۔ جَلَالُكَ مَقْصُوْدٌ فَاَيِّدْ وَاَظْهِرِ

تیری وحی کا صاف شیریں پانی مطلوب ہے پس اسکے چشمے جاری کر۔ اسی طرح مجھے تیرا جلال مقصود ہے میری مدد کر اور اپنے جلال کو ظاہر فرما

وَجَدْنَاكَ رَحْمَانًا فَمَا الْهَمُّ بَعْدَهٗ ۔۔۔ نَعُوْذُ بِنُوْرِكَ مِنْ زَمَانٍ مُّكَوَّرِ

ہم نے تجھے بہت شفقت کرنے والا پایا ہے اسکے بعد غم کیسا۔ اے خدا! تاریک وقت سے ہم تیرے نور کی پناہ میں آتے ہیں۔

(سرّ الخلافہ)

فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دمد ز گلشنِ شاں آنچہ دلکشا باشد

(عاشقانِ دینِ محمد کے چمن میں وہ بہار جوش مارتی ہے جو مفرحِ دل ہے)

فدائے بازوئے آناں ہزار زاہد باد — کہ جانِ شاں بہ رہِ دینِ حق فنا باشد

ان لوگوں کے ایک بازو پر ہزار زاہد قربان ہوں — جن کی جان دینِ حق پر نثار ہے۔

گرفتگانِ محبّت مسخّرانِ جمال — روندگانِ رہے کاں رہِ فنا باشد

وہ محبّت کے قیدی اور حُسن کے بندے ہیں۔ — اور اس راہ پہ چلنے والے ہیں جو فنا کا راستہ ہے۔

امامِ وقت ہماں پہلوانِ میدانست — کہ تیغ بر سر و سر پیشِ آشنا باشد

امامِ وقت میدانِ کارزار کا وہی پہلوان ہے — جس کے سر پہ تلوار ہے اور سر دوست کے حضور میں ہے۔

جہان و جاہِ جہاں نزدِ شاں چناں ہیچ است — کہ پیشِ چشمِ تو یک خس ز بوریا باشد

ان کے نزدیک دنیا اور دنیا کی عزّت ایسی حقیر چیز ہے — جیسے تیری نظر میں بوریے کا ایک تنکا۔

بحضرتِ صمدی آبروئے ہے دادند — دعائے گریۂ شاں خارق السّما باشد

یہ لوگ بارگاہِ صمدی میں عزّت والے ہیں، — اور ان کی آہ و زاری کی دُعا آسمان کو چیر دیتی ہے۔

رمد زِ صحبتِ شاں جذبہ ہائے تاریکی — دمد ز گلشنِ شاں آنچہ دلکشا باشد

ان کی صحبت میں رہ کر گناہ کا جذبہ بھاگ جاتا ہے — اور ان کے چمن میں وہ بہار جوش مارتی ہے جو مفرحِ دل ہے۔

ہزار جہد کُنی زر نگردد ایں مسِ نفس — مگر بدوستیٔ شاں کہ کیمیا باشد

تُو ہزار کوشش کر یہ نفس کا تانبا سونا نہیں بنے گا۔ — مگر ان کی دوستی سے جو کیمیا کا اثر رکھتی ہے یہ بات ہو سکتی ہے۔

(تریاق القلوب)

جلسہ سالانہ کے عظیم الشان مقاصد اور ہمارا فرض

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۵ جنوری ۱۹۶۸ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے جلسہ سالانہ کے آٹھ عظیم الشان مقاصد پر نہایت بصیرت افروز پیرایہ میں روشنی ڈالی تھی اور جہاں تک ان مقاصد کی تکمیل کا تعلق ہے حضور نے احباب کو ان کے بعض نہایت ہی اہم فرائض کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اُن میں سے بعض فرائض یاد دہانی کے طور پر ہم ذیل میں درج کرتے ہیں حضور نے جلسہ سالانہ کی عظمت و اہمیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے دو قیمتی اقتباس پڑھنے کے بعد (جنہیں ہم نے اس شمارہ کے مقالہ افتتاحیہ میں پہلے پیش کر دیا ہے) فرمایا:۔

"یہ دو اقتباسات جو اس وقت میں نے آپ دوستوں کو سنائے ہیں ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل باتوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں جس طرح میلے ہوتے ہیں اور دوسرے اجتماع ہوتے ہیں اس قسم کا یہ جلسہ نہیں ہے۔ اس لئے جو غرض اس جلسہ کے انعقاد کی ہے اس سے کبھی غافل نہ رہیں اور اس کے حصول کے لئے حتّی الوسع انتہائی کوشش کرتے رہیں۔ پس یہ معمولی جلسہ نہیں ہے یہ تو ایک روحانی اجتماع ہے۔ اس روحانی اجتماع میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو روحانی فضا پیدا ہوتی ہے ایک تو اس میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہیں ہونا چاہیئے اس سے بچتے رہنا چاہیئے اور دوسرے اس روحانی فضا سے جس قدر برکات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۲) دوسری بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ دوست محض للّٰہ ربّانی باتوں کو سننے کے لئے شرکت کریں۔ اس چھوٹے سے فقرہ میں بڑی حکمت کی بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کی ہے اور وہ یہ کہ جلسہ میں شرکت کی غرض یہ نہ ہو کہ فلاں کی یا فلاں کی باتیں سننی ہیں، غرض یہ ہو کہ ہم نے ربّانی باتیں سننے کے لئے یہاں جمع ہونا ہے۔ تو جہاں تک افراد اور انسانوں کا تعلق تھا ان کو ہمارے ذہنوں سے اس فقرہ نے محو کر دیا اور یہ بات حاضر رہی کہ ہم

نے خدا کے لئے جمع ہونا ہے تاکہ ہم خدا کی باتیں اس اجتماع میں سنیں خواہ وہ کسی منہ سے نکلیں۔ اس سے یہ ذمہ داری بھی ہم پر عائد ہوتی ہے کہ جو دوست جلسہ میں شمولیت کے لئے باہر سے تشریف لائیں یا وہ مقامی دوست جو جلسہ میں کسی کام پر کسی فرض کو ادا نہ کر رہے ہوں وہ اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ تقاریر کے پروگرام میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ ......

(۳) تیسری بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی کہ اس اجتماع میں اجتماعی اور انفرادی دعاؤں کے بہت سے مواقع ملتے ہیں۔ ان دعاؤں میں شریک ہونے اور ان مواقع سے فائدہ اٹھانے کی نیت سے اس اجتماع میں شامل ہونا چاہیئے۔ اس لئے جو یہاں آتے ہیں اور جو یہاں رہتے ہیں اور خدمت پر اس وقت لگے ہوئے نہیں ہوتے ان کا یہ فرض ہے کہ وہ ان دعاؤں کے مواقع کو ضائع نہ کریں ..... خاص توجہ اور انہماک کے ساتھ زیادہ تر ان ایام کے سب اوقات دعاؤں سے معمور ہونے چاہئیں۔ کوئی لحظہ بھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے ان ایام میں جو دعا سے خالی اور اللہ تعالیٰ کی برکت سے خالی ہو۔

(۴) چوتھی بات جماعت کو مخاطب کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی کہ اس جلسہ میں شمولیت کے لئے کچھ نہ کچھ دنیوی حرج کرنا پڑتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کسی قسم کا کوئی حرج بھی آپ نہ کریں اور پھر اس میں شامل ہو جائیں۔ باہر سے آنے والے پیسہ خرچ کرتے ہیں، اپنی رخصتیں خرچ کرتے ہیں، اپنی تجارتوں کو چھوڑ کے اس جلسہ کی برکات میں حصہ لینے کے لئے اس میں جمع ہوتے ہیں۔ ...... پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں یہ فرمایا کہ کچھ نہ کچھ حرج تمہیں کرنا پڑے گا، کچھ تکلیف اُٹھانی پڑے گی، کچھ مال خرچ کرنا پڑے گا، کچھ عادتوں کو چھوڑنا پڑے گا لیکن خدا کے لئے اور ربانی باتوں کو سننے کے لئے تمہیں ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ ......

سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے اگر باہر کی جماعتوں تک میری آواز پہنچ جائے یا جن کو پہلے پتا اس بات کا علم ہو، یا جنہیں یاد دہانی کرائی گئی ہو وہ ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس جلسہ میں شامل ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کو پورا کریں اور اپنے لئے برکت کے سامان پیدا کریں۔"

(الفضل ۸ ر احسان (جون) ۱۳۴۷ ہش)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک کی چند یادیں اور تاثرات

(رقم فرمودہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی)

خاکسار نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ یہ درخواست کی تھی کہ سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے کسی پہلو پر اپنے تاثرات قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں۔ مجھے علم تھا کہ حضرت موصوفہ کی طبیعت علیل رہتی ہے اور ان کی صحت اس امر کی متحمل نہیں ہو سکتی کہ کوئی مضمون رقم فرمائیں مگر دل میں یہ زبردست خواہش تھی کہ حضرت موصوفہ سے چند کلمات ہی بطور تبرک حاصل کر لئے جائیں۔ بڑے ڈرتے ڈرتے میں نے یہ خط لکھا لیکن میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب دو روز بعد ہی حضرت موصوفہ نے ازراہ شفقت و کمال دلداری اپنے کچھ تاثرات قلمبند کر کے مجھے بھجوا دیئے اور جو انصار اللہ مرکزیہ کے تیرھویں سالانہ اجتماع منعقدہ اخاء (اکتوبر) ۱۳۴۷ ہش میں سنائے گئے۔

حضرت موصوفہ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا:-

"برادرم مکرم۔ السلام علیکم۔ میری طبیعت خراب ہے۔ سر درد اور کمزوری ہر وقت مگر کسی وقت زیادہ ہو جاتی ہے۔ لکھنا خاص طور پر محال ہے مگر نہ معلوم کیسے آپ کا خیال آگیا اور یہ چند سطور ارسال ہیں۔

ان اذکار کو تحریر میں لانے لگو تو خواد ذخیرہ بہت ہی کم ہے پھر بھی دل چاہتا ہے کہے جاؤں۔ مگر اب طاقت نہیں رہی۔ والسلام

مبارکہ"

اس موقع پر میں احباب سے گزارش کروں گا کہ حضرت ممدوحہ کی درازی عمر اور صحت و عافیت کے لئے

خاص طور پر دعا فرماتے رہیں کیونکہ آپ شعائر اللہ میں سے ہیں اور آپ کا حق ہے کہ آپ کے لئے مسلسل خصوصیت سے دعائیں کی جائیں۔ آپ ہمارے محبوب آقا علیہ السلام کی ایک نشانی ہیں اور آپ کا وجود ہم سب کے لئے باعثِ رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اِس نشانِ رحمت کو تا دیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین۔

(خاکسار حبیب اللہ خان ایم ایس سی قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آل محمّدٍ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

حضرت مسیح موعودؑ کے ہمراہ چند سفر جو مَیں نے کئے ان کی یاد کا اکثر حصہ اور تاثرات میرے دماغ میں محفوظ ہیں۔ لاہور کے پہلے سفر (یعنی اس آخری سفر سے پہلے کے) اور دوسرے سفر دھلی، سیالکوٹ، امرتسر کے سفر۔ جن میں شور و شر بھی سُنا، مخالفت کا زور شور بھی کانوں میں پڑتا رہا۔ مگر مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ مطمئن اور بشاش ہی پایا۔ دہلی میں ہمارے مکان کے پشت کی جانب جو کھڑکیاں تھیں زنانہ کمروں کی جانب اُن کے ساتھ لگ کر سکھائے پڑھائے آوارہ گرد لڑکے گندی گالیاں بکتے اور پیشاب کرتے تھے جو بھر یوں اور سوراخوں سے اندر بھی آ جاتا۔ غرض اندر بیٹھے بھی ہم لوگوں کو محسوس ہوتا تھا کہ ایک آگ مخالفت کی بھڑک اُٹھی ہے۔ مگر آپؑ بالکل دنیا والوں سے بے پرواہ اپنے کاموں میں مشغول رہتے اور کوئی اثر غصہ وغیرہ کا آپؑ پر کبھی ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ غیر احمدی عزیز خواتین آتی تھیں اُن کی خاطر مدارات بھی ہوتی تھی۔ مرزا حیرت جو اُن ایام میں مخالفت میں پیش پیش تھے۔ اُن کی والدہ حضرت نانی اماں صاحبہ کی عزیزہ تھیں وہ ملنے آئیں۔ ان کو اس سے غرض نہ تھی کہ بیٹا کیا کہہ رہا ہے۔ وہ اپنا عزیزدارانہ سلوک پیار محبت کا نبھائے چلی جا رہی تھیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی حضرت امّاں جان کو عزیزوں سے ملنے پر کسی مرد عزیز کی شرارت اور دشمنی کی وجہ سے نہیں روکا تھا۔ اگر کوئی عزت و محبت سے ملتا آپؑ بھی اُسی طرح عزت اور خاطر داری کا سلوک فرماتے۔

غرض مخالفت اور گالی گلوچ کا اثر مَیں نے کبھی آپ پر نہیں دیکھا۔ جیسے آپؑ کو قطعی پرواہ نہیں۔ اور ظاہر تھا کہ گویا آپؑ کا طریق یہی ہے کہ "تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنا کام کئے جائیں گے"۔ آپؑ کو اپنی ذات کے لئے کبھی جوش نہیں آتا تھا۔ بے قرار ہو اُٹھتے تھے تو بس صرف اپنے اللہ تعالیٰ کے لئے اور

رسول کریمؐ کی ذاتِ اقدس پر حملہ دیکھ کر۔ گالیوں کے خطوط نہایت ناپاک آتے اور ان کو دیکھ کر ایک الگ صندوق رکھا تھا اس میں پھینک دیتے۔

لاہور میں ٹاہلی کے درخت پر ایک مزدور گویا محض گالیاں دینے کو جاہل مخالفین نے متعین کیا ہوا تھا ہر وقت اس کی بکواس گونجتی مگر میں نے کبھی حضرت اقدسؑ کی پیشانی پر بل نہیں دیکھا۔ کہا تو یہی کہا کوئی پانی ہی پلا دے اس کا تو گلا بھی پھٹ جاتا ہو گا۔

ہم نے ہر سفر میں مخالفت کا پرچا سُنا مگر آپؑ جب باہر سے تشریف لاتے، لوگوں سے مل کر یا تقریر کے بعد، بلکہ ہمیشہ ہی آپ کا روئے مبارک اطمینانِ قلب اور روحانی مسرت کے نور سے چمکتا ہی رہتا تھا۔ کافی باتیں رفتہ رفتہ یاد آ جاتی ہیں خواہ چھوٹی چھوٹی ہوں مگر ہر تفصیل پر جذباتِ دل سے مجبور ہو کر مختصراً پیش کرنا مشکل ہو جاتا ہے ـــ تو اختصار ہی اختیار کیا ہے ـــ میری یاد میں پہلا سفر جو بہت اچھی طرح یاد ہے گورداسپور کا تھا۔ مقدمہ کرم دین کے سلسلہ میں آپؑ بار بار گورداسپور جاتے تھے۔ حضرت اماں جان (ام المومنین علیہا السلام) کی زچگی ہونے والی تھی یا شاید ہو چکی تھی۔ ہمشیرہ امۃ الحفیظ بیگم کی پیدائش کا ذکر ہے۔ آپؑ گئے ہوتے تو حضرت ام المومنین بہت اُداس ہوتی تھیں۔ میں نے آپؑ کی جدائی میں ان کو اکثر چپکے چپکے آنسو بہاتے اور کوئی شعر پڑھتے سُنا ہے۔ مگر آپؑ جب تشریف لاتے ہشاش بشاش ہوتے۔ مقدمہ کا کوئی فکر آپؑ پر نہیں معلوم ہوتا تھا، نہ تھا ہی۔ پھر آپؑ ہم کو لے گئے۔ گورداسپور میں ایک کافی وسیع مکان لیا گیا تھا، دو منزلہ، اس میں سب کا قیام تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اُوپر کی منزل پر ہی رہتے تھے۔ اور لوگوں کو تو مقدمہ لمبا ہونے وغیرہ کا فکر ہو گا ہی مگر مجھے خوب یاد ہے کہ کبھی آپؑ کو متفکر نہیں دیکھا۔ آپؑ کا چہرہ اسی طرح پُر نور اور شاداب رہتا تھا۔ ہاں قادیان کو ضرور یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اب جلد قادیان جانے کو دل چاہتا ہے۔ میں آپؑ کے گھر میں ہوتے وقت اکثر آپؑ کے قریب رہی ہوں۔ ایک دن آپؑ ٹہل رہے تھے اور ساتھ حضرت اماں جان بھی۔ میں بھی ساتھ ہی پھرنے لگی، اس روز حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اودھ کے (معزول) بادشاہ (یا کسی اَور لکھنوی شاعر) نے لکھنؤ کے فراق میں یہ شعر کہا تھا

؎ یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے لکھنؤ

مگر ہم تو قادیان کی یاد میں اب اس کو یوں پڑھتے ہیں کہ

؎

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

مجھے اُسی وقت سے یہ شعر یاد رہا ہے۔ اس شعر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سفرِ انگلینڈ میں اپنی نظم "فراقِ قادیان" میں شامل فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ یہ شعر واجد علی شاہ، شاہِ اودھ یا کسی اور لکھنوی شاعر کا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ نے قادیان کی یاد میں اس کو "قادیاں" لگا کر مگر اس کی اصل بتا کر پڑھا تھا۔ کوئی اعتراض کر دے کبھی تو آپ لوگ یہ جواب اور یہ شہادت یاد رکھیں۔

غرض کوئی اداسی کا ماحول گورداسپور میں ہمارے گھر میں نہ تھا۔ اسی طرح اوقاتِ فرصت میں ہم لوگوں سے بات کرتے، سیر کو بھجواتے۔

میں سوچتی ہوں کوئی دنیوی باعزت شخصیت ہو، جس کا رشتہ روحانی اللہ تعالیٰ سے اس رنگ کا اور اس قدر پختہ نہ ہو تو اس کا مقدمہ وغیرہ اور کسی پہلو سے بھی ہتک وغیرہ کے تصور سے گھبرا جانا ضرور ہے کہ دیکھیں کیا ہو کیا نہ ہو وغیرہ۔ مگر وہاں تو مقصود ہی اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور محبوب بھی اور دل کا سہارا، ولی و رفیق بھی وہی۔ پھر کوئی خطرہ کس کو یاد رہتا۔ فتح بھی چاہتے تھے تو صرف اُس کے نام کی خاطر۔ جس کا ہاتھ اپنے مولیٰ کے ہاتھ میں ہو اُس کو دُنیا کبھی نہیں ڈرا سکتی۔ یہ امر ایسے ہی وجودوں کو دیکھ کر ظاہر اور ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک چھوٹی سی بات لطیفہ ہی سمجھ لیں یاد آگئی ہے وہ بھی سُن لیں۔ ہمشیرہ امۃ الحفیظ کے لئے ایک کھلائی کا آپؑ نے کسی احمدی بھائی کو لکھ کر انتظام کروایا تھا۔ پنڈی سے کسی بھائی نے ایک بہت صاف ستھری ہوشیار عورت کو بھجوایا تھا۔ وہ بھی ساتھ تھیں۔ بہت معتبر سی معلوم ہوتی تھیں۔ وفا بیگم نام تھا۔ وعدہ لیا گیا تھا کہ بچی کو چھوڑ کر نہیں جانا ہوگا اور جب تک ہوشیار نہ ہو جائے اس کو پالنا ہوگا۔ وفا بیگم نے بڑے وثوق سے عہد کئے تھے کہ ہرگز چھوڑ کر نہیں جاؤں گی وغیرہ۔ کام بھی اچھا کرتی تھیں۔ مگر ایک روز صبح دیکھا گیا کہ وفا بیگم چپکے سے رات کو لڑکی کو چھوڑ کر غائب ہو گئیں۔

جب یہ خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُدپر پہنچائی گئی تو آپؑ نے فی البدیہہ فرمایا ؎

عجب ہے رنگ دنیا کا وفا نے بے وفائی کی
بہت وعدے کئے اس نے پر آخر میں بُرائی کی

آپ کا یہ شعر کہنا مجھے برابر یاد رہا ہے۔

والسلام
مبارکہ

صحت کو قائم رکھنے کے اصول

(محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کے لئے اپنے دو قانون جاری فرمائے ہیں۔ ایک تو روحانی قانون ہے اور دوسرا جسمانی قانون ہے۔ روحانی قانون کے تحت اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں اپنے نبی مبعوث فرماتا رہا تا اُس زمانہ کے لوگ اُس پر ایمان لائیں اور نیک اعمال بجا لائیں اور اِس طرح اپنی روحوں کی صحت برقرار رکھیں۔

جسمانی قانون کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم طبّ اور سائنس سے نوازا تا وہ ان علوم کے مطابق عمل کر کے اس کے فضل سے جسم کی صحت کو قائم رکھ سکے۔ یہ دونوں قانون ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی روح تو زمانہ کی شریعت کے مطابق صحت مند ہو مگر جسم بیمار ہو تو وہ جسم کی بیماری اور معذوری کی وجہ سے شریعت کے احکام پر پوری طرح کاربند نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو خاص جسمانی قویٰ عطا فرماتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں شریعت پر خود پوری طرح عمل کر کے اپنے ماننے والوں کے لئے ایک مثالی نمونہ قائم کرنا ہوتا ہے۔

ہمارے سیّد و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ایک کامل صحتمند جسم عطا فرمایا تھا اور آپؐ کو اِس امر کا خاص خیال تھا کہ آپؐ صحت کو برقرار رکھیں تا دین کی جو بہت بھاری ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی تھی آپؐ اس کو پوری طرح نبھا سکیں۔ اِس سلسلہ میں ایک حدیث ہے جس میں آپؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں میں سے اُس سے زیادہ محبّت کرتا ہے جو زیادہ صحت مند ہو۔ پس ہم جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشقِ صادق روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے افراد ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اسلام کی فتح کے لئے اپنا سب زور لگا دیں گے ہم پر کس قدر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنی صحتوں کا خاص خیال رکھیں تا دین کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید وجود بن سکیں اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق پا سکیں۔

صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے

(۱) **غذا**: سب سے پہلی چیز جو انسان کی صحت پر اثر ڈالتی ہے غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اپنی صفتِ رحمانیت کے تحت ہمارے لئے ہمارے جسم کے مطابق غذائیں پیدا کی ہیں۔ مثلاً پروٹینز ہیں، چکنائی ہے اور کاربوہائی ڈریٹس یعنی نشاستہ والی غذائیں ہیں۔ حیاتین ہیں اور نمکیات ہیں۔ ان سب چیزوں کی ایک مناسب مقدار ہمارے جسم کے لئے ضروری ہے اور اگر ہم اس کا خیال نہ رکھیں تو کسی ایک چیز کی کمی ہماری صحت کو خراب کردیگی اور اسی طرح کسی ایک چیز کی ضرورت سے زیادہ کثرت بھی ہماری صحت پر بُرا اثر ڈالے گی۔ پس غذا متناسب ہونی چاہیئے یعنی ہمارے کھانے میں کچھ حصہ گوشت کا ہو، کچھ آٹے کا ہو، کچھ گھی ہو۔ اور باقی سبزیات اور پھل اگر میسر آسکیں تو مناسب مقدار میں ان کا کھانا بھی ضروری ہے۔

غذا کو بہت چبا چبا کر کھانا چاہیئے۔ اس طرح غذا اچھی طرح ہضم ہو جاتی ہے۔ جلد جلد کھانے سے غذا ہضم نہیں ہوتی اور ایسے افراد سوءِ ہضمی کے مرض میں مبتلا ہو کر اپنی صحت کو خراب کر لیتے ہیں۔ نیز ایک اور نہایت ضروری بات جس کا خیال رکھنا چاہیئے یہ ہے کہ جب بھوک ہو تو کھانا کھایا جائے اور ابھی بھوک باقی ہو تو چھوڑ دیا جائے۔ یہ نہایت لطیف ہدایت ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو دی ہے اور اسی لئے دی ہے کہ آپؐ کے ماننے والے غذا کے معاملہ میں افراط و تفریط سے کام نہ لیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی صحتیں خراب نہ ہو جائیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے۔ اس سے بھی آپؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مومن بندوں کو چاہیئے کہ وہ کھانا اُس وقت چھوڑ دیں جب ابھی بھوک باقی ہو۔ پس غذا کے استعمال میں اعتدال نہایت ضروری ہے۔ کھانا خوب چبا چبا کر اور ٹھہر ٹھہر کر کھانا چاہیئے اور اطمینان سے بیٹھ کر کھانا چاہیئے۔ غذا میں جسم کی ضروریات کے مطابق تمام اجزاء مناسب مقدار میں ہونے چاہیئیں اور جب کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دینا چاہیئے۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی بدہضمی کی تکلیف نہ ہو گی اور جسم میں فاسد مادے انشاء اللہ اکٹھے نہ ہوں گے اور ہماری صحت خراب نہ ہو گی۔ جسم میں فاسد مادوں کا اجتماع غذا کی بدپرہیزی یا بسیار خوری کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ یہ فاسد مادے

ہماری شریانوں میں جمع ہوتے رہتے ہیں جس کے نتیجہ میں شریانوں اور دل کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۲) دوسری چیز جو صحت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے وہ **ورزش** ہے۔ ہر عمر میں انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ عمر کے مطابق مناسب ورزش کا خیال رکھے۔ چھوٹی عمروں میں زیادہ مشقّت والی کھیلیں کھیلی جاتی ہیں مگر جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے نسبتاً کم مشقّت والی ورزش کرنی چاہیئے انصار اللہ کے لئے گھوڑا سواری، تیرنا اور پیدل سیر مناسب ورزشیں ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد سیر زیادہ بہتر ہے اور کم از کم چار پانچ میل چلنا ضروری ہے۔ ورزش سے انسان کے جسم میں توانائی قائم رہتی ہے۔ وہ اپنے فرائض بہتر طریق پر ادا کر سکتا ہے۔ جو شخص باقاعدگی سے ورزش کرتا ہے اس کے جسم کے اندر فاسد مادے جمع نہیں رہتے۔ اور یہی فاسد مادے درحقیقت انسانی جسم میں جمع ہو کر اس کی صحت کو خراب کر دیتے ہیں۔ ورزش کے متعلق بھی ہمارے سامنے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ موجود ہے۔ آپؐ گھوڑا سواری فرماتے، تیر اندازی فرماتے اور ان میں صحابہؓ کو شامل کرتے نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی التزام سے ورزش فرمایا کرتے۔ فجر کی نماز کے بعد آپؑ پانچ چھ میل لمبی سیر فرماتے اور آپؑ کا قدم تیز ہوتا کیونکہ تیز قدم سے چلنا ہی درحقیقت صحیح ورزش ہے۔ پس ہمیں بھی اس کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور مناسب ورزش کو دن کی مصروفیات کا ایک لازمی حصہ خیال کرنا چاہیئے۔

(۳) تیسری چیز جو صحت کے لئے ضروری ہے وہ **تازہ ہوا** ہے۔ انسان کی بقا کے لئے آکسیجن نہایت ضروری چیز ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہوا میں آکسیجن کافی مقدار میں رکھی ہے۔ بند کمروں میں آکسیجن کی نسبت کم ہوتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ سردیوں کے موسم میں انسان جب کمروں کے اندر سوئے تو ایسا انتظام ہو کہ کمرہ میں باہر کی ہوا کا گزر ہو۔ مثلاً روشندان کھلے رکھے جائیں وغیرہ۔

(۴) چوتھی چیز جو صحت کے لئے ضروری ہے وہ **مناسب آرام** ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ "ہم نے رات کو اس لئے پیدا کیا ہے تا تم آرام اور سکون حاصل کرو"۔ انسانی جسم کے بقا کے لئے آرام نہایت لازمی جزو ہے۔ بڑی عمر میں نسبتاً زیادہ آرام کی ضرورت ہے مثلاً رات کو چھ گھنٹے آرام کی نیند لینا اور پھر دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹہ آرام کرنا انسان کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ دوپہر کے آرام کے متعلق بھی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اشارہ فرمایا ہے۔ مگر افسوس ہے اس بارہ میں ہمارے اکثر دوست خیال نہیں کرتے۔ وہ نہ صرف یہ کہ خود آرام نہیں کرتے بلکہ عین دوپہر کے وقت دوسروں کو ملنے چلے جاتے ہیں اور اس طرح اُن کے آرام میں بھی مخل ہوتے ہیں۔

اگر انسان مسلسل کئی روز بغیر ایک لمحہ آرام کئے گزار دے تو اس کے اعصاب جواب دیدیتے ہیں اِلّا ما شاء اللہ۔ اور بعض اوقات جنون تک حالت پہنچ جاتی ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ صحت کو قائم رکھنے کے لئے مناسب آرام کا ضرور خیال رکھا کریں۔

(۵) پانچویں چیز جو صحت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے وہ **صفائی** اور پاکیزگی ہے۔

صفائی اور پاکیزگی پر اسلام نے بہت زور دیا ہے۔ اگر انسان اِن باتوں کا خیال نہ رکھے تو گندگی پھیلتی ہے جس سے مختلف قسم کے جراثیم نشو و نما پاتے ہیں، وبائیں پھوٹتی ہیں اور ان وباؤں میں جب انسان مبتلا ہوتا ہے تو اس کے جسم کی قوّت کم ہو کر صحت کو خراب کرتی ہے۔

صفائی اور طہارت کے بارہ میں جس قدر زور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اس کا عشر عشیر بھی کسی اَور نبی کی تعلیم میں نہیں ملتا۔ آپؐ نے ہر قسم کی صفائی کا حکم اپنی اُمّت کو دیا جس میں جسم کی صفائی، گھر کی صفائی اور ماحول یعنی محلّہ کی صفائی شامل ہے۔

جسم کی صفائی میں آپؐ نے مُنہ کی صفائی پر بہت زور دیا۔ مسواک کرنا آپ کو بہت ہی محبوب تھا اور آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آپؐ کے خیال میں یہ بات آپؐ کی اُمّت پر بار نہ ہوتی تو آپؐ پانچوں بار وضو کے ساتھ مسواک کرنا لازمی قرار دیدیتے۔ اس سے مُنہ کی صفائی کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ دراصل اگر مُنہ کی صفائی صحیح طریق پر نہ کی جائے تو غذا کے ذرّے دانتوں کے ریخوں میں جم جاتے ہیں اور پھر گل سڑ کر ان میں جراثیم پیدا ہوتے ہیں جو نہ صرف مُنہ اور مسوڑھوں کو خراب کرتے ہیں بلکہ معدہ پر بھی بہت بُرا اثر ڈالتے ہیں اور صحت کو خراب کر دیتے ہیں۔

ماحول اور گھر کی صفائی کا اگر خیال نہ رکھا جائے تو گندگی کے ڈھیروں پر مکھیاں بیٹھتی ہیں، جراثیم پنپتے ہیں اور اس طرح وبائی بیماریاں پھوٹتی ہیں جن میں انسان مبتلا ہوتے ہیں اور اس طرح ان کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ گھر کی صفائی کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق روایت ہے کہ آپؑ اپنے ہاتھ سے فینائل پانی میں ملا کر نالیوں میں ڈال دیا کرتے تھے۔

پس ہمیں بھی اپنے پیارے آقا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے مطاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت پر چلتے ہوئے جسم، گھر اور ماحول کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

(۶) چھٹی چیز جو صحت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے وہ دل کی **شگفتگی اور خوشی** ہے۔ انسان اگر خوش رہے تو اس کی صحت ٹھیک رہتی ہے۔ اس کے برعکس چھوٹی چھوٹی باتوں پر طبیعت میں رنج کا پیدا ہونا اور مغموم رہنا صحت کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے۔ آپ کے دل میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ خوش رہنا انسان کے اختیار میں نہیں کیونکہ ہماری زندگی میں کئی دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن سے انسان کا دل غمگین اور پریشان ہوتا ہے۔ یہ درست ہے مگر ایک مومن کے لئے جب بھی کبھی ایسے لمحات رنج پیدا ہوں یا کوئی نقصان جانی یا مالی ہو تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اگر ہمارا رب جو بے حد رحیم و کریم ہے کبھی ہماری آزمائش کے لئے ہمیں ایسے امتحانوں میں ڈالے تو ہمیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر اس کی رضا پر راضی ہونا چاہیئے۔ اگر ہم صدق دل سے اس پر یقین کرتے ہوئے یہ آیۃ کریمہ پڑھیں گے تو ہمارے رنج و غم اور صدمات کا بوجھ ہمارے دلوں پر نہیں پڑے گا۔ خوش رہنے کے لئے ایک اور نہایت مجرّب نسخہ ہمارے پیارے رب نے ہمیں بتایا ہے اور وہ یہ ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرو تو تمہیں اطمینانِ قلب حاصل ہو گا اور رنج و غم کا اثر دل پر نہیں پڑے گا۔ پس دوستوں کو اس طرف بہت توجہ دینی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"دست در کار دل با یار"

مراد یہ کہ ذکر الٰہی انسان ہر حالت میں کر سکتا ہے۔ اور اگر کسی کو اس کی عادت پڑ جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کو ہمیشہ مدّنظر رکھتے ہوئے اس کے ذکر میں لگا رہے تو پھر اسکو اطمینانِ قلب حاصل ہو گا اور جس کو یہ متاع حاصل ہو جائے اس کی جسمانی صحت بھی بفضل ایزدی قائم رہے گی۔ یعنی ابتلاؤں اور آزمائشوں کے وقت بھی اس کے دل میں بشاشت قائم رہیگی اور صحت پر برُا اثر نہیں پڑے گا۔

(۷) ساتویں چیز جو صحت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے وہ **منشیات اور مضر اشیاء کے استعمال سے پرہیز** ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کو تو واضح طور پر حرام فرما دیا۔ اس کے علاوہ

مومنین کی ایک یہ علامت بھی بتائی کہ وہ لغویات سے پرہیز کرتے ہیں۔ لغویات میں سگریٹ نوشی وغیرہ ہر قسم کے منشیات آجاتے ہیں۔ ان چیزوں سے پرہیز کرنا صحت کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے کیونکہ یہ تمام ضرر رساں اشیاء ہیں جو آہستہ آہستہ انسان کے جسم پر بُرا اثر ڈالتی ہیں اور بالآخر صحت کو بالکل برباد کر دیتی ہیں۔ دوستوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

(۸) آٹھویں اور آخری مگر سب سے زیادہ اہم چیز جو صحت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے وہ **دُعا** ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر بے حد احسان فرمایا ہے اور کہا ہے کہ تم صدق دل سے مجھ سے مانگو میں دونگا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جسم بھی تو اللہ تعالےٰ نے ہی عطا فرمایا ہے اور محض اُسی کے فضل اور احسان سے ہماری صحت ٹھیک اور قائم رہ سکتی ہے تو کیا ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم ہر قسم کی رحمتوں، برکتوں اور فیوض کے سرچشمہ کی طرف پوری توجہ سے جھکیں اور اس سے التجا کریں کہ اے ہمارے خالق تُو نے اپنے فضل سے ہمیں یہ جسم عطا فرمایا ہے تُو ہی اپنے خاص فضل سے ہماری لغزشوں اور گناہوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں اچھی صحت صرف اس لئے عطا فرما کہ ہم اپنے دینی فرائض کو بہتر طریق پر تیری رضا کی راہوں پر چلتے ہوئے ادا کر سکیں۔ ہم صحیح معنوں میں تیری عبادات بجا لاسکیں، ہم صحیح رنگ میں تیرے دین کی خدمت کر سکیں اور تیرے بندوں کے حقوق پوری طرح ادا کر سکیں۔ تُو تمام جہانوں کا بادشاہ ہے، تُو تمام قدرتوں کا مالک ہے، ہم نہایت حقیر بے بس انسان ہیں اور لاشئے محض ہیں۔ پس تُو ہمارے لئے اپنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دے اور ہماری بیمار روحوں اور ہمارے بیمار جسموں کو اپنے دستِ قدرت سے شفا عطا فرما اور ہمیں صحت مند رُوح اور صحت مند جسم عطا فرما اور ہمیں اپنی رضا کی جنت میں داخل فرما۔ آمین یا ربّ العٰلمین ٭

قرآن کے نور سے فائدہ اٹھانے کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

”جیسے اندھا سورج سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا اسی طرح جو متقی نہیں وہ قرآن کے نور سے کچھ روشنی نہ پاسکے گا۔“

(بدر ۹ر جنوری ۱۹۰۸ء بحوالہ ملفوظات جلد دہم حاشیہ صفحہ ۵۹)

فرض شناسی اور دیانت و امانت

(مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف استاذ الجامعۃ الاحمدیہ)

اللہ تعالیٰ کے فرستادہ جہاں نظریات کی اصلاح کرتے ہیں وہاں ان کے ذریعہ لوگوں کے اخلاق واعمال میں بھی ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ جب تک کوئی فرد یا قوم اپنے اندر نیک تغیّر پیدا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اپنی سُنّت کو نہیں بدلتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (سورۃ رعد آیت ۱۲)

سطور ذیل میں ہم واضح کریں گے کہ کس طرح اعلیٰ اخلاق اور اچھے اوصاف مسیح پاک علیہ السلام کے ذریعہ ان لوگوں میں پیدا ہوئے جنہوں نے اخلاص سے آپؑ کو قبول کیا اور آپؑ کے ارشادات پر عمل کیا۔ یہ وہ زندگی کی رُوح تھی جو مسیح پاک علیہ السلام نے مُردہ تنوں میں پھونکی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبل از وقت آپؑ کو خبر دی تھی کہ اللہ کی یہ عنایت آپؑ کے ذریعہ اب مسلمانوں کے شاملِ حال ہونے والی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ اس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ اس عاجز کے تحت میں ایک شخص نائب تحا فرنظر دفتر کی طرح ہے۔ اتنے میں ایک اردلی دوڑتا ہوا آیا کہ مسلمانوں کی مسل پیش ہونے کا حکم ہے وہ جلد نکالو۔ پس یہ رؤیا بھی دلالت کرتی ہے کہ عنایتِ الٰہیہ بھی مسلمانوں کی اصلاح وترقی کی طرف متوجہ ہے اور یقین کامل ہے کہ اسی قوّتِ ایمان اور اخلاص اور توکّل کو جو مسلمانوں کو فراموش ہو گئے ہیں پھر خداوند کریم یاد دلائے گا۔" (تذکرہ صفحہ ۶۱-۶۲)

فرض شناسی اور دیانت وامانت ایسے اوصاف ہیں کہ کوئی فرد اور کوئی قوم انہیں اپنائے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کے تنزّل کے اسباب بیان فرماتے ہوئے اُن سے یوں مخاطب ہوتے ہیں ؎

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی ضمن میں مسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ؎

غفلت تری اے مسلم کب تک چلی جائے گی
یا فرض کو تو سمجھے یا تجھ سے خدا سمجھے

پس دیانت و امانت ترک کر کے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اور فرض کو نہ سمجھنے والے سے خدا ہی سمجھتا ہے۔ فرض شناسی اور امانت و دیانت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دیانت و امانت کا تقاضا ہے کہ آدمی فرض شناس ہو۔

قرآن مجید نے دیانت و امانت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ تو یہ ہے کہ ہر طاقت اور وصف جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ودیعت کیا ہے اس کا صحیح اور برمحل استعمال کیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والوں نے اس بارہ میں کیا معیار قائم کیا ــــــ یہ مسیحائی اُس مسیح کے صدقے ملی جسے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں بھیجا۔ ٹھنڈی رہے وہ بینا آنکھ جو ان حقائق کو دیکھے۔

فرض شناسی

حضرت منشی برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ گڑھ شنکر کے رہنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ مدتوں وکیل المال رہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں بیعت کی تھی۔ ۷ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء کو وفات پائی۔ اپنی فرض شناسی اور محنت کی وجہ سے یہ بہت معروف تھے ــــــ اُن کے اس وصف کو اُن سے ہی سنیئے۔ فرماتے ہیں :-

”حضور کی خدمت میں روزانہ رپورٹ پیش کرنے کے لئے حسابات بنانے اور خطوط کی منظوری کی روزانہ اطلاع دینے اور تحریک جدید کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد مزید تکمیل کے لئے دفتر کی پابندی کا سوال ہی نہ رہا اور نہ ہی میں نے سنہ ۱۹۰۲ء سے سنہ ۱۹۰۸ء اور پھر سنہ ۱۹۰۹ء سے اب تک اس کا خیال کیا کہ دفتر کا وقت ختم ہو گیا چلو گھر چلیں۔ بلکہ یہ بات گھٹی میں پڑی ہوئی تھی کہ جب تک روزانہ کا کام ختم نہ ہو دفتر بند نہ ہو۔ اگر ضرورت پڑے تو گھر لے جا کر بھی روزانہ کام ختم کرو۔ پس میں نے دفتر کے وقت کا خیال نہیں رکھا بلکہ روزانہ کام ختم کرنا اصول بنایا ...... اتفاق کی بات ہے کہ تحریک جدید کا دفتر حضور کے قصر خلافت میں تھا خاکسار تو رات کے دس بجے یا کبھی بارہ بجے تک کام کرتا تھا مگر حضور ایک دو بجے تک عموماً اور بعض دفعہ ساری رات بھی

کام کرتے اور نماز فجر پڑھانے کے لئے تشریف لیجاتے۔ جب خانسامہ کا آقا ساری ساری رات کام کرتا تھا تو میرے لئے کیا عذر تھا کہ زیادہ وقت لگا کر کام پورا نہ کروں۔"

(اصحاب احمد جلد ہفتم صہ ۲۳۴)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"کاروبار کا ترک اس لئے کیا تھا کہ اب خدمتِ سلسلہ کے لئے عملاً زندگی وقف کر دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے تمام جماعت کو اس کا عملی سبق دیا اور قادیان آکر مرکزی کاموں میں حصہ لیا۔ انہوں نے کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ کیا کام اُن کو دیا جائے۔ اور اپنے فرائض کی بجا آوری میں اپنے مقام اور کام کے لحاظ سے انہوں نے کبھی کسی نمائش کو پسند نہ کیا۔ صیغہ جاتِ نظارت میں وہ ناظر اعلیٰ تھے جو کام کے لحاظ سے سب سے بڑا عہدہ ہے۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے پریذیڈنٹ تھے مگر سچ یہ ہے کہ باوجود اپنے اس اعلیٰ مقام کے وہ اپنے آپ کو عام افراد سے ممتاز نہ سمجھتے تھے۔ یہ معمولی امر نہیں بلکہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ انہوں نے اِس منصب کو حکومت کا مقام نہیں سمجھا بلکہ خدمت کا مقام۔ اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد اُن کے لئے اپنے دل میں بے حد عزت اور عظمت رکھتا تھا اور نہایت محبت کے ساتھ اُن کو دیکھتا تھا۔"

(اصحابِ احمد جلد یازدہم صہ ۱۵۷)

آپ کی فرض شناسی سے متعلق حضرت عرفانی صاحبؓ کی زبان سے مزید سُنیئے۔ فرماتے ہیں:۔

"میں اِس موقعہ پر چوہدری صاحب کی دفتری زندگی پر ایک نظر کئے بغیر آگے نہیں جا سکتا۔ عام طور پر لوگ آنریری کام کو یا تو اپنی نمائش و نمود کے لئے یا بطور مشغلہ کے کرتے ہیں۔ مگر چوہدری صاحب اِس کام کو اس کام سے زیادہ عزت و وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے جو کسی دنیوی مفاد اور معاوضہ کے لئے کیا جائے۔ وہ اپنے فرضِ منصبی کے لئے جہاں تک میرا تجربہ ہے ٹھیک وقت پر دفتر آنے والے تھے اور خواہ کچھ بھی ہو اِسی طرح پر آیا کرتے تھے جیسے کوئی مزدور کام پر اس لئے جا رہا ہے کہ اگر دیر ہو جائے گی تو اس کا کچھ نقصان ہو جائے گا اور وہ مادی مفاد سے محروم ہو جائے گا۔ چونکہ نظارتوں کے دفاتر کو جانے کے لئے میرے کوچہ سے گزر کر جانا لازمی ہے اور میں ان نظارتوں کو ایک غور طلب اور مطالعہ کن نظر سے دیکھنے کا عادی ہوں میں نے کبھی کسی ناظر کو چوہدری صاحب سے پہلے دفتر کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور چوہدری صاحب ایسے وقت پر جایا

کرتے تھے کہ وقت سے پہلے پہنچ جائیں۔ پھر جب تک وہ دفتر میں رہتے ہر وقت اپنے کام میں مصروف رہتے اور اگر دفتری کام کسی دن ہلکا ہو تو وہ اُس وقت کو فارغ سمجھ کر دفتر چھوڑ کر گھر نہیں چلے جاتے تھے بلکہ دفتر کے پورے گھنٹوں میں دفتر میں موجود رہتے اور اس فارغ وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کا انڈکس تیار کیا کرتے تھے جو نہایت محنت اور دیدہ ریزی کا کام ہے چوہدری صاحبؓ کی عملی دفتری زندگی اُن کاغذات سے بخوبی ظاہر ہے جو اُن کے سامنے پیش ہوتے۔ وہ کاغذات کو زیادہ دیر تک ملتوی نہ رکھتے تھے۔ فوراً اس پر جو فیصلہ کرنا ہو کر دیتے تھے۔ ...... وہ اِس کے خوگر نہ تھے کہ اپنا تفوق ظاہر کریں یا کام کو کسی وجہ سے التوا میں ڈالیں۔ عام طور پر وہ خود اپنے ہاتھ سے احکام لکھتے لیکن محرّر سے بھی لکھواتے۔ اس میں اُن کا طریق عمل یہ تھا کہ محرّر اُن کے خیالات اور دماغ پر حکومت کرے یا وہ آسانی کے لئے اس پر چھوڑ دیں کہ جو چاہے لکھ دے اور وہ دستخط کر دیں بلکہ وہ خود املاء کراتے تھے۔ قواعد و ضوابط کے پورے پابند۔"

(اصحاب احمد جلد یازدہم صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۰)

حق یہ ہے کہ جس چیز کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِن صحابہؓ نے اپنا فرض سمجھا اُسے بجا لائے۔ ایک واقعہ سُنیئے اور اندازہ کیجئے کہ جس چیز کو انہوں نے فرض سمجھا اُسے کس طرح ادا کیا۔ حضرت عرفانی کبیرؓ فرماتے ہیں:-

"اِس پیرانہ سالی میں جبکہ دماغ زیادہ محنت برداشت نہیں کر سکتا تھا انہوں نے خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے قرآن مجید کو حفظ کیا۔ اور یہ ایک روحِ صداقت تھی جو اُن کے اندر کام کرتی تھی۔ کسی نے اُن سے پوچھا تو کہا کہ قانون کی اتنی بڑی کتابیں حفظ کر لیں اور اب تک بہت بڑا حصہ نظائر کا یاد ہے۔ خدا تعالیٰ کی کتاب کو حفظ نہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔"

(اصحاب احمد جلد یازدہم ۱۶۱)

امانت و دیانت

حضرت منشی عبدالرحمن صاحب کپورتھلوی ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو انہوں نے استخارہ کیا۔ آپ کو استخارہ کرنے پر آواز آئی "عبدالرحمن آجا"۔ سو سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ابن حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ

لکھتے ہیں:۔

"منشی صاحبؓ نے پچپن سال ملازمت کی۔ اس زمانے میں افسرِ اعلیٰ کی مرضی پر موقوف ہوتا تھا کہ حقِ پنشن کے بعد بھی مناسب اور قابل شخص کو ملازمت میں توسیع دیتا ہے۔ منشی صاحب ایک طویل عرصہ تک ناظر محکمہ جنگی رہے۔ لاکھوں روپے کا حساب کتاب تھا۔ کئی کمانڈر انچیف آئے اور گئے سب منشی صاحب کی دیانت اور خدمت گذاری کے قدردان تھے۔ ۵۵ سال کے بعد منشی صاحبؓ سبکدوش ہوئے تو حساب میں کوئی بقایا آپ کے ذمہ نہ تھا حالانکہ نظارت کا عہدہ حسابات کے لحاظ سے بڑا مشکل اور پیچیدہ معاملہ ہے۔ کم کوئی ایسے شخص ہوں گے جو حسابات کی الجھنوں سے پاک نکلیں لیکن منشی صاحبؓ کا رویہ ایسا تھا کہ

بگیر۔ درِ تعلق دلا زمر غسابی بود در آب جو بر خاست خشک پر بر خاست

منشی صاحبؓ کی دیانت مندرجہ ذیل دو واقعات سے بھی ہویدا ہے اور نیز یہ کہ آپ تقویٰ کی کس قدر باریک راہوں پر چلنے والے تھے۔

اوّل پنشن پانے کے بعد منشی صاحبؓ نے اپنی ملازمت کا پھر محاسبہ کیا اور یہ محسوس کیا کہ وہ سرکاری سٹیشنری میں سے غریب طلباء یا بعض احباب کو وقتاً فوقتاً کوئی کاغذ قلم دوات یا پنسل دیتے رہے ہیں۔ بات یہ تھی کہ محلے کے طلباء بچے یا دوست احباب منشی صاحب سے کوئی چیز مانگ لیتے تھے اور لحاظ کے طور پر منشی صاحب دے دیتے تھے یہ ایک بہت ہی ناقابلِ ذکر شے ہوتی تھی اور کئی سالوں میں بھی پانچ سات روپے سے زیادہ قیمت نہ رکھتی ہوگی لیکن منشی صاحبؓ نے محسوس کیا کہ انہیں ایسا کرنے کا دراصل حق نہیں تھا۔ پس آپ نے کپورتھلہ کے وزیرِ اعظم کو لکھا کہ مَیں نے اس طریق پر بعض دفعہ سٹیشنری صرف کی ہے آپ صدرِ ریاست ہونے کی وجہ سے مجھے معاف کر دیں تا کہ میں خدا تعالیٰ کے روبرو جوابدہی سے بچ جاؤں۔

دوسرا واقعہ منشی صاحب بوڑھے ہوگئے۔ روزنامچہ لکھنے کی عادت تھی۔ آپؓ نے یہ دیکھنا چاہا کہ میرے ذمہ کسی کا قرضہ تو نہیں ہے۔ روزنامچے کی پڑتال کرتے ہوئے کوئی چالیس سال قبل کا ایک واقعہ درج تھا یعنی منشی صاحبؓ نے ایک غیر احمدی سے ملکر ایک معمولی سی تجارت کی تھی اس کے نفع سے بروئے حساب ۱۴ روپے کے قریب منشی صاحبؓ

کے ذمہ نکلتے تھے۔ آپ نے یہ رقم حقدار کے نام بذریعہ منی آرڈر بھجوا دی تا رسید بھی حاصل ہو جائے۔ وہ شخص کپور تھلہ کا رہنے والا تھا اور عجب خان اس کا نام تھا۔ منی آرڈر وصول ہونے کے بعد وہ اپنی مسجد میں گیا اور لوگوں سے کہا کہ تم احمدیوں کو برا تو کہتے ہو لیکن یہ نمونہ بھی تو کہیں دکھاؤ۔ چالیس ۴۰ سال کا واقعہ ہے اور خود مجھے بھی یہ یاد نہیں کہ میری کوئی رقم منشی صاحب کے ذمہ نکلتی ہے۔"

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اپنے والد محترم حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مسیح پاکؑ کے یہ صحابہ کتنے امین تھے اور کس قدر فرض شناس۔

"جب میں نے لاہور کام شروع کیا تو مجھ سے فرمایا ہمیشہ یاد رکھنا کہ جو شخص تمہیں اپنی طرف سے وکیل مقرر کرتا ہے وہ ایک امانت تمہارے سپرد کرتا ہے۔ اس امانت کا حق پورے طور پر ادا کرنے کے لئے تم اللہ تعالیٰ کے روبرو ذمہ دار ہو۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی کے متعلق آپ کا اپنا معیار بہت بلند تھا۔ مندرجہ ذیل دو واقعات سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے دادا صاحب کی وفات کے بعد چند سال والد صاحبؓ کا یہ معمول رہا تھا کہ ہر اتوار کے دن ڈسکہ جایا کرتے تھے تاکہ خاندانی امور اور جائداد کی دیکھ بھال بھی کر سکیں اور اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے چھوٹے بھائی کی صحبت میں کچھ وقت گزار سکیں۔ اُن دنوں ڈسکہ اور سیالکوٹ اور ڈسکہ اور سمبڑیال کے درمیان کی سڑکیں دونوں کچی تھیں۔ سیالکوٹ اور ڈسکہ کے درمیان سفر کچی سڑک پر اِکّے کی سواری کے ذریعہ ہوتا تھا۔ پندرہ ۱۵ سولہ ۱۶ میل کا فاصلہ اڑھائی تین گھنٹے میں طے ہوتا تھا۔ والد صاحب عموماً ہفتہ کے دن کچہری کے کام سے فارغ ہونے کے بعد سیالکوٹ سے روانہ ہوا کرتے تھے اور اتوار کے دن عصر اور مغرب کے درمیان ڈسکہ سے واپسی کے سفر پر روانہ ہوا کرتے تھے۔ بعض دفعہ ڈسکہ میونسپل کمیٹی کے اجلاس میں شمولیت کی وجہ سے روانگی مغرب کے بعد تک ملتوی ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں اتوار کا تمام دن بارش ہوتی رہی۔ والد صاحب کو روانہ ہونے میں دیر ہو گئی اور جب آپ سفر کے لئے تیار ہوئے تو اندھیرا ہو گیا تھا۔ بارش ابھی تھمی نہیں تھی۔ ہوا تیز تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ رات کے اندھیرے میں کوئی اِکّے والا روانہ

ہونے پر آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ والد صاحب کو فکر تھی کہ گو فجر کے بعد روانہ ہو کر بھی عدالت کا کام شروع ہونے تک سیالکوٹ پہنچ سکیں گے لیکن جب تک سیالکوٹ پہنچ نہ جائیں مؤکلوں کو پریشانی رہے گی۔ چنانچہ عشاء کے بعد سردی اور تیز ہوا کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ پیدل روانہ ہو گئے اور تمام رات اندھیرے میں گرتے پڑتے سولہ میل کا سفر طے کر کے فجر کے وقت کیچڑ میں لت پت سیالکوٹ پہنچ گئے۔

دوسرا واقعہ :-

"ہمارے ایک بھائی حمید اللہ خان تھے وہ آٹھ نو سال کی عمر میں چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ ان کی وفات فجر کے وقت ہوئی۔ والد صاحب تمام رات ان کی تیمار داری میں مصروف رہے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی تجہیز و تکفین، جنازہ اور دفن سے فارغ ہو کر عدالت کھلنے پر حسب دستور عدالت میں اپنے کام پر حاضر ہو گئے۔ نہ مؤکلوں میں سے کسی کو احساس ہوا اور نہ افسران عدالت یا آپ کے ہم پیشہ اصحاب میں سے کسی کو اطلاع ہوئی کہ آپ اپنے ایک لخت جگر کو سپرد خاک کر کے اپنے مولا کی رضا پر راضی اور شاکر اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے حسب معمول کمربستہ حاضر ہو گئے ہیں۔ دن کے دوران میں آپ کے ایک ہم پیشہ دوست نے جو آپ کے دفتر کے کمرہ کے شریک بھی تھے سرسری طور پر دریافت کیا، حمید اللہ خان کا آج کیا حال ہے تو آپ نے جواب دیا، حمید اللہ خان کا اپنے رب کی جناب میں بہت اچھا حال ہے۔ اب کوئی تکلیف نہیں۔ اس پر انہوں نے بہت حیرت کا اظہار کیا اور شکایت کی کہ آپ نے اطلاع کیوں نہ دی تاہم لوگ تجہیز و تکفین میں ہاتھ بٹا سکتے اور جنازے میں شریک ہو سکتے۔ اور پھر آج کچہری آنے کی کیا پابندی تھی آپ مجھے کہلا بھیجتے میں آپ کی جگہ تمام کام نپٹا دیتا۔ آپ نے جواب میں اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اطلاع تو اس لئے نہیں دی کہ کام کا دن تھا، آپ کو بے وقت پریشانی ہوتی۔ کچھ دوست آ گئے تھے اور تمام کام سرانجام پا گیا۔ اور کچہری اس لئے آ گیا ہوں کہ مؤکلوں کو اپنے کام کی فکر ہو گی اور میری ذمہ داری میں میرے ذاتی صدمہ کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی۔"

(اصحاب احمد جلد یازدہم صفحہ ۱۶۵ و ۱۶۶)

چوہدری نور احمد صاحب حضرت چوہدری نصراللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ جب کہ آپ ناظر اعلیٰ تھے لنگرخانہ میں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا لنگرخانہ سے قیمتاً بھی کھانا مل سکتا ہے اور اس کی کیا شرح ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ اعلیٰ کھانا کی شرح دس روپے ماہوار ہے۔ آپ نے جھٹ دس روپے میرے حوالہ کئے اور رسید طلب فرمائی اور فرمایا کہ ایک ماہ تک میں لنگرخانہ سے کھانا کھاؤں گا..... چنانچہ آپ بارہ بجے تشریف لا کر کھانا تناول فرماتے۔ بزرگوں کا آپس میں بہت محبت کا سلوک تھا ناظر ضیافت حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ نے مجھے فرمایا کہ کچھ میٹھی چیز زردہ یا فرنی بھی ساتھ رکھ دیا کریں۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن حضرت چوہدری صاحبؓ نے بالالتزام ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ کبھی اتفاقاً کوئی میٹھی چیز مل جائے تو الگ امر ہے کیونکہ میں نے اس کے لئے رقم ادا نہیں کی۔" (اصحاب احمد جلد یازدہم ص۱۳۱)

امانت اور دیانت کی روشن مثال

اگر دیانت اور امانت کا جوہر موجود ہو تو ہر قسم کے اکلِ حرام سے آدمی پرہیز کرے گا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی صحبت میں دیکھئے کس طرح آپؑ کے ایک صحابی نے یہ کھایا ہوا اُگلا۔ حضرت چوہدری فضل احمد صاحب جو حضرت نواب محمد دین صاحبؓ کے بھائی تھے سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا کہ رشوت کی توبہ تو یہی ہے کہ جن سے رشوت لی ہے اُن کو واپس کی جائے تو رد پیرچادر میں ڈال لیا اور قریہ بقریہ، کوچہ بکوچہ پھر پھر کر وہ رشوت واپس کی جو لوگوں سے لی ہوئی تھی۔ اے کاش ارضِ پاک کو چوہدری فضل احمد جیسے کارکن مل جائیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ مسلمانوں کو اُن کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ کہ خدائے ذوالعرش نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَبْدِكَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ اَلْفَ اَلْفِ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ وَعَلٰی اَصْحَابِھِمَا اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ✦

قبولیتِ دعا کیلئے تین ضروری شرائط

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ کا ایک مقرب بندہ روحانیت میں ترقی کرتے کرتے جب اس درجہ تک پہنچ جائے کہ ایک طرف وہ اللہ کے فضل اور اُس کی دی ہوئی توفیق سے خدا تعالیٰ کی امانتوں، ذمہ داریوں اور اُن عہدوں کو جو اس نے اس سے استوار کر رکھے ہیں پوری طرح نباہتے اور ان سے عہدہ برآ ہونے میں کوئی کمی نہ رہنے دے اور دوسری طرف ہمدردیٔ خلائق اور حقوق العباد سے بھی عہدہ برآ ہو اور اِس طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کی ادائیگی میں تقویٰ کی باریک راہوں پر گامزن ہو تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے شدید محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اپنے خالق و مالک کے لئے اُس کی یہ محبت خود اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کو کھینچ لاتی ہے اور وہ خدا کی محبت کو حاصل کر کے ایک نئی زندگی پالیتا ہے۔ جب یہ روحانی کمال اور یہ حسن ایک مردِ مومن میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محبتِ الٰہی کو کھینچ لیتا ہے تو اس حالت میں جب وہ بظاہر کسی غیر ممکن اور محال امر کے لئے بھی دعا کرتا ہے اور اس دعا میں کامل تضرع اور خشوع و خضوع اختیار کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی دعا کو سنتا اور اس کی خاطر اپنی تقدیریں بدل دیتا ہے اور آسمان و زمین کو اُس کی تائیدمیں لگا دیتا ہے۔ اِس الٰہی تصرف سے اُس کے ایک محبوب بندے کی دعاؤں سے خارقِ عادت طور پر ناممکن امور وقوع پذیر ہو جاتے ہیں۔

مگر بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ ایسے کامل انسانوں کی بعض دعائیں قبول نہیں ہوتیں مثلاً ہر نبی کی یہ خواہش رہی ہے اور اس کے لئے وہ رات دن دعاؤں میں مصروف رہا ہے کہ اُن تمام لوگوں کو بھی ایمان کی دولت نصیب ہو جائے جو اس پر ایمان نہیں لاتے مگر اس کی یہ دعا خود اُس کے اپنے زمانہ میں اِس رنگ میں قبول نہیں ہوتی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منکرین اور کفار کی حالت کو دیکھ کر کڑھتے اور اس غم میں نڈھال ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یعنی کیا تو اِس غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ مگر حضورؐ کی ان دردمندانہ دعاؤں کے باوجود سارے کے سارے لوگوں کو ایمان نصیب نہ ہوا اس لئے کہ وہ گندی فطرت والے متعصب انسان

تھے جنہیں خدا کی پرواہ نہ تھی۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مقام قرب کے باوجود اس بارہ میں بمنشائے الٰہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آہ و زاریاں اور مضطربانہ دعائیں من وعن پوری نہ ہوئیں۔ بعض خارجی عوامل اور محرکات بعض اوقات ان مقرب ہستیوں کی بعض دعاؤں کی قبولیت میں حائل ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ دعا کرنے والی ہستیوں کی کوئی خامی نہیں ہوتی بلکہ جن لوگوں کے لئے وہ دعائیں کر رہے ہوتے ہیں اُن کی نااہلیت اور خدا تعالےٰ سے اُن کی بے رغبتی اس کا باعث ہوتی ہے پس دعاؤں کی قبولیت کے لئے مندرجہ ذیل تین امور ضروری ہیں۔

اوّل:۔ دعا کرنے والی ہستی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب و مقبول ہو اور اس کی نگاہ میں جلد درجہ پاکباز اور تقویٰ کی باریک راہوں پر گامزن ہو۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی کو کھینچ لانے والی ہو۔

دوم:۔ دعا کرنے والی ہستی کسی دوسرے کی زندگی کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے نفس پر موت وارد کرے، اس لئے کہ حقیقی دعا موت قبول کر لینے ہی کے مترادف ہے۔ جب وہ کسی کو بچانے کے لئے اس قدر تذلل اور عاجزی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے کہ گویا وہ اس کی خاطر مرا جا رہا ہے تو خدا تعالےٰ اپنے محبوب بندے کو بچانے کی خاطر اپنی تقدیریں بدل دیتا اور اپنے فیصلے روک دیتا ہے اور اپنے مقبول بندے کی خاطر اسے جس کے لئے وہ دعا کر رہا ہوتا ہے خارق عادت طور پر نجات دے دیتا ہے۔ بسا اوقات وہ کسی کو اس کی نافرمانی یا بدعملی کی بناء پر تباہ و برباد کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے لیکن جب اُس کا محبوب بندہ جسے اللہ تعالےٰ کے حضور وجاہت حاصل ہو اپنی تضرعات اور آہ و زاریوں کے ساتھ بیچ میں آ پڑتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنے محبوب بندے کی خاطر اپنا فیصلہ بدل دیتا ہے

سوم:۔ مگر اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی اور دوسروں کے لئے انتہائی دردمندی کے ساتھ یہ امر بھی ضروری ہے کہ اس سے دعا کی درخواست کرنے والا صدق دل، کامل اعتقاد، کامل وابستگی، کامل محبت، کامل یقین اور کامل غلامی اور کامل وفاداری کے ساتھ اس سے دعا کا خواہاں ہو دل میں یہ فیصلہ کر کے کہ خواہ دعا قبول ہو یا نہ ہو اس کی والہانہ محبت، اخلاص اور عقیدت مندی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یہ ایسی شرط ہے جو دعا کرنے والے کے اختیار میں نہیں ہوتی بلکہ اس کا انحصار دعا

کروانے والے کے اخلاص، صدق و وفا اور کامل عقیدت مندی اور کامل وابستگی پر ہوتا ہے۔ دُعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ خواہ کس قدر ہی مقرب کیوں نہ ہو اُس کی دُعا قبول نہیں ہوتی جب تک کہ دُعا کی درخواست کرنے والے کے دل میں اُس کے لئے اخلاص، وفاداری اور عقیدت مندی اور گہری وابستگی موجود نہ ہو۔

ان مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے بارے میں جن کی دعائیں اللہ تعالےٰ قبول فرماتا ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ قوم سخت نازک دل ہوتی ہے اور ان کی فراست چہرہ کو دیکھ کر پہچان سکتی ہے کہ یہ شخص کس درجہ کا اخلاص رکھتا ہے۔ اور یہ قوم باوجود نرم دل ہونے کے نہایت بے نیاز ہوتی ہے۔ ان کے دل خدا سے ایسے بے نیاز پیدا کئے ہوتے ہیں کہ متکبر اور خود غرض اور منافق طبع انسان کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اس قوم سے وہی لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں جو اِس قدر غلامانہ اطاعت ان کی اختیار کرتے ہیں کہ گویا مر ہی جاتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو قدم قدم پر بدظنی کرتا ہے اور دل میں کوئی اعتراض رکھتا ہے اور پُوری محبت اور ارادت نہیں رکھتا وہ بجائے فائدہ کے ہلاک ہوتا ہے۔"　(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۸)

پس نیم دلی اور محض فقت یہاں کام نہیں آتی۔ دل میں شکوک و شبہات رکھنے والے معترض قسم کے لوگ جو باوجود ان مقربانِ الٰہی کا دامن پکڑنے کے ان کے بارے میں متردد ہوں اور ان کے لئے اپنے دلوں میں کامل محبت، کامل ارادت اور کامل وفاداری نہ رکھتے ہوں وہ ان سے فیض حاصل نہیں کرتے۔ اس لئے ان مقربانِ الٰہی اور محبوبانِ خدا کے حضور جو اصطفاء اور اجتباء کا رنگ رکھتے ہوں دُعا کی درخواست کرنے سے قبل اپنے دل کو ٹٹولنا چاہیئے۔ اگر خلوصِ نیت، کامل اعتقاد، کامل

وابستگی اور ان سے غلامانہ صدق واخلاص اور اس درجہ دلی تعلق محبت موجود ہے کہ وہ اسے دیکھ کر اس کی خاطر اُسے بچانے کے لئے دردمندانہ دعا کی موت قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور اپنی محبت کا واسطہ دے کر خدا تعالےٰ کے رحم کے طالب ہوں تو وہ دعا خدا کے فضل سے اس کے حضور مقبول ہو گی اور خدا تعالیٰ اس کی خاطر اپنی بات چھوڑ دے گا لیکن اگر دل کے کسی گوشہ میں ان سے استغناء لاپرواہی اور یہ متکبرانہ خیال جاگزیں ہے کہ خود ہمیں بارگاہِ ایزدی میں قرب حاصل ہے اس لئے کسی اور سے دلی وابستگی اور عقیدت کی حاجت نہیں تو ایسے شخص کے لئے ان کی دعا نہ صرف مقبول و مسموع نہ ہو گی بلکہ اس کی منافقت عیاں ہو کر اُسے ہلاکت کے گڑھے میں گرا دے گی کیونکہ یہ قوم سخت نازک دل ہوتی ہے اور ان کی فراست چہرہ کو دیکھ کر پہچان جاتی ہے کہ دعا کی درخواست کرنے والا ان سے کس درجہ اخلاص رکھتا ہے۔ وہ متکبّر اور خود غرض اور منافق طبع انسانوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور نہ ان کے دل میں اُن کے لئے کوئی جوش پیدا ہوتا ہے جس سے بے تابانہ دعائیں نکلیں عیاذاً باللہ ؎

دُعا کرانے والا پہلے اپنی اصلاح کرے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہاں یہ میرا ایمان ہے کہ بیماروں یا مصیبت زدوں کے لئے دُعا کی جاوے تو اس کا اثر ضرور ہوتا ہے بلکہ ایک وقت یہ امر بطور نشان کے بھی مخالفوں کے سامنے پیش کیا گیا اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا..... لیکن دُعا کرانے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ پس جہاں تک ممکن ہو تم اپنے آپ کو درست کرو اور یہ یقیناً سمجھ لو کہ انسان کا پرستار کبھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳)

مغربی ممالک میں عیسائیت کے زوال و انحطاط کا ایک خاص پہلو

اب عوام ہی نہیں پادری بھی بڑی تعداد میں چرچ کو خیر باد کہہ رہے ہیں

گزشتہ شمارہ میں ہم نے مغربی کلیسیا میں تزلزل کے واضح آثار کے زیر عنوان ہالینڈ کے اخبارات کے بعض اقتباسات شائع کر کے واضح کیا تھا کہ بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی پیشگوئی کے بموجب اب مغربی ممالک میں عیسائیت کی صف لپٹنی شروع ہو گئی ہے۔ وہاں عیسائیت کا دم بھرنے والے اور اس کی اشاعت پر پانی کی طرح اپنے اموال خرچ کرنے والے اب خود عیسائی عقائد سے بدظن ہوتے جا رہے ہیں اور اسے خیر باد کہنے والوں کی تعداد میں بڑی سرعت کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ ہم نے اس طرف بھی اشارہ کیا تھا کہ گزشتہ صدی کے اواخر میں یورپ اور امریکہ کے پادری اور ان کی بڑی بڑی تنظیمیں ایشیا اور افریقہ کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنا کر خشکی اور تری پر عیسائیت کی حکمرانی کا خواب دیکھ رہی تھیں لیکن آج خود ان عیسائی پادریوں اور ان کی تنظیموں کو اُلٹے لینے کے دینے پڑے ہوئے ہیں دنیا بھر کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانا تو کجا خود عیسائیت کے گڑھ یورپ اور امریکہ میں عیسائیت کو سنبھالا دینا مشکل ہو رہا ہے۔

گزشتہ شمارہ میں تو ہم نے ہالینڈ کے اخبارات کے بعض اقتباسات پیش کر کے اس امر پر روشنی ڈالی تھی کہ مغربی ممالک میں عوام عیسائی عقائد سے بدظن ہو کر دھڑا دھڑ چرچ کو خیر باد کہہ رہے ہیں اور بڑی کثرت کے ساتھ چرچ سے اپنی لاتعلقی کا برملا اظہار کر رہے ہیں حتیٰ کہ چرچ سے عوام کی اس لاتعلقی کے نتیجہ میں وہاں بے شمار گرجا نہ صرف یہ کہ ویران پڑے ہیں بلکہ انہیں فروخت کیا جا رہا ہے تا کہ انہیں کسی اور مصرف میں لایا جا سکے۔ آج ہم خود مغربی ممالک کے اخبارات کے حوالہ سے اس امر پر روشنی ڈالتے ہیں کہ وہاں عیسائیت سے بیزاری کی رَو عوام میں ہی نہیں پائی جاتی بلکہ خود عیسائی پادری اور راہب بھی عیسائیت کو

بڑی تعداد میں خیرباد کہہ رہے ہیں حتّٰی کہ ان ممالک میں دن بدن پادریوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ خود عیسائی پادریوں کا اس طرح عیسائیت کو خیرباد کہہ کر دہریت کی طرف مائل ہونا اس امر کا ایک واضح ثبوت ہے کہ وہاں عیسائیت اب اپنے آخری دموں پر ہے اور وہ دن دُور نہیں ہے جب وہاں عیسائیت کی صف کلّی طور پر لپیٹ جائے گی۔

جہاں تک مغربی ممالک میں عیسائی پادریوں کے چرچ کو خیرباد کہنے کا تعلق ہے چرچ سے ان کی مسلسل علیحدگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو یہ ہے کہ دینی تعلیم حاصل کر کے پادریوں کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا عزم کرنے والوں کی تعداد دن بدن گرتی جا رہی ہے یعنی اب چرچ کو نئے پادری بہت کم تعداد میں میسّر آ رہے ہیں۔ چرچ سے خود پادریوں کی لاتعلقی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ پُرانے پادری عمر کا ایک حصّہ چرچ کی خدمت میں گزارنے کے باوجود اب پادریت کے پیشے کو ترک کر رہے ہیں۔ سو گویا مغربی چرچ آجکل دُہری مشکل میں پھنسا ہوا ہے۔ ایک طرف پُرانے پادری اپنی ملازمتوں سے استعفےٰ دے کر علیحدہ ہوتے جا رہے ہیں اور دوسری طرف پادری تیار کرنے والے اداروں میں نوجوانوں کے داخل ہونے کی رفتار سال بسال سُست پڑتی جا رہی ہے۔ گویا ہر سال ان اداروں سے اتنے پادری تیار ہو کر نہیں نکلتے جتنے پہلے نکلا کرتے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جتنے نئے پادری ان اداروں سے حاصل ہوتے ہیں اس سے زیادہ تعداد میں پُرانے پادری ہر سال مستعفی ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں چرچ سے لاتعلقی کا اعلان کرنے والے عام ممبران کی تعداد میں ہی اضافہ نہیں ہو رہا بلکہ خود پادریوں کی تعداد بھی سال بسال کم ہوتی جا رہی ہے۔

جہاں تک نئے پادریوں کی تعداد گرنے کا سوال ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے انگلستان کا مشہور روزنامہ "لنڈن ٹائمز" اپنی ۲ر فروری ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

"کلیسائے انگلستان میں گزشتہ سال جو لوگ اپنی دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد پادری بننے کے اہل قرار دیئے گئے اُن کی تعداد گر کر ۴۹۶ رہ گئی۔ گزشتہ دس سالوں میں نئے بننے والے پادریوں کی یہ اقل ترین تعداد ہے (یعنی گزشتہ دس سالوں کے دوران کسی ایک سال میں بھی اتنی کم تعداد میں نئے پادری نہیں بنے تھے) ان میں سے بھی ۱۱۰ ایسے ہیں جن کی عمر پہلے ہی چالیس سال سے اُوپر تھی یعنی جو زیادہ عرصہ پادری کے فرائض انجام نہیں دے سکتے۔ اور پھر جنہوں نے گریجوایشن کی حد تک اپنی تعلیم مکمل کی اُن

کی تعداد صرف ۱۹۰ تھی۔

پریسٹ ہڈ میں داخل ہونے والوں کی تعداد مسلسل گرتی چلی آرہی ہے۔ ۱۹۶۳ء کے دوران پریسٹ ہڈ میں ۶۳۶ نئے افراد داخل ہوئے اور علیٰ ہذا ۱۹۶۴ء میں ۶۰۵، ۱۹۶۵ء میں ۵۹۲، اور ۱۹۶۶ء میں ۵۷۶ نے داخلہ لیا اور ۱۹۶۷ء میں یہ تعداد گر کر ۴۹۶ رہ گئی۔ نئے پادریوں کی تعداد میں انحطاط کی یہ کیفیت مسلسل جاری ہے۔ کیونکہ پریسٹ ہڈ کی متعلقہ کونسل کو توقع ہے کہ سالِ رواں میں نئے پادریوں کی تعداد گر کر ۴۵۰ رہ جائے گی اور اگلے سال یہ تعداد ۴۲۰ سے آگے نہ بڑھ سکے گی۔"

انگلستان کے بعد اب ذرا امریکہ میں نئے پادری تیار کرنے والے اداروں میں انحطاط کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ اخبار "کیتھولک اسٹینڈرڈ" اپنی ۳ مارچ ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

"ایسٹرن ایسوسی ایشن آف ریلیجیس وو کیشن ڈائریکٹرز" امریکہ کی رپورٹ کے مطابق عیسائیت کی تعلیم دینے والے ۳۵ چھوٹے چھوٹے دینی مدارس میں ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۶ء کے دوران پہلے کی نسبت ۴۶ فیصد طلباء کم داخل ہوئے۔ اور اس سے اونچے درجہ کے دینی مدارس میں تو نئے طلبہ کا داخلہ پہلے کی نسبت ۶۰ فیصد کم رہا یعنی پہلے کی نسبت صرف ۴۰ فیصد طلباء داخل ہوئے"

ایک زمانہ وہ تھا کہ اونچے گھرانوں اور معزز خاندانوں کے نوجوان دنیوی تعلیم حاصل کرنے کی بجائے دینی مدارس میں داخل ہو کر اور عیسائیت کی تعلیم حاصل کر کے پادری بننے کو ترجیح دیتے تھے اور اس حیثیت سے اپنے مذہب کی خدمت کرنے پر فخر کیا کرتے تھے اور ان کے غول کے غول اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دنیا کے دُور دراز علاقوں میں پہنچ کر عیسائیت کے پرچار کو سعادتِ عظمیٰ تصور کرتے تھے۔ اب یہ حالت ہے کہ مغربی ممالک کے نوجوان دینی مدارس میں داخلہ لینے اور پادری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے سے دُور بھاگتے اور کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ ایسی صورت میں نئے پادریوں کی تعداد انحطاط پذیر نہ ہو تو اور کیا ہو۔

اب آئیے پرانے پادریوں کی عیسائیت سے بیزاری اور چرچ سے بڑھتی ہوئی لاتعلقی کا جائزہ لیں۔ چنانچہ انگلستان کا مشہور عیسائی اخبار "کیتھولک سٹینڈرڈ" اپنی ۷ اپریل ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں خود پرانے پادریوں کی عیسائیت سے بیزاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"گزشتہ سال صرف ہالینڈ میں ہی ساٹھ پادریوں نے پریسٹ ہڈ سے

دستکش ہونے کا اعلان کیا۔ یہ تعداد ۱۹۶۵ء کی تعداد سے دُگنی ہے "۔

اسی طرح امریکہ میں بھی بڑی تعداد میں پادری اور عیسائیت کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے والی راہبات اپنے پُرانے مسلک کو خیر باد کہہ کر چرچ سے لاتعلقی اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ اِس ضمن میں بھی "کیتھولک سٹینڈرڈ" کا حسبِ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"۱۹۶۶ء کے دَوران امریکہ میں ۳۶۰۰ راہبات نے رہبانیت کو خیرباد کہہ کر اس طرزِ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ان راہبات میں سے بعض نے جو وجوہات بیان کی ہیں مسٹر رابرٹ بی کیسر "لیڈیز ہوم جرنل" میں ان وجوہات کا جائزہ لے رہے ہیں۔" (کیتھولک اسٹینڈرڈ ۲۸ راپریل ۶۷ء)

چرچ کی طرف منسوب ہونے والے عام عیسائی لوگ تو الگ رہے خود عیسائی پادریوں کی تعداد میں روز افزوں انحطاط کی کیا وجوہات ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لنڈن مشن کے ماہوار مجلّہ "دی مسلم ہیرلڈ" نے اپنی مارچ ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں لکھا ہے:۔

"عیسائی پادریوں کی تعداد میں سال بہ سال بتدریج رونما ہونے والی کمی کی عیسائی چرچ کی طرف سے متعدد وجوہات پیش کی جائیں گی لیکن ہمارے نزدیک اس صورتِ حال کا اصل سبب یہ ہے کہ مذہب کے میدان میں گزشتہ سالوں کے دَوران چرچ قیادت کی اہلیت سے یکسر محروم و بے نصیب ہو چکا ہے۔ عوام پادریوں کی جو عزت کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ پادری اُن کی روحانی بیماریوں کی تشخیص کرنے میں روحانی حکماء کا کردار ادا کریں گے اور اس طرح روحانی لحاظ سے ان کے رہبر ثابت ہوں گے۔ لیکن جدید کلیسیا اِس لحاظ سے کلّی طور پر ناکام ثابت ہو چکا ہے۔ لوگوں کی رہنمائی کرنے کی بجائے پادریوں نے خود عوام کے اشاروں پر چلنا شروع کر دیا ہے۔ ان کی طرف سے آئے دن بائبل کی ایسی توجیہات پیش کی جاتی ہیں جو عوام کی خواہش اور مرضی کے مطابق ہوں۔ جب لوگوں نے ہم جنسی تلذذ کی راہ اختیار کرنی چاہی تو چرچ نے ان کی تائید میں اپنا پورا زور صرف کر ڈالا اور جب لوگوں نے جوئے کے جواز پر زور دیا تو چرچ نے بھی اُن کی تائید کرتے ہوئے خود گرجاؤں میں بنگو اجلاس منعقد کرائے۔ بداخلاقی بڑی تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے اور اس کے نتیجہ میں ناجائز اولادوں

کی ہر طرف بھرمار ہے۔ اس کے باوجود چرچ میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ اسکے خلاف ایک لفظ بھی زبان پر لاسکے۔ بلکہ چرچ نے تو "سیکس اینڈ مورلیلٹی رپورٹ" میں اس بارہ میں چشم پوشی اور اغماض سے کام لیا ہے۔ ان حالات میں اگر لوگ چرچ سے اپنی لاتعلقی کا اعلان کر رہے ہیں تو تعجب بے محل ہے۔ اس ملک کے لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ فی زمانہ چرچ پر روحانی موت وارد ہو چکی ہے"۔

پادریوں کی چرچ سے لاتعلقی کی متعدد وجوہ ہو سکتی ہیں بہرحال یہ حقیقت ہے کہ خود مغربی ممالک میں عیسائیت اس حد تک زوال پذیر ہو چکی ہے کہ کیا عوام اور کیا پادری سب ہی اس کے مروجہ عقائد سے جو عقل کی کسوٹی پر پورے نہیں اُترتے بیزار ہو کر چرچ سے اپنا تعلق منقطع کرتے جا رہے ہیں اور چرچ خود جس پر اصلاحِ احوال کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس صورتِ حال کا تماشائی بنا ہوا ہے۔ اُس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ وہ بھی عوام اور قطع تعلق کرنے والے پادریوں کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق خود بھی نئے سانچوں میں ڈھلتا اور بے راہ روی کا شکار ہوتا چلا جائے۔ اسی لئے ہیگ سے شائع ہونے والے اخبار "زونگلی" (Zwingli) کو جو ایک آزاد خیال عیسائی فرقہ کا ترجمان ہے یہ لکھنا پڑا کہ آئندہ پچاس سال میں چرچ سرے سے کالعدم ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ اخبار مذکور اپنی ۲۶ ستمبر ۶۸ء کی اشاعت میں ایک پروٹسٹنٹ نقاد ڈاکٹر جے۔ ایف۔ وی۔ وُوردن (Dr. J. F. V. Woerden) کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہے:-

"کیا اب سے پچاس سال بعد ایک چرچ بھی باقی رہ جائے گا؟ —— موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو گردوپیش رونما ہو رہے ہیں میں علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ جہاں جہاں عیسائی عقائد اور انجمنیں پرانی ڈگر پر گامزن ہیں (یعنی فرسودہ عقائد سے چمٹی ہوئی ہیں ناقل) وہاں چرچ ڈگمگاتا ہوا نظر آرہا ہے اور اس میں تزلزل کی یہ کیفیت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے"۔

ان حالات میں جبکہ خود عیسائیت کے گڑھ یورپ اور امریکہ میں عوام ہی نہیں بلکہ پادری بھی عیسائی عقائد سے بدظن ہو کر چرچ سے اپنا تعلق منقطع کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ وہاں کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے عین مطابق صلیب نہیں ٹوٹی۔ وہاں یقیناً

صلیب ٹوٹ چکی ہے اور اس بُری طرح ٹوٹی ہے کہ دوبارہ اِس کا جُڑنا ممکن نہیں ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بشارتوں کی روشنی میں وہاں صلیب کے ٹوٹنے کو اُس وقت ہی محسوس فرمالیا تھا جبکہ عیسائیت اپنے پورے عروج پر تھی اور عیسائی پادری اور منّاد ساری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے اور اِس بارہ میں انہوں نے تعلّی آمیز اعلانات کرکرکے آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا۔ چنانچہ آپؑ نے ۱۵؍جنوری ۱۹۰۵ء کو اپنی مجلس میں عیسائیت کے زوال کا ذکر کرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا تھا کہ :۔

"دراصل اب عیسویت سے دست برداری دنیا میں شروع ہوگئی ہے اور اِس مذہب کو جلا دینے والی آگ بھڑک اُٹھی ہے۔ آگ کا دستور ہے کہ وہ اوّل ذرا سی شروع ہوکر پھر آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے۔ یہی حال اب عیسائیت کا ہوگا۔"

دراصل ذہنی طور پر عیسائیت سے دست برداری اُس وقت ہی شروع ہوگئی تھی اور اس مذہب کو جلا دینے والی آگ اُسی وقت ہی بھڑک اُٹھی تھی لیکن اُس وقت وہ آگ دستور کے مطابق آہستہ آہستہ سُلگ رہی تھی حتّٰی کہ عوام الناس کی نظروں سے پوشیدہ تھی۔ یہ آگ اندر ہی اندر سُلگتی اور بڑھتی اور پھیلتی رہی حتّٰی کہ آگے چل کر رفتہ رفتہ اس میں سے شعلے بھڑکنے لگے۔ اب اِس زمانہ میں تو حالت یہ ہے کہ عیسائیت سے دست برداری جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی چلی جارہی ہے۔ عیسائیت سے عام دست برداری کے بعد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی پیشگوئی کے بموجب اب وہ وقت قریب آرہا ہے کہ :۔

"یکدم یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اسلام کی طرف توجہ ہوگی اور وہ اِس مُردہ پرستی کے مذہب (یعنی عیسائیت) سے بیزار ہوکر حقیقی مذہب یعنی اسلام کو اپنی نجات کا ذریعہ تصور کریں گے۔"
(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۳۷)

اُس وقت جیسا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ۱۴؍جنوری ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں لکھا ہے :۔

"سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ چلے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہوجائیں گے اور وہی باقی رہیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام، اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا

اور نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کردے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کردے گا، لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

اِس آنے والے انقلاب کے آثار ہم ہر طرف مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ خدا کے ایک ہی ہاتھ نے کفر کی سب تدبیروں کو باطل کرکے نہیں رکھ دیا۔ انیسویں صدی کے اواخر میں یورپ اور امریکہ کی عیسائی تنظیموں اور ان کے مشنری اداروں نے ایشیا اور افریقہ کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنا کر خشکی اور تری پر عیسائیت کو حکمران بنانے کا ایک وسیع منصوبہ بنایا تھا اور علی الخصوص انہوں نے مکہ معظمہ اور حرم کعبہ میں اپنے "خداوند یسوع مسیح" کے نام کی منادی کرنے کے عزم کا اظہار کیا تھا۔ اِس منصوبے کو بروئے کار لانے اور اِس عزم کو عملی جامہ پہنانے میں انہیں دنیا کی وسعت پذیر عیسائی سلطنتوں اور طاقتوں کی پشت پناہی حاصل تھی (حوالہ کے لئے دیکھیں "بیروز لیکچرز") لیکن بیسویں صدی میں ان کے یہ سب منصوبے اور عزائم دھرے کے دھرے رہ گئے۔ آج ایشیا اور افریقہ کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنا کر خشکی اور تری پر عیسائیت کی حکمرانی کے خواب دیکھنے والوں کو خود عیسائیت کے گڑھ یورپ اور امریکہ میں اُلٹے لینے کے دینے پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے اپنے گھر میں عوام ہی نہیں بلکہ نامی گرامی پادری بھی عیسائی عقائد سے مایوس اور بدظن ہو کر بڑی تعداد میں چرچ کو خیرباد کہہ رہے ہیں اور چرچ خود اپنے ہی ہاتھوں اپنی تباہی کا تماشا مُشَرْ مُشَرْ دیکھ رہا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے عین مطابق یہ انقلاب نہ کسی تلوار سے رونما ہو رہا ہے اور نہ کسی بندوق سے۔ اِس کے بروئے کار آنے میں ماؤزے تُنگ کے اِس مقولہ کا کہ "انقلاب بندوق کی نالی سے جنم لیتا ہے" قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ رونما ہو رہا ہے حسب پیشگوئی خدا تعالےٰ کی مشیت اور ارادے کے بروئے کار آنے سے۔ اِس میں دخل ہے تو صرف اور صرف اس خدائی پیش خبری اور وعدہ کا کہ:-

"خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کردے گا۔"

(اشتہار ۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

خود اپنے ہی گھر میں عیسائیت کی اس زبردست ناکامی کے بعد اب وہ وقت قریب ہے کہ یورپ اور امریکہ کی سرگردان و پریشان حال قومیں حق کی تلاش میں پورے زور کے ساتھ اسلام کی طرف متوجہ ہوں گی اور صرف اسلام کو ہی اپنی نجات کا ذریعہ تصور کریں گی اور یہ ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والا انقلاب بھی نہ کسی تلوار سے رونما ہوگا اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ اُس وقت دُنیا کی آنکھیں کُھلیں گی اور وہ بے اختیار گواہی دے گی کہ واقعی خدا کے مسیح نے جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا۔ حق وہی ہے جو اُس کے مُنہ سے نکلا اور حرف بحرف پُورا ہُوا +

اب تو عیسائیت پر خود بخود موت آرہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" اب تو عیسائیت کا یہ حال ہے کہ اِس پر خود بخود موت آرہی ہے۔ خود ان کے بڑے بڑے عالم اور فاضل تثلیث کے پکّے دشمن ہوگئے ہیں اور نئی تعلیم نے ان کے دلوں میں یہ بات کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے کہ بناوٹی خدا اب کام نہیں آسکتا۔ پادریوں کی یہ حالت ہے کہ صرف ٹکڑے کی خاطر کام کر رہے ہیں۔ ایک دن تنخواہ میں دیر ہو جاوے تو کام چھوڑ دیتے ہیں اور خود عیسائی مذہب کے ردّ میں کتابیں لکھتے ہیں۔ اب یہ زمانہ کسرِ صلیب کا ہے .... اگر شیریں کلامی اور نرمی سے اُن کے وساوس کو دُور کیا جاوے تو امید ہے کہ وہ سمجھ جاویں گے .... پس ہماری رائے تو یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے کمربستہ ہو کر دین کی خدمت میں مصروف ہوں کیونکہ یہ وقت اِسی کام کے لئے ہے۔ اگر اب کوئی نہیں کرتا تو اور کب کرے گا ؟ "

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۳۰۰-۳۰۱)

اہم مرکزی اعلانات

انصار اللہ کی نئی ذمّہ داری

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریکِ جدید کے ۳۵ ویں سال کا اعلان فرمایا تو تحریکِ جدید کے دفتر دوم کے ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے انصار اللہ کو یوں خطاب فرمایا:۔

"دفترِ دوم کی ذمّہ داری آج میں انصار اللہ پر ڈالتا ہوں"

دفتر ہذا کی طرف سے حضور ایدہ اللہ کا افتتاحی خطبہ فرمودہ ۲۵ راخاء ۱۳۴۷ ہش الگ طور پر چھپوا کر جملہ جماعتوں کو بھجوایا گیا ہے تاہم ناظمین اضلاع مجلس انصار اللہ کو بھی الگ طور پر ایک سرکلر کے ساتھ حضور کا یہ خطبہ بھجوا دیا گیا ہے تاکہ مجلسی سطح پر انصار اللہ بھی اپنے فرائض ادا کریں اور مرکز میں رپورٹ بھجوائیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلا حوصلہ افزا جواب مکرم چوہدری رکن الدین صاحب زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ پشاور کی طرف سے ملا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

تحریک جدید کی مالی قربانیوں کی بنیاد روحِ مسابقت پر استوار ہوتی ہے اس لئے انصار بھائی اگر اس نئی ذمّہ داری کے نبھانے میں کامیابی کے متمنی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جملہ انصار بھائی اس کے شدید متمنی ہوں گے تو انہیں چاہیئے کہ اس شعبہ کا کام مسابقت کی روح کے ساتھ بجا لانے کی کوشش کریں۔ اس میدان میں خدام بھائی بھی پہلے سے زیادہ توجہ دینے پر مکلف ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ انصار اس میدان میں کسی زاویہ سے پیچھے رہ جائیں۔ سو ان کے لئے مسابقت الی الخیرات کا پورا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ (قائد تحریک جدید مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

بجٹ کی وصولی اور بقایا جات کا جائزہ

مجلس کا مالی سال ۳۱ر دسمبر کو ختم ہو رہا ہے تمام زعماء کرام اور ناظمینِ اضلاع سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ نیابت میں بجٹ کی وصولی اور بقایا کا جائزہ لے کر بقایا جات فوری طور پر مرکز میں بھجوا دیں تاکہ اس سال کا بجٹ پورا ہو سکے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

ماہنامہ انصار اللہ کی خریداری قبول فرمانے والے احباب

امسال سالانہ اجتماع انصار اللہ مرکزیہ کے موقع پر جن احباب نے ماہنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیتے ہوئے رسالہ کی خریداری قبول فرمائی ہے ادارہ ہذا ان تمام کا تہ دل سے ممنون ہے۔ کچھ احباب نے توحسب وعدہ ادائیگی کر دی ہے جن احباب کی طرف سے ابھی ادائیگی نہیں ہوئی ان کی خدمت میں کارڈ روانہ ہو چکے ہیں۔ اعلان ہذا کے ذریعہ بھی درخواست ہے کہ احباب اپنے وعدہ جات کو جلد تر پورا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔   (مینجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

ماہنامہ انصار اللہ کا منفرد اعزاز

ماہنامہ انصار اللہ وہ واحد تربیتی رسالہ ہے جسے براہ راست امام وقت کی سرپرستی و نگرانی حاصل ہے اور اس میں شائع ہونے والے مضامین بے حد بیش قیمت ہوتے ہیں۔ تمام عہدیداران مجالس اس کی توسیع اشاعت میں ہاتھ بٹا کر اور جملہ اراکین مجالس اس کی خریداری قبول فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(مینجر ماہنامہ انصار اللہ۔ ربوہ)

زعماء کرام انصار اللہ سے ضروری گزارش

ماہنامہ انصار اللہ کے سلسلہ میں قریباً دو سال سے زعماء کرام انصار اللہ کی خدمت میں گزارش کی جا رہی ہے کہ وہ قیادت ہذا کو مطلع فرمائیں کہ اُن کی مجلس میں کُل کس قدر احمدی گھر ہیں اور ان میں سے کس قدر ماہنامہ انصار اللہ کے خریدار ہیں۔ مگر ایک حصہ نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ لہذا امید کی جاتی ہے کہ ایسی مجالس کے زعماء کرام اس کمی کو پورا کرنے کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

(اسسٹنٹ مینجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

سالانہ رپورٹ کارگزاری قیادت ہائے مجلس انصار اللہ مرکزیہ بابت سال ۱۳۴۷ ھش / ۱۹۶۸ء

قیادتِ عمومی

۱۔ عہدہ داران انصار اللہ کے سہ سالہ انتخابات

دستور اساسی انصار اللہ کی رو سے سابقہ عہدہ داران کی میعاد ۳۱ فتح ۱۳۴۶ ھش کو ختم ہو رہی تھی۔ چنانچہ اس میعاد کے ختم ہونے سے دو ماہ قبل ہی عہدہ داران انصار اللہ کے آئندہ سہ سالہ انتخابات کے لئے کارروائی شروع کر دی گئی تھی۔ جملہ مجالس کے امراء اور صدر صاحبان کو بذریعہ خطوط اور اخبار الفضل اور ماہنامہ انصار اللہ کے اعلانات کے ذریعہ زعماء / زعماء اعلیٰ کے انتخابات کی درخواست کی گئی مناسب وقتوں پر یاددہانیاں بھجوائی جاتی رہیں جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل اور امراء / صدر صاحبان کے تعاون سے عرصہ زیر رپورٹ میں چار صد چھ مجالس کی طرف سے نئے انتخابات موصول ہوئے ان سب کی منظوری حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کر کے مجالس کو اس کی اطلاع بھجوائی گئی۔ جہاں یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ اس دفعہ جہاں سابقہ ریکارڈ کی نسبت سے انتخابات کی اطلاع زیادہ موصول ہوئی۔ وہاں یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس سلسلہ میں مرکز کی طرف سے جس قدر کوشش کی گئی ہے اس کے مطابق نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی بعض مجالس ایسی ہیں جنہوں نے ابھی تک انتخاب کی رپورٹ نہیں بھجوائی۔ امید ہے ایسی مجالس انتخاب کی رپورٹیں بھجوانے کی طرف فوری توجہ دیں گی

ناظمین اضلاع کے انتخاب کے لئے بھی جدوجہد کی گئی۔ اس وقت تک اٹھارہ اضلاع کے ناظمین کی منظوری بھجوائی جا چکی ہے۔

۲۔ لائحۂ عمل کی تیاری

زندہ اور ترقی کرنے والی قومیں خاص منصوبہ اور پروگرام کے تحت اپنی مساعی بروئے کار لاتی ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک نشان TARGET مقرر نہ کیا جائے۔ ترقی کی طرف قدم بڑھنا مشکل ہو جاتا ہے، اس اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سال کے آغاز ہی میں سالانہ لائحۂ عمل کی تیاری کا کام شروع کر دیا گیا۔ جملہ قیادتوں سے پروگرام تجویز کروایا گیا۔ اور اسے مجلس عاملہ میں پیش کرنے کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین

خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کر کے منظوری حاصل کی گئی اور اسے طبع کروا کر جملہ مجالس انصار اللہ کو ارسال کیا گیا۔ تاکہ وہ اس لائحہ عمل کو سامنے رکھ کر سارا سال ایک منظم طریق پر کوشش کر سکیں اس پروگرام کو ماہنامہ انصار اللہ میں بھی شائع کروا دیا گیا۔

۳۔ اجلاسات مجلس عاملہ مرکزیہ

مجلس کی ترقی اور بہبود کے لئے کام کی رفتار کا جائزہ لینے ۔ کام کو بہتر بنانے کے لئے ، سوچنے اور بعض انتظامی امور کا تصفیہ کرنے کے لئے عرصہ زیر رپورٹ میں مجلس عاملہ مرکزیہ کے چودہ اجلاس منعقد ہوئے۔

۴۔ تربیتی اجتماعات

قیادت عمومی کے سالانہ لائحہ عمل کی ایک ضروری اور اہم شق یہ بھی تھی کہ مختلف مقامات پر انصار اللہ کے تربیتی اجتماعات بکثرت انعقاد پذیر ہوں تاکہ تربیت نفوس کے مواقع حاصل کرنے کے علاوہ مجالس میں زندگی اور بیداری پیدا کرنے کی طرف عملی قدم بڑھایا جا سکے۔ اور باہمی محبت و اخوت کے رشتہ کو مضبوط تر کیا جا سکے۔

الحمد للہ حسب پروگرام امسال مغربی پاکستان میں مندرجہ ذیل انیس مقامات پر انصار اللہ کے کامیاب تربیتی اجتماعات منعقد ہوئے۔

جھنگ صدر۔ انور آباد ضلع لاڑکانہ۔ راولپنڈی۔ پشاور۔ مردان۔ لائل پور۔ سرگودھا۔ کنری ضلع تھرپارکر۔ کوئٹہ۔ گوٹھ نتھے خاں ضلع خیرپور۔ ساہیوال۔ وزیر آباد۔ کراچی۔ لاہور۔ حافظ آباد۔ گوجرانوالہ۔ جہلم۔ دولمیال اور چکوال۔

ان اجتماعات میں جہاں مقامی دوست ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہوئے وہاں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے مرکز کی طرف سے بھی بعض بزرگ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے بشاشت قلب کے ساتھ تشریف لے جاتے رہے اور اس طرح باہر کے دوست ان جید علماء کے علم اور روحانیت سے فیض حاصل کرتے رہے۔ دعا کی غرض سے ان دوستوں میں سے بعض کے نام پیش کرتا ہوں۔

محترم مولانا ابو العطاء صاحب — محترم شیخ مبارک احمد صاحب
" قاضی محمد نذیر صاحب — " مسعود احمد خان صاحب دہلوی
" چوہدری ظہور احمد صاحب — " چوہدری شبیر احمد صاحب
" حافظ قدرت اللہ صاحب — " صوفی غلام محمد صاحب
" مولانا عبد المالک خان صاحب — " مولانا غلام احمد صاحب فرخ

محترم مولوی دوست محمد صاحب شاہد
" صوفی بشارت الرحمن صاحب
" شیخ نور احمد صاحب منیر
" مولوی محمد احمد صاحب نعیم

محترم ملک محمد رفیق صاحب
" مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی
" مولوی احمد خان صاحب نسیم
اور " شیخ خورشید احمد صاحب

اس امر کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ امسال حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خاص ارشاد اور دلی تڑپ کہ بعض جماعتوں میں صحیح معنوں میں کوئی بھی ذیلی تنظیم خاطر خواہ طور پر کام نہیں کر رہی۔ ان مجالس میں بیداری پیدا ہونی چاہیئے۔ ایسی مجالس کو بیدار کرنے کے لئے ضلعی سطح پر لائل پور، سرگودھا اور لاہور میں انصار اللہ کے تربیتی اجتماعات کے لئے حضور کی منظوری سے تاریخیں مقرر کی گئیں۔ ان اجتماعات میں جہاں متعلقہ ناظمین اضلاع نے سو فیصدی حاضری کے لئے کوششیں کیں وہاں مرکز سے براہ راست بھی مجالس کو ان اجتماعات میں شرکت کے لئے بار بار تاکید کی گئی۔ الحمد للہ ہر سہ اجتماعات افادیت اور حاضری کے لحاظ سے بے حد کامیاب رہے۔ تربیتی پروگرام کے علاوہ ان اجتماعات میں زعماء انصار اللہ کی مجالس مشاورت بھی منعقد کی گئیں جن میں اس بات کا جائزہ لیا گیا۔ کہ متعلقہ عہدہ داران کس حد تک اپنی ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں۔ ان کے کام میں اگر کوئی مشکلات تھیں ان کا حل پیش کیا گیا۔ اس طرح انصار اللہ کے کام میں ایک تسلسل اور روانی پیدا کرنے کی یہ کوشش اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت حد تک کامیاب رہی۔ نسبتاً کم کام کرنے والی مجالس کافی حد تک چست ہوئی ہیں۔ مگر ابھی تک اس معیار پر نہیں پہنچیں جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔

احسان فراموشی ہوگی اگر میں اس موقعہ پر نظارت اصلاح و ارشاد اور تحریک جدید کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے تعاون سے ہمارے یہ اجتماعات خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

۵۔ ماہانہ رپورٹ کارگزاری

اس امر کا جائزہ لینے کے لئے کہ مجالس بیرون کس حد تک اپنے فرائض کو سرانجام دے کر خدائی فضلوں کو جذب کرنے کا موجب بن رہی ہیں، ماہانہ رپورٹوں کا مرکز میں پہنچنا بے حد ضروری اور لازمی ہے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے مرکز مجالس کی تندہی یا کمزوری سے واقف ہو سکتا ہے اور حسب ضرورت مجالس کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کام کی اہمیت کے پیش نظر مرکز سارا سال ماہانہ رپورٹوں کی طرف خصوصی توجہ دیتا رہا اور اس امر کی کوشش کی جاتی رہی کہ مجالس ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ اپنی نیک مساعی کی اطلاع ماہانہ رپورٹ کی شکل میں مرکز کو دیں اس لئے ہر ماہ کی دس تاریخ تک انتظار کر کے مجالس کو یاد دہانی کروائی جاتی رہی جس کے نتیجہ میں صرف ۲۰۸ مجالس کی طرف سے رپورٹ موصول ہوتی رہی۔ یہ تعداد ہماری کل مجالس کی تعداد کے مقابلہ میں تھوڑی ہے۔

ہر ضلع کی مجالس سے بروقت رپورٹ کے مرکز میں پہنچنے کی ذمہ داری ناظمین اضلاع پر بھی ہے۔ یہ مشاہدہ ہے کہ جو ناظمین اس طرف توجہ فرماتے ہیں ان کے اضلاع سے خوشکن رپورٹیں موصول ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں مکرم پیر عبدالرحمٰن صاحب ناظم ضلع لائل پور ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے قلیل عرصہ میں جس ہمت اور تندہی سے مجالس بیداری پیدا کرنے کے لئے کوششیں شروع کی ہیں اگر اسی طرح جاری رہیں تو بفضل ایزدی یہ امید کی جاتی ہے کہ ضلع لائل پور کی مجالس نمایاں کام کرنے والی مجالس بن جائیں گی۔

مکرم چوہدری رکن الدین صاحب ناظم ضلع پشاور مکرم چوہدری خورشید احمد صاحب ضلع گوجرانوالہ۔ مکرم مولوی عبدالکریم صاحب ناظم ضلع جہلم۔ مکرم میاں محمد سعید صاحب ناظم ضلع ملتان اور مکرم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب ناظم ضلع ساہیوال ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مجالس میں بیداری پیدا کرنے میں کافی دلچسپی لی ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

ہمارے بزرگ بھائی مکرم میاں محمد سعید صاحب جو ایک لمبے عرصہ سے انصار اللہ کی خدمات بجا لا رہے تھے اس سال کے دوران اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مرحوم بہت مخلص اور اپنے اندر سلسلہ کا درد رکھنے والے بزرگ تھے اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے آمین

ناظمین علاقائی مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب۔ مکرم میاں بشیر احمد صاحب اور مکرم شمس الرحمٰن صاحب مشرقی پاکستان خوش اسلوبی سے سارا سال مجالس ماتحت کی تفصیلی نگرانی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان ہر دو دوستوں کو جو اپنے اندر بہت اخلاص رکھتے ہیں اپنی جناب سے جزائے خیر عطا فرمائے آمین

۶۔ دفتر مرکزیہ

عرصہ زیر رپورٹ میں مجلس انصار اللہ کے دو انسپکٹران نے ۵۰۲ مجالس کا دورہ کیا۔ انسپکٹران کی مساعی اور ناظمین اضلاع کے تعاون سے اسال مجالس کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا الحمد للہ علیٰ ذالک۔ امسال دفتر مرکزیہ میں ۳۵۲۹ خطوط موصول ہوئے۔ ان خطوط پر حسب ضرورت کارروائی اور مجالس کی مناسب راہ نمائی کی جاتی رہی۔ ان خطوط کے جوابات، اور مختلف تحریکوں پر مشتمل امسال دفتر کی طرف سے ۱۶۲۲۵ خطوط و پیکٹ باہر بھجوائے گئے۔

اس موقعہ پر ادارہ الفضل کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہر موقعہ پر مجلس انصار اللہ سے تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

قیادتِ مال

سالِ رواں میں تا حال ۴۶۴ خطوط لکھے گئے۔ ۵۵ نوٹ اخبارات میں شائع کروائے گئے۔ ۳۳۴ مجالس کی طرف سے بجٹ موصول ہوئے۔ اس سال قائدِ مال تین اضلاع کے سالانہ اجتماعات میں شریک ہوا۔ ان دوروں میں عہدہ داران کو انصار اللہ کے بجٹ کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔

جن مجالس نے اپنا بجٹ سو فیصدی پورا کر دیا ہے اس کے عہدہ داران یقیناً آپ کی دعاؤں کے مستحق ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

ضلع جھنگ :۔ جھنگ صدر

" ملتان :۔ وہاڑی منڈی، چک ۱۳/W.R. چک ۲۳/W.B. ۔ چک ۳۴۴/W.B. ۔ موضع کوٹھی والا چاہ کرم چند والا سرائے سدو

ضلع لائلپور :۔ لائل پور شہر۔ چک ۹۰/R.B کھیم سنگھ والا۔ چک ۶۱/ج ب دھرووڑ۔ چک ۱۰۱ بھکو آنہ۔ چک ۵/ج ب شھیانہ۔ چک ۲۶/R.B. کھرڑیانوالہ۔ چک ۸۹ رتن۔ چک ۴۸/ج ب ۔ چک ۹۶/گ ب صریح

ضلع ساہیوال :۔ چک ۵۵/2-L ۔ عارف والا۔ چک ۷/1.A.L دیپالپور۔ قبولہ

ضلع شیخوپورہ :۔ شیخوپورہ شہر۔ آنبہ کرم پورہ۔ چک ۲۹۲ رام پور۔ چک ۱۱۷ جھوک جوہر کانہ۔ سانگلہ ہل

ضلع گوجرانوالہ :۔ لویری والا۔ امین آباد۔ پیرکوٹ متصل احمد نگر

ضلع سیالکوٹ :۔ مینو والی کنجروڑ۔ چونڈہ۔ تلونڈی بھنڈراں۔

ضلع مظفر گڑھ :۔ چک ۱۰۷/7-R.

ضلع بہاولنگر :۔ چک ۱۶۸ امداد۔ چک ۲۲۳/9-R ۔ چک ۱۸۴/7-R ۔ چک ۲۰۶ ہرن ماٹنہ

ضلع گجرات :۔ کھاریاں۔ دھوریہ۔ نصیرہ۔ ترکھا۔ چک ۲۶ احمد آباد۔ چک ۹ گ بخشی پورہ۔ دھیر کے کلاں۔ گوٹریالہ

ضلع جہلم :۔ پنڈ دادنخان۔ کلر کہار۔ دوالمیال

ضلع سرگودھا :۔ سرگودھا شہر۔ چک ۹۸ شمالی۔ چک ۳۵ جنوبی۔ کوٹ مومن۔ دودہ۔ چک ۳۹ ڈی۔بی۔ چک ۸/M.B. ۔

ضلع راولپنڈی :۔ گوجر خان

ضلع پشاور :۔ پشاور شہر۔ نوشہرہ چھاؤنی

ضلع بنوں :۔ بنوں شہر

ضلع میانوالی :۔ بھکر

ضلع سکھر :۔ سکھر شہر

ضلع نواب شاہ :۔ مورو۔ رحمٰن آباد۔ گوٹھ جمال پور

ضلع لاڑکانہ :۔ کھنڈو

ضلع سانگھڑ :۔ سانگھڑ شہر۔

ضلع تھرپارکر :۔ کنری اسٹیٹ کا حصہ ملو۔ نورنگر فارم۔ ڈگری۔ نوکوٹ

ضلع حیدرآباد :۔ سنجر چانگ۔ ظفرآباد لوطکہ۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو بجٹ اور وصولی کی صورت یہ تھی۔

مد	بجٹ سالانہ	تدریجی بجٹ (۱۰ ماہ)	وصولی	تناسب وصولی فیصد بلحاظ تدریجی بجٹ
چندہ مجلس	۴۰۵۰۰	۳۳۷۵۰	۳۰۶۵۵	۹۰٫۸
تعمیر دفتر	۴۰۰۰	۳۳۳۳	۷۲۱	۲۱٫۱
سالانہ اجتماع	۴۵۰۰	۳۷۵۰	۲۳۹۲	۶۳٫۸
اشاعت لٹریچر	۴۰۰۰	۳۳۳۳	۱۸۵۰	۵۵٫۵

میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ایسی بڑی مجالس جہاں زعماء اعلیٰ مقرر ہیں اور ان مجالس کے بجٹ بھی بہت زیادہ ہیں۔ ان مجالس میں سے جن مجالس کے عہدہ داروں نے نمایاں کام کیا ہے ان کے نام دعا کی غرض سے آپ کے سامنے پیش کردوں جو یہ ہیں۔

ربوہ۔ کراچی۔ کوئٹہ۔ پشاور۔ گوجرانوالہ۔ لائل پور۔ سیالکوٹ۔ سرگودہا۔ ملتان۔ راولپنڈی بھی انشاء اللہ جلد اس فہرست میں شامل ہو جائے گی۔

ان کے زعماء کے نام علی الترتیب یہ ہیں :۔

مولانا ابوالمنیر نورالحق زعیم اعلیٰ ربوہ ۔ خان محمد شفیع خان صاحب زعیم اعلیٰ کراچی

میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے " کوئٹہ ۔ چوہدری رکن الدین صاحب " پشاور

بابو عبدالکریم صاحب " گوجرانوالہ ۔ پیر عبدالرحمٰن صاحب " لائل پور

محترم بابو محمد اقبال صاحب زعیم اعلیٰ سیالکوٹ — محترم بابو غلام رسول صاحب زعیم اعلیٰ سرگودھا
" چوہدری رشید احمد خان صاحب " ملتان — " شمس الحق صاحب بیرسٹر " مشرقی پاکستان

قیادت اصلاح وارشاد

قیادت اصلاح و ارشاد کے سالِ رواں کے پروگرام کی نمایاں شقیں حسب ذیل امور پر مشتمل ہیں:-

۱۔ انفرادی اور اجتماعی اصلاح و ارشاد کے ذریعہ غیر از جماعت احباب تک پیغام حق پہنچانا۔

۲۔ قیادت تربیت کے اشتراک سے ہفتہ اصلاح و تربیت کا انتظام کرنا۔

۳۔ تحریک وقف عارضی کو کامیاب بنانا۔

۴۔ ہر تین ماہ کے بعد ایک خوشنما بلاک کی طباعت میں ٹریکٹ شائع کرنا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات سے مرتب ہو۔

اس سال مجلس انصار اللہ کی طرف سے ماہوار رپورٹیں عام طور پر ۶۰ فیصد کی تعداد میں مرکزی دفتر میں موصول ہوتی رہیں۔ ان رپورٹوں کی رو سے گزشتہ نو ماہ میں ۲۲۶۰ افراد کو اصلاح و ارشاد کی طرف توجہ دلائی گئی۔

اجتماعات انفرادی اصلاح و ارشاد کے علاوہ مختلف مقامات پر تربیتی اجلاس منعقد کئے گئے جن میں مجموعی طور پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ شامل ہوئے۔ اس سال ماہ اکتوبر تک انیس مقامات پر یہ تربیتی اجلاس منعقد ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تربیتی اجتماعات نہایت کامیاب ثابت ہوئے۔

راولپنڈی۔ پشاور۔ مردان۔ لائل پور۔ سرگودھا۔ کوئٹہ اور ساہیوال کے اجتماعات میں خود خاکسار کو بھی شمولیت کا موقعہ ملا۔

اشاعتِ لٹریچر کا کام مجلس شوریٰ انصار اللہ کے فیصلہ کے مطابق بلاک کی طباعت میں خوشنما ٹریکٹ شائع کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ایک دیدہ زیب ٹریکٹ "میری تعلیم" شائع کیا گیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پر مشتمل ہے۔ دوسرا ٹریکٹ "غلبۂ اسلام کی پیشگوئی" مشتمل بر ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرتب کر کے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ سے اس کی منظوری لی

گئی ہے۔ یہ ٹریکٹ جلد ہی انشاء اللہ تعالیٰ طبع کروا کر مجالس کو بھجوایا جائے گا۔

ہفتہ اصلاح و تربیت } قیادت اصلاح و ارشاد اور قیادت تربیت کے اشتراک سے اس سال یہ ہفتہ ۶ر تبوک (ستمبر) تا ۱۲ر تبوک ۱۳۴۷ ہش منایا گیا۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل مضامین مقرر کئے گئے۔ اور ان پر مختصر نوٹس مرتب کر کے ایک رسالہ کی شکل میں طبع کروا کر مجالس کو بھجوائے گئے۔ مضامین حسب ذیل تھے۔ زندہ خدا کی زندہ تجلیات۔ باہمی معاملات میں دیانتداری عہد کی پابندی۔ مہمان نوازی اور صلہ رحمی۔ ماتحتوں کے ساتھ حسنِ سلوک۔ آئندہ ایسے پمفلٹ انشاء اللہ کافی تعداد میں اور وقت سے کافی پہلے بھجوائے جایا کریں گے۔

تحریکِ وقفِ عارضی } حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک عہد میں وقفِ عارضی کی بابرکت تحریک جاری فرمائی ہے۔ اس سے جہاں جماعت کے دوست دوسروں کو پیغامِ حق پہنچاتے ہیں۔ وہاں اس مبارک تحریک کے نتیجہ میں خود جماعت کے اندر بیداری کی ایک زبردست لہر پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے نتائج خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت ہی خوشکن اور وسیع ہیں جس کا کسی قدر اندازہ اخبار الفضل میں شائع شدہ بعض رودادوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ اراکین انصار اللہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مبارک تحریک کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنائیں اس سال تمام مجالس کے زعماء کو بذریعہ خطوط اس اہم کام کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور خدا کے فضل سے بہت سی مجالس نے اس طرف توجہ دی ہے۔ لیکن ابھی مزید توجہ کی بہت ضرورت ہے۔

حسنِ کارکردگی } آخر میں اس امر کا اظہار کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ قیادت اصلاح و ارشاد کے کام کی رو سے شہری مجالس میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے پنڈدادن خاں، کراچی اور ملتان کی مجالس کا کام نمایاں ہے اور دیہاتی مجالس میں انبہ ضلع شیخوپورہ کی مجلس کا کام بہت اچھا اور قابلِ ذکر ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

قیادتِ تعلیم

اس قیادت کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ تمام اراکین مجلس انصار اللہ کو قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائے۔ اس مقصد کے پیش نظر سال کے

دوران ۴ امتحانات منعقد کئے جاتے ہیں۔ جن میں ایک سپارہ کا ترجمہ۔ چند ادعیہ ماثورہ اور ایک دو کتب بطور نصاب مقرر کی جاتی ہیں۔ ان امتحانوں کا تفصیلی نصاب اور ان کے انعقاد کی تاریخیں شروع سال میں ہی مقرر کر کے مطبوعہ ہدایات کی شکل میں تمام مجالس کو ارسال کر دی جاتی ہیں۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے قیادت تعلیم کی جانب سے جو مساعی سال رواں میں بروئے کار لائی گئیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مجالس کو اس سلسلہ میں جو گشتی خطوط بھجوائے گئے ان کی ۵۸۹ ہے۔

۲۔ زعماء اور زعمائے اعلیٰ کو ۴۳ خطوط بھجوائے گئے۔

۳۔ ہر امتحان سے قبل کم از کم ۴ مرتبہ الفضل میں نصاب کا اعلان کرا کر یاددہانی کرائی گئی۔ اس کے علاوہ ماہنامہ انصار اللہ میں بھی نصاب کا اعلان کروایا جاتا رہا۔

۴۔ جو وفود مشرقی پاکستان سرگودہا اور لاہور بھیجے گئے ان کے توسط سے متعلقہ عہدیداروں کو توجہ دلائی گئی۔

۵۔ الفضل میں ۶ بار ایسی احادیث اشاعت کے لئے بھجوائی گئیں جن میں قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک تفصیلی نوٹ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ میں شائع کرایا گیا۔

امتحانات کا نصاب } اللہ تعالیٰ کے فضل سے چاروں امتحانات اپنی مقررہ تاریخوں میں منعقد ہوئے۔ اس رپورٹ میں جن چار امتحانوں کی کارگزاری پیش کی جا رہی ہے وہ ماہ فتح ۱۳۴۶ ہش (دسمبر ۱۹۶۷ء) اور امان، احسان، اور تبوک ۱۳۴۷ ہش۔ مارچ، جون اور ستمبر ۱۹۶۸ء میں منعقد ہوئے۔

گزشتہ سال چاروں امتحانوں میں شریک ہونے والے اراکین کی اوسط ۱۹۲ تھی۔ اس سال ان کی اوسط ۲۸۱ رہی۔ گویا سال گزشتہ کے مقابلہ میں ۴۵ فیصد اضافہ ہوا الحمد للہ علیٰ ذالک
اس سال کے امتحانات کے نتائج کی تفصیل بحیثیت مجموعی درج ذیل ہے۔

تاریخ	تعداد مجالس	تعداد اراکین	درجہ اول میں کامیاب	درجہ دوم میں کامیاب	معیار اول (تحریری)	معیار دوم (زبانی)
فتح ۱۳۴۶ ہش دسمبر ۱۹۶۷ء	۲۸	۱۷۰	۱۰۳	۶۷	۱۳۵	۳۵
امان ۱۳۴۷ ہش مارچ ۶۸ء	۳۹	۳۳۴	۲۵۴	۸۰	۲۵۴	۸۰
احسان " جون "	۴۰	۲۶۶	۱۵۳	۱۱۳	۲۵۴	۱۲
تبوک " ستمبر "	۵۱	۳۵۳	-		۲۶۷	۸۶

ان تفصیلی اعداد و شمار سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں

۱۔ ۲۳۷ مجالس میں سے زیادہ سے زیادہ ۵۱ مجالس نے حصہ لیا۔ یہ تناسب کسی طرح بھی خوشکن نہیں۔ میں اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نمائندگان مجالس اور دوسرے اراکین کی خدمت میں ادب سے عرض کرتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہمیں اس صورت حال کو جلد سے جلد بدلنے کی کوشش کرنی چاہیئے

۲۔ درجہ اوّل میں پاس ہونے والوں کی تعداد سے یہ بات عیاں ہے کہ امتحان کا معیار ایسا بلند نہیں کہ اراکین اس میں شمولیت سے ہچکچاہٹ محسوس کریں۔ بہت تھوڑی سی کوشش سے ان امتحانوں میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

۳۔ نصاب اس قدر ہلکا ہوتا ہے کہ مصروف سے مصروف آدمی کو بھی تیاری میں دقت پیش نہیں آتی۔ قریباً سب ہی پاس ہو جاتے ہیں الّا ما شاء اللہ۔ صرف تھوڑی سی توجہ اور ارادہ کی ضرورت ہے۔

۴۔ ایک خوشکن پہلو یہ ہے کہ سال گزشتہ کی سہ ماہی چہارم کے مقابلہ میں اس سال سہ ماہی سوم میں امتحان دینے والوں کی تعداد بلحاظ مجالس اور بلحاظ اراکین دوگنی ہو گئی ہے

تعداد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امتحان میں شریک ہونے والوں کا علاقہ اور ضلعوار تجزیہ بھی کیا جائے۔ تاکہ صورت حال زیادہ واضح رنگ میں سامنے آ جائے۔ ربوہ کے اراکین کی تعداد ہر امتحان میں باقی تمام مجالس سے زیادہ رہی۔ اس کے علاوہ جن مجالس نے نمایاں رنگ میں حصہ لیا وہ یہ ہیں۔ کراچی۔ پشاور۔ کوئٹہ۔ لائل پور اور گوجرانوالہ۔

تبوک ۱۳۴۷ ہش (ستمبر ۱۹۶۸ء) کے امتحان میں شریک ہونے والوں کی ضلعوار صورت یہ تھی

ربوہ — ۷۸	شیخوپورہ — ۱۵	جھنگ — ۶
لائل پور — ۴۰	سرگودہا — ۱	نواب شاہ — ۶
گوجرانوالہ — ۳۱	(سابق امتحانوں میں ۱۴ ، ۱۵)	بہاولنگر — ۶
کراچی — ۲۹	جہلم — ۱۲	راولپنڈی ۵
تھرپارکر — ۲۱	گجرات — ۱۲	حیدرآباد ۵
پشاور — ۲۱	سیالکوٹ — ۸	کیمبل پور ۴
کوئٹہ — ۲۶	لاہور — ۱۳	لاڑکانہ ۱
		ساہیوال ۱

انعاماتِ سندات کے جو اراکین امتحانات میں اوّل و دوم آتے ہیں۔ انہیں کتب بطور انعام پیش کی جاتی ہیں۔ سالِ رواں میں مندرجہ ذیل افراد نے انعامات حاصل کئے

۱۔ سہ ماہی چہارم ۱۳۴۶ہش (۱۹۶۷ء) اوّل:۔ مکرم ابراہیم صاحب شاہ چک چہور ضلع شیخوپورہ
دوم:۔ " محمد شفیع خان صاحب کراچی

۲۔ " " اوّل ۱۳۴۷ہش (۱۹۶۸ء) اوّل:۔ " آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی
دوم:۔ " میاں عبد القیوم صاحب کوئٹہ

۳۔ " " " دوم " " اوّل:۔ " عزیز محمد خان صاحب لاہور
دوم:۔ " محمد شفیع خان صاحب

۴۔ " " سوم " " اوّل:۔ " محمد احمد صاحب مولوی فاضل دار الصدر غربی ربوہ
دوم:۔ " ملک دوست محمد صاحب بہاولنگر

امتحانات کے علاوہ ایک اہم کام جو مجلس انصار اللہ کے سپرد ہے وہ یہ ہے کہ کراچی اور ضلع جھنگ میں تعلیم القرآن کے پروگرام کو کامیاب کیا جائے۔ اس غرض کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا پاس کردہ نقشہ دوبارہ طبع کرا کر متعلقہ حلقوں کو ارسال کیا گیا۔ اس سلسلہ میں کراچی اور جھنگ صدر کی طرف سے ماہانہ رپورٹیں باقاعدہ آتی رہیں۔ ان کی نو ماہ کی کارگزاری کا اوسط درج ذیل ہے:۔

قاعدہ کلاس

شہر	حلقے	انصار	خدام	اطفال	ناصرات	کل تعداد
کراچی	۱۱	-	۵	۵۰	۴۳	۹۸
جھنگ صدر	۳	۳	۱	۱۹	-	۲۳

قرآن کریم ناظرہ

شہر	حلقے	انصار	خدام	اطفال	ناصرات	کل تعداد
کراچی	۹	۱	۱۰	۵۶	۴۵	۱۱۲
جھنگ	۴	۲	۷	۱۹	-	۲۸

ترجمہ قرآن کریم

شہر	حلقے	انصار	خدام	اطفال	ناصرات	کل تعداد
کراچی	۶	۴	۱۲	۱۳	۵	۳۴
جھنگ	۱	-	۱۵	-	-	۱۵

انعامی مقابلہ اطفال: بچوں میں دین کا شوق پیدا کرنے کے لئے ہر سال مجلس مرکزیہ کی طرف سے ایک انعامی مقابلہ سالانہ اجتماع کے موقعہ پر کرایا جاتا ہے اور اوّل و دوم آنے والوں کو ایک سال کی پوری فیس اور نصف فیس بطور انعام دی جاتی ہے۔ اس سال مقابلہ میں بہت سے بیرونی اطفال نے حصہ لیا

نعیم احمد صاحب طارق جماعت نہم ننکانہ صاحب اوّل

اور فضل احمد صاحب جماعت دہم دار الرحمت غربی دوم قرار پائے۔

قیادت تربیت

۱۔ امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز باجماعت قرآن کریم۔ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درس و تدریس اور تحریک وصیت کی طرف خاص توجہ دلائی گئی۔ اس کے لئے قیادت ہذا کی سالانہ سکیم الفضل اور ماہنامہ انصار اللہ کے علاوہ الگ طور پر ایک ہزار کی تعداد میں طبع کروا کر مجالس میں تقسیم کی گئی۔ اسی طرح نماز باجماعت کا ایک قطعہ بھی الگ طور پر ایک ہزار کی تعداد میں طبع کروا کر مجالس کو بھجوایا گیا۔ ناظمین اصلاح کو مساجد کے قیام اور درس و تدریس کی طرف خطوط کے ذریعہ بھی توجہ دلائی گئی الحمد للہ۔ مجالس کی رپورٹوں کا ماہ بماہ جائزہ لینے سے معلوم ہوتا رہا کہ تربیت کے ان ہر سہ ذرائع کو مجالس نے اختیار کئے رکھا۔ اکثر مجالس میں درس و تدریس کا انتظام جاری رہا۔ وصیت کے معاملہ میں کوئٹہ۔ کراچی۔ پشاور۔ اور نواب شاہ کی مجالس نے نمایاں کام کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

۲۔ تربیتی مضامین۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے جماعتی اخبار و رسائل تربیتی مواد سے بھرے ہوتے ہیں۔ تاہم قیادت ہذا کی طرف سے قریباً ایک درجن چھوٹے بڑے مضامین جماعتی اخبار و رسائل میں شائع کروائے گئے۔ جن میں زیادہ تر سادہ زندگی اور انصار کی خصوصی ذمہ داریوں مثلاً اولاد کی تربیت۔ خلافت سے دلی وابستگی وغیرہ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ نیز جماعت کے اہل قلم حضرات سے حسب ذیل عنوانات پر مضامین لکھنے کی درخواست کی گئی۔

خلافت سے وابستگی۔ لین دین میں دیانتداری۔ عہد کی پابندی۔ مہمان نوازی۔ صلہ رحمی ماتحتوں سے حسن سلوک۔

اس میں حسب ذیل دوستوں نے تعاون فرماتے ہوئے اپنے رشحات قلم سے قیادت ہذا کو ممنون

فرمایا۔ مکرم قاضی محمد نذیر صاحب ۔ مکرم مولانا ابو العطاء صاحب۔ مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد۔ مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب۔ مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر

علاوہ ازیں قیادت اصلاح و ارشاد۔ قیادت اشاعت۔ قیادت تربیت کے اشتراک سے ایک پمفلٹ دو دو رقہ خوبصورت طباعت کے ساتھ شائع کیا گیا جو کثیر تعداد کے ایمان افروز اقتباسات پر مشتمل ہے۔

۳۔ **ھفتۂ تربیت**:۔ ہفتہ تربیت منانے کے لئے مجالس انصار اللہ کی راہ نمائی کی خاطر قیادت اصلاح و ارشاد کے تعاون کے ساتھ مذکورہ بالا مضامین کو کتابی صورت میں شائع کروایا گیا۔ اور تمام مجالس کو اس کا ایک ایک نسخہ مہیا کیا گیا

۴۔ تربیتی اجتماعات میں قیادت تربیت کی نمائندگی:۔ امسال جن مقامات پر ضلعی معیار کے اجتماعات منعقد ہوئے ہیں۔ ان میں سے حسب ذیل مقامات پر قیادت تربیت کی پوری نمائندگی کی گئی۔ تقریر اور تحریر ہر دو ذرائع سے ان میں تربیت کی سالانہ سکیم کی اشاعت کی گئی۔

پشاور۔ مردان۔ راولپنڈی۔ سرگودھا۔ لائل پور۔ لاہور۔ ساہیوال۔ گوجرانوالہ۔ بعض اجتماعات میں خاکسار نے اور بعض میں محترم چوہدری شبیر احمد صاحب نے شمولیت کی۔

۵۔ مرکز کے احترام کے پیش نظر ربوہ میں تربیتی مساعی کا ایک خاص پروگرام زیر عمل رہا۔ بچوں کی تربیت کے لئے زعیم صاحب اعلیٰ ربوہ۔ صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ اور صدر صاحب عمومی کا تعاون بھی حاصل کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ربوہ میں حلقہ وار جلسے منعقد کروائے گئے۔ اور پھر ایک اجتماعی جلسہ مسجد مبارک میں منعقد کروایا گیا۔ ان تمام جلسوں میں اہالیان ربوہ کو تربیت اولاد کے سلسلہ میں پُرزور توجہ دلائی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان مساعی کا خوشکن نتیجہ ظاہر ہوا۔ اس ضمن میں ناانصافی ہوگی اگر زعیم صاحب اعلیٰ مجلس مقامی ربوہ کے خصوصی تعاون کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ میں قریباً ۷۱ مساجد ہیں۔ زعیم صاحب اعلیٰ کی رپورٹ کے مطابق ان سب میں نماز باجماعت اور درس و تدریس کا انتظام ہے۔ درس و تدریس میں قرآن مجید۔ احادیث اور کتب سلسلہ کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

قیادتِ اشاعت

قیادتِ اشاعت کے سپرد دو کام ہیں۔ اوّل ماہنامہ "انصار اللہ" مرتب کر کے اسے باقاعدگی

سے شائع کرنا اور اس کی توسیع اشاعت کے لئے جدوجہد کرنا۔ دوسرے حسب ضرورت مناسب لٹریچر تیار کرکے اس کی اشاعت کا اہتمام کرنا۔

لٹریچر کی اشاعت ان میں سے جہاں تک لٹریچر کی اشاعت کا تعلق ہے۔ امسال قیادت تربیت اور قیادت اصلاح وارشاد کے تعاون سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر مشتمل ایک ٹریکٹ بہت قیمتی آرٹ پیپر پر بلاک پرنٹنگ کے ساتھ پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا۔ اور ایک اور ٹریکٹ بھی تیار کیا گیا ہے جو زیر طباعت ہے اس کی تعداد بھی پانچ ہزار ہوگی۔ اور اسے بھی اسی اہتمام سے شائع کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ احباب تک یہ نیا ٹریکٹ جلد پہنچ جائے گا۔

امسال ماہنامہ "انصار اللہ" کے بقایاجات وصول کرنے اور اس کی اشاعت بڑھانے کی طرف خاص توجہ مرکوز رکھنے کی وجہ سے لٹریچر کی اشاعت کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا سکی۔ انشاء اللہ سال رواں کے بقیہ دو ماہ میں اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ وباللہ التوفیق

ماہنامہ انصار اللہ جہاں تک ماہنامہ "انصار اللہ" کا تعلق ہے اسے حتی الامکان محنت سے مرتب کرکے باقاعدگی سے شائع کیا جاتا رہا۔ صرف اس سال پہلی دفعہ کتابت اور طباعت کی ناگزیر مجبوری کے باعث فروری اور مارچ کا پرچہ اکٹھا شائع کرنا پڑا۔ تاہم اس پرچہ کا حجم عام پرچہ سے زیادہ تھا۔ اس طرح ایک حد تک اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی۔

امسال بھی رسالہ کی افادیت میں مزید اضافہ کرنے کے لئے بعض نئے اہل قلم اصحاب کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد اور مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب کے علاوہ جو شروع ہی سے رسالہ کی قلمی معاونت فرماتے چلے آرہے ہیں اس سال کے دوران بعض پرانے کرم فرماؤں کے علاوہ بعض نئے اصحاب کو بھی مضامین عنایت فرمانے کی تحریک کی گئی جس کے نتیجہ میں امسال مستقل قلمی معاونین کے علاوہ محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل، محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب، محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب۔ محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب، محترم مولانا غلام احمد صاحب فرخ، محترم ملک سیف الرحمن صاحب، محترم مولانا غلام باری صاحب سیف، محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد، محترم مولانا عزیز الرحمن صاحب منگلا۔ محترم شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ، محترم چوہدری ظہور احمد صاحب قائد مال، محترم چوہدری شبیر احمد صاحب اور محترم چوہدری خالد سیف اللہ صاحب ایگزیکٹو انجینئر لائل پور کے تربیتی اور علمی موضوعات پر قابل قدر مضامین اور رشحات قلم شائع ہوئے۔ ان میں سے محترم خالد سیف اللہ صاحب

بھی اپنی عمر کے لحاظ سے انصاراللہ کی تنظیم میں شامل نہیں ہیں۔ اس کے باوجود آپ نے تین قیمتی مقالے عنایت فرمائے اور ازراہ نوازش اپنے مضامین کی اشاعت کے لئے رسالہ ہذا کو دوسروں پر ترجیح دی مزید برآں محترم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب ایم ایس سی پی ایچ ڈی، محترم محمد اسحق صاحب عابد منتظم عمومی مجلس انصاراللہ کوئٹہ اور محترم ملک غلام احمد صاحب ایڈووکیٹ ساہیوال کی طرف سے بھی بعض اہم مقالے موصول ہوئے ہیں۔ جو انشاء اللہ آئندہ اشاعتوں میں ہدیہ قارئین کئے جائیں گے ان سب اصحاب کے تعاون سے ماہنامہ کا علمی اور تربیتی معیار بڑھانے میں مدد ملی ہے۔ قیادت اشاعت مستقل اور بملہ دیگر قلمی معاونین کی شکرگزار رہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

ہر چند کہ امسال ماہنامہ انصاراللہ کی افادیت میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی توسیع اشاعت کے لئے حتی المقدور کوشش کی گئی۔ بایں ہمہ ماہنامہ مالی لحاظ سے ابھی پورے طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہو سکا ہے اور اس کی خریداری بارہ سو سے آگے نہیں بڑھ سکی ہے۔

ناظمین کرام۔ زعماء صاحبان اور مربی صاحبان سلسلہ عالیہ احمدیہ میں سے جن اصحاب نے رسالہ کی توسیع اشاعت کے سلسلہ میں قیادت اشاعت کے ساتھ خصوصی تعاون فرمایا ان کے اسماء گرامی بغرض دعا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کئے جاتے رہے۔

ان میں سے علی الخصوص میں مربی سلسلہ محترم مولانا غلام احمد صاحب فرخ کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں جو شروع سے ہی قیادت اشاعت کے ساتھ خاص طور پر تعاون فرماتے چلے آرہے ہیں۔ آپ نے پرانے خریداروں سے وصولی کے علاوہ بعض نئے خریداروں کے نام بھی پرچے جاری کرائے۔ اس طرح آپ کے ذریعہ ۲۸۴ روپے کی رقم دوران سال موصول ہوئی فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اس کار خیر میں جن مقامی احباب نے محترم مولانا موصوف سے تعاون فرمایا قیادت اشاعت ان سب احباب کی بھی شکرگزار ہے۔ مزید برآں محترم چوہدری خورشید احمد صاحب ناظم ضلع گوجرانوالہ، محترم چوہدری سراج الدین صاحب جھنگ صدر، محترم پیر عبدالرحمٰن صاحب لائل پور، محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب سرگودہا، محترم سید احمد علی صاحب مربی سلسلہ سیالکوٹ، محترم قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی ربوہ، محترم بابو قاسم دین صاحب سیالکوٹ، محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب قائد تربیت، محترم چوہدری محمد یعقوب خان صاحب انسپکٹر مجلس انصاراللہ مرکزیہ اور محترم ملک محمد بشیر صاحب انسپکٹر مجلس مرکزیہ نے بھی ماہنامہ کی توسیع اشاعت کے ضمن میں قیادت ہذا سے خاص تعاون فرمایا۔ یہ سب احباب بھی خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

قیادت وقف جدید

پاکستان میں کل جماعت ہائے احمدیہ کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے جس میں سے چھ صد کے قریب جماعتیں تحریک وقف جدید کے ساتھ متعلق ہیں۔ ان میں زیادہ تر تعداد دیہاتی مجالس کی ہے تاہم شہری مجالس مالی اعانت کے ضمن میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ اس تحریک کے ضمن میں جہاں تک چندہ کے عمومی جائزہ کا تعلق ہے اس کی صورت حال یہ ہے کہ وقف جدید کا کل بجٹ اس سال کا دو لاکھ تیئس ہزار روپے کا ہے۔ جس میں سے ۵۰ ہزار اطفال کے ذمہ ہے۔ اس رقم میں سے جو رقم اب تک مرکز کو وصول ہوئی ہے وہ گو نصف سے زیادہ ہے۔ مگر ابھی بہت سا کام باقی ہے جو ہماری خاص توجہ کا محتاج ہے۔ اطفال کے ذمہ جو ۵۰ ہزار کی رقم لگائی گئی تھی اس میں سے نصف سے بہت زیادہ حصہ ابھی واجب الادا ہے (کوئی ۳۸ ہزار)

شہری جماعتوں میں سے جو مجلس نمایاں طور پر وقف جدید میں حصہ لے رہی ہے اور اس کی باقاعدہ مفصل رپورٹ بھجوا رہی ہے وہ کراچی کی مجلس ہے۔ یہ مجلس نہ صرف اپنے کام اور کارکردگی میں نمایاں ہے بلکہ رپورٹوں کی باقاعدگی اور کام کی تفصیلات پیش کرنے میں بھی ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے اس جماعت کے وعدہ جات کی کل رقم ۳۱۶۵۵ روپے تھی جس میں سے ۱۵۸۴۳ روپے ادا ہو چکے ہیں۔

ایک امر جس کا قیادت وقف جدید کی مجالس سے جائز شکوہ ہے یہ ہے کہ اکثر مجالس اپنی ماہانہ رپورٹوں میں وقف جدید کے خانہ کو عموماً نظر انداز کر جاتی ہیں حالانکہ قیادت مرکزیہ کا تاثر یہ ہے کہ جہاں تک وقف جدید کے ضمن میں کوشش اور کام کا تعلق ہے کارگزاری اس سے ضرور زیادہ ہے لیکن اس صورت میں مرکز کام کا اندازہ نہیں کر سکتا اسلئے مجالس کی خدمت میں تاکیداً یہ گزارش ہے کہ وہ اس ضمن میں آئندہ مناسب توجہ دیکر ممنون فرمائیں اور اللہ تعالےٰ ہمیں بھی توفیق بخشے کہ ہم اس ضمن میں اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ انجام دینے کے قابل ہوں۔ آمین

قیادت تجنید

قیادت تجنید کے پروگرام میں دو باتیں شامل ہیں

اوّل۔ گزشتہ سال کے دوران کتنے احباب ۴۰ سال سے زائد عمر کے ہو جانے کی بناء پر خدام سے نکل کر انصار کے ممبر ہوئے۔

اس بارے میں ایک ہزار ۵۰ کی اطلاع ہے جو تجنید سے متعلق رپورٹوں سے معلوم ہوئی ہے۔

دوسری بات جو پروگرام میں شامل تھی وہ نئی مجالس کا قیام ہے۔

اس سلسلہ میں فراہم شدہ اطلاعات کے مطابق اس سال ۸۷ نئی مجالس کا قیام عمل میں آیا اور اس طرح مجالس کی کل تعداد ۶۳۸ ہوگئی ہے جبکہ ربوہ کی ۱۶ مجالس کو اب صرف ایک مجلس شمار کیا گیا ہے۔

قیادتِ ایثار

اسال اشاعت کے لئے الفضل میں ۳۰ اعلان بھجوائے گئے۔ ان میں خدمتِ خلق سے متعلقہ مختلف امور کی طرف توجہ دلائی گئی مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے عظیم خزانہ کے حصول کے لئے بڑی ہی محنت اور تسلسل رکھنے والی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ نئے سال میں امنگ اور جذبہ کے ساتھ خدمت کرنے کا عزم کیا جائے۔ ومما رزقنٰھم ینفقون کے تحت خدا تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں اور قوتوں کے ہزاروں رنگ ہیں۔ کوشش کی جائے کہ ہر ایک رنگ اس کی دکھی مخلوق کے کام آئے۔ خلق جدید کا تقاضا ہے کہ ایثار کی طرف پوری ذمہ داری اور سنجیدگی سے توجہ دی جائے۔ ایثار نام ہے ہمدردی میں ڈوبی ہوئی اس تڑپ کا جس سے نہ راتوں کو نیند آئے اور نہ دن چین سے گزریں۔ علاوہ ازیں ان اعلانات میں سال کے دو مرحلوں پر جبکہ حکومت کی طرف سے شجر کاری کے ہفتے منائے جاتے ہیں۔ درخت کاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ نیز سلسلہ کی دوسری تنظیموں مثلاً خدام الاحمدیہ مرکزیہ بمقامی لجنہ اماء اللہ لوکل انجمن کو بھی اس طرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ سب کے ایک ساتھ کام کرنے کے زیادہ خوشکن نتائج برآمد ہوں۔ ٹاؤن کمیٹی ربوہ کا بھی اس سلسلہ میں تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ نیز محکمہ جنگلات چنیوٹ اور لائل پور سے رابطہ قائم کر کے قیمتاً قلمیں لائی گئیں جو محلہ جات میں تقسیم کر دی گئیں۔ ربوہ کی مجالس کے زعماء کرام کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ کیا جاتا رہا اور اس کے ساتھ ہی دفتر کے احاطہ کے پلاٹوں کے ناغے بھی پُر کئے جاتے رہے۔

•۔ مستحقین کی امداد۔ ۱۱۲۸۶ مستحقین کی مختلف رنگوں میں امداد کی گئی۔ ان میں مریض، یتامیٰ، بیوائیں اور غرباء سب شامل ہیں۔ نادار مریضوں کی تعداد ۷۵۴۵ ہے۔ یتامیٰ، بیواؤں اور غرباء کی تعداد علی الترتیب ۳۴۱، ۳۱۹ اور ۳۰۸۱ ہے۔ ان میں سے ایک حصہ کی ۱۱۴۵ روپے سے مالی امداد بھی کی گئی۔ بعض کو

غلہ بھی دیا گیا۔ بعض کی پارچات سے مدد کی گئی۔ اس کی مجموعی مالیت ۱۱۸۹ روپے بنتی ہے۔

-• **قرض حسنہ**۔ بعض ضرورتمندوں کو کاروباری ضرورتوں کے لئے ۲۹۲۱۵ روپے قرضہ حسنہ دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ۷۶ من غلہ اور بعض دودھ دینے والے جانوروں کا بھی ذکر ہے۔

-• **بیکاروں کی امداد**۔ ۱۹۴ افراد کو کام پر لگا کر پاکستان کے مفید شہریوں میں اضافہ کیا گیا

-• **وقار عمل**۔ اس سال انصار اللہ نے ۸۲ وقار عمل منا کر جوان پود کے لئے اچھی مثال قائم کی۔ کیونکہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ "جائز کام کرنے کی عادت ہر شخص کو ہونی چاہیئے تا کہ کسی کام کے متعلق یہ خیال پیدا نہ ہو کہ یہ بُرا ہے۔"

-• **شجر کاری**۔ ۴۰۷۳ نئے پودے لگا کر ملکی و ملّی خدمت بجا لائی گئی۔ مگر ابھی اس جہت میں بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

-• **فرسٹ ایڈ**۔ ۱۱ افراد کو فرسٹ ایڈ سکھلائی گئی۔

-• **گمشدہ اشیاء**۔ مختلف گمشدہ اشیاء متعلقہ مالکوں تک پہنچائی گئیں۔ ان کی مجموعی مالیت ۳۴۷۸ روپے بنتی ہے۔

-• **عیادت**۔ عیادت ایسے نیک کام کے سلسلہ میں پہلے سے زیادہ بیداری کا رنگ پایا جاتا ہے چنانچہ امسال بہت سے احباب نے ۵۲۳۱ مریضوں کی تیمارداری کر کے ثواب حاصل کیا۔

-• **مسافروں کی تعداد**۔ امسال ۱۶۷۰ مسافروں کی مختلف رنگوں میں امداد کی گئی۔

-• **تجہیز و تکفین**۔ ۱۲ کس کی تجہیز و تکفین میں امداد کی گئی۔

-• **طلباء**۔ ۶۰ طلباء کی مختلف رنگوں میں امداد کی گئی۔

شائع کردہ

شیخ محبوب عالم خالد ایم۔ اے

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

اوّل ۔ گزشتہ سال کے دوران کتنے احباب ۴۰ سال سے زائد عمر کے ہو جانے کی بناء پر خدام سے نکل کر انصار کے ممبر ہوئے ۔

اس بارے میں ایک ہزار ۵۰ کی اطلاع ہے جو تجنید سے متعلق رپورٹوں سے معلوم ہوئی ہے ۔

دوسری بات جو پروگرام میں شامل تھی وہ نئی مجالس کا قیام ہے ۔

اس سلسلہ میں فراہم شدہ اطلاعات کے مطابق اس سال ۸۷ نئی مجالس کا قیام عمل میں آیا اور اس طرح مجالس کی کل تعداد ۶۳۸ ہوگئی ہے جبکہ ربوہ کی ۱۶ مجالس کو اب صرف ایک مجلس شمار کیا گیا ہے ۔

قیادت ایثار

امسال اشاعت کے لئے الفضل میں ۳۰ اعلان بھجوائے گئے ۔ ان میں خدمت خلق سے متعلقہ مختلف امور کی طرف توجہ دلائی گئی مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ لیسے عظیم خزانہ کے حصول کے لئے بڑی ہی محنت اور تسلسل رکھنے والی جدوجہد کی ضرورت ہے ۔ نئے سال میں امنگ اور جذبہ کے ساتھ خدمت کرنے کا عزم کیا جائے ۔ مما رزقنھم ینفقون کے تحت خدا تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں اور قوتوں کے ہزاروں رنگ ہیں ۔ کوشش کی جائے کہ ہر ایک رنگ اس کی دکھی مخلوق کے کام آئے ۔ خلق جدید کا تقاضا ہے کہ ایثار کی طرف پوری ذمہ داری اور سنجیدگی سے توجہ دی جائے ۔ ایثار نام ہے ہمدردی میں ڈوبی ہوئی اس تڑپ کا جس سے نہ راتوں کو نیند آئے اور نہ دن چین سے گزریں ۔ علاوہ ازیں ان اعلانات میں سال کے دو مرحلوں پر جبکہ حکومت کی طرف سے شجر کاری کے ہفتے منائے جاتے ہیں ۔ درخت کاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔ نیز سلسلہ کی دوسری تنظیموں مثلاً خدام الاحمدیہ مرکزیہ بمقامی لجنہ اماء اللہ لوکل انجمن کو بھی اس طرف توجہ دلائی گئی ۔ تاکہ سب کے   ایک ساتھ کام کرنے کے زیادہ خوشکن نتائج برآمد ہوں ۔ ٹاؤن کمیٹی ربوہ کا بھی اس سلسلہ میں تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ۔ نیز محکمہ جنگلات چنیوٹ اور لائل پور سے رابطہ قائم کر کے قیمتاً قلمیں لائی گئیں جو محلہ جات میں تقسیم کر دی گئیں ۔ ربوہ کی مجالس کے زعماء کرام کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ کیا جاتا رہا اور اس کے ساتھ ہی دفتر کے احاطہ کے پلاٹوں کے ناغے بھی پُر کئے جاتے رہے ۔

۵ ۔ مستحقین کی امداد ۔ ۱۱۲۸۶ مستحقین کی مختلف رنگوں میں امداد کی گئی ۔ ان میں مریض ، یتامیٰ بیوائیں اور غرباء سب شامل ہیں ۔ نادار مریضوں کی تعداد ۵۴۷۵ ہے ۔ یتامیٰ ، بیواؤں اور غرباء کی تعداد علی الترتیب ۳۴۱ ، ۳۱۹ اور ۳۰۸۱ ہے ۔ ان میں سے ایک حصہ کی ۵۴۱۱ روپے سے مالی امداد بھی کی گئی ۔ بعض کو

غلہ بھی دیا گیا۔ بعض کی پارچات سے مدد کی گئی۔ اس کی مجموعی مالیت ۱۱۸۹ روپے بنتی ہے۔

-• **قرض حسنہ** ۔ بعض ضرورتمندوں کو کاروباری ضرورتوں کے لئے ۲۹۲۱۵ روپے قرضہ حسنہ دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ۶۷ من غلہ اور بعض دودھ دینے والے جانوروں کا بھی ذکر ہے۔

-• **بیکاروں کی امداد** ۔ ۱۹۴ افراد کو کام پر لگا کر پاکستان کے مفید شہریوں میں اضافہ کیا گیا

-• **وقار عمل** ۔ اس سال انصار اللہ نے ۸۲ وقار عمل منا کر جوان پود کے لئے اچھی مثال قائم کی۔ کیونکہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ "جائز کام کرنے کی عادت ہر شخص کو ہونی چاہیئے تاکہ کسی کام کے متعلق یہ خیال پیدا نہ ہو کہ یہ بُرا ہے۔"

-• **شجر کاری** ۔ ۴۰۷۳ نئے پودے لگا کر ملکی و ملی خدمت بجالائی گئی۔ مگر ابھی اس جہت میں بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

-• **فرسٹ ایڈ** ۔ ۱۱ افراد کو فرسٹ ایڈ سکھلائی گئی۔

-• **گمشدہ اشیاء** ۔ مختلف گمشدہ اشیاء متعلقہ مالکوں تک پہنچائی گئیں۔ ان کی مجموعی مالیت ۸۷۴۳ روپے بنتی ہے۔

-• **عیادت** ۔ عیادت ایسے نیک کام کے سلسلہ میں پہلے سے زیادہ بیداری کا رنگ پایا جاتا ہے چنانچہ امسال بہت سے احباب نے ۵۲۳۱ مریضوں کی تیمارداری کر کے ثواب حاصل کیا۔

-• **مسافروں کی تعداد** ۔ امسال ۱۶۷۰ مسافروں کی مختلف رنگوں میں امداد کی گئی۔

-• **تجہیز و تکفین** ۔ ۱۲ کس کی تجہیز و تکفین میں امداد کی گئی۔

-• **طلباء** ۔ ۶۰ طلباء کی مختلف رنگوں میں امداد کی گئی۔

شائع کردہ

شیخ محبوب عالم خالد ایم۔اے

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ بابت ماہ فتح ۱۳۴۷ھش

فہرست امتحان دہندگان سہ ماہی سوم ۱۳۴۷ھش ۱۹۶۸ء

معیار اوّل

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۱	بہاولنگر	مکرم محمد خان صاحب راتا	اوّل	۲۰	کوئٹہ	مکرم محمد عیسیٰ جان صاحب	اوّل
۲	″	″ ایس ایم اقبال صاحب	″	۲۱	″	″ محمد عبدالحق صاحب جنجوعہ	″
۳	″	″ چوہدری غلام نبی صاحب	″	۲۲	″	″ محمد فاضل صاحب	″
۴	″	″ صوفی فضل محمد صاحب	دوم	۲۳	″	″ فیض الحق خان صاحب	″
۵	″	″ ملک دوست محمد صاحب	اوّل	۲۴	″	″ میاں عبدالقیوم صاحب	″
۶		″ محمد عباس صاحب فاروقی	″	۲۵	″	″ صوبیدار محمد عبدالرحمن صاحب	″
۷	سیالکوٹ	″ چوہدری اللہ دتہ صاحب	دوم	۲۶	″	″ مرزا معظم بیگ صاحب	″
۸	″	″ حکیم سید پیر احمد صاحب	اوّل	۲۷	″	″ شیخ محمد اقبال صاحب	″
۹	″	″ برکت علی صاحب	″	۲۸	اسٹیٹ نصرت آباد	″ سید عابد حسین صاحب	″
۱۰	″	″ کیپٹن سید محمد احمد صاحب	″	۲۹	راولپنڈی	″ بشیر احمد صاحب بھٹی	″
۱۱	کوئٹہ	″ احمد الدین صاحب	دوم	۳۰	″	″ حافظ معین الحق صاحب شمس	″
۱۲	″	″ چوہدری محمد عبداللہ صاحب ڈار	اوّل	۳۱	″	″ محمد نصیب صاحب عارف	″
۱۳	″	″ مرزا محمد صادق صاحب	دوم	۳۲	″	″ عبدالحمید صاحب	دوم
۱۴	″	″ بشیر احمد صاحب	اوّل	۳۳	″	″ قاضی محمد نذیر صاحب	″
۱۵	″	″ چوہدری محمد حیات صاحب	دوم	۳۴	کھنڈو (لاڑکانہ)	″ عبدالغفور صاحب	اوّل
۱۶	″	″ صوبیدار نواب دین صاحب	اوّل	۳۵	سانگھڑ	″ بشیر احمد خان صاحب	″
۱۷	″	″ عبدالحمید خان صاحب	″	۳۶	(سابق صوبہ سندھ)	″ پیر عبدالغنی صاحب	دوم
۱۸	″	″ سید عبدالرشید صاحب	″	۳۷	″	″ پیر فضل الرحمن صاحب	″
۱۹	″	″ میاں جلال الدین صاحب		۳۸	کریم نگر فارم	″ محمد عبداللہ صاحب	اوّل

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۳۹	گولیکی (گجرات)	مکرم چوہدری فتح عالم صاحب	دوم
۴۰	"	" محمد اکبر شاہ صاحب	"
۴۱	"	" پیر محمد اکبر سقراط صاحب	اوّل
۴۲	"	" خوشی محمد صاحب	"
۴۳	"	" اللہ دتہ صاحب	دوم
۴۴	نوشہرہ	" عبد القیوم صاحب	اوّل
۴۵	"	" مرزا عبد الحفیظ صاحب	"
۴۶	لاہور	" عبد الرحمٰن صاحب	"
۴۷	"	" چوہدری محمد عبید اللہ صاحب	"
۴۸	"	" مسعود احمد شاہ صاحب بخاری	دوم
۴۹	"	" سردار بشیر احمد صاحب	اوّل
۵۰	"	" ملک بشیر احمد صاحب	دوم
۵۱	"	" عزیز محمد خان صاحب	اوّل
۵۲	جھنگ صدر	" میاں محمد حسین صاحب	"
۵۳	"	" چودھری محمد عبد العزیز صاحب	"
۵۴	"	" محمد بخش صاحب	"
۵۵	چک 69 R.B (لائلپور)	" ایم۔ عبد الحمید صاحب	دوم
۵۶	"	" قریشی محمد خورشید احمد صاحب	اوّل
۵۷	"	" ماسٹر محمد شفیع صاحب	دوم
۵۸	آنبہ کرم پورہ	" حکیم عبد الرحمٰن صاحب	"
۵۹	"	" حاجی عیسٰے صاحب	"
۶۰	"	" محمد موسٰے صاحب	"
۶۱	لاہور	" عبد الجلیل صاحب عشرت	اوّل
۶۲	گوجرانوالہ	" محمد شفیع صاحب	"
۶۳	ساہیوال	مکرم مستری محمد حسین صاحب	دوم
۶۴	سرگودھا شہر	" غلام رسول صاحب قمر	اوّل
۶۵	کیمبل پور	" میاں عزیز محمد صاحب قریشی	"
۶۶	"	" صلاح الدین صاحب	"
۶۷	"	" پیر عبد الرحمٰن صاحب	"
۶۸	"	" چوہدری انتصار احمد صاحب	"
۶۹	گجرات	" ڈاکٹر احمد حسن صاحب چیمہ	"
۷۰	"	" برکت علی صاحب	دوم
۷۱	"	" عنایت اللہ صاحب	"
۷۲	"	" سردار علی شاہ صاحب	"
۷۳	"	" سید شریف احمد صاحب	اوّل
۷۴	"	" عبد الحق صاحب ملک	"
۷۵	گوجرانوالہ	" محمد اکرم صاحب	"
۷۶	"	" محمد شریف صاحب	"
۷۷	"	" حکیم معراج الدین صاحب	"
۷۸	"	" شیخ عبد الرحیم صاحب	"
۷۹	"	" ملک مظفر احمد صاحب	دوم
۸۰	کنگ جنن	" اکبر علی صاحب	اوّل
۸۱	چک ۲۷ کا چیلو	" صوفی غلام محمد صاحب عاصی	دوم
۸۲	جھنگ صدر	" احمد الدین صاحب	"
۸۳	"	" ایم۔ علی محمد صاحب	اوّل
۸۴	"	" سراج الدین صاحب	"
۸۵	چک بہور ش ۱۱	" حافظ محمد اسمٰعیل صاحب	"
۸۶	"	" سید علی ہاشمی صاحب	دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۸۷	چھور چک ۱۱۷	مکرم غلام احمد صاحب	دوم
۸۸	״	״ محمد ابراہیم صاحب شاد	اوّل
۸۹	سکھر	״ قریشی عبدالرحمٰن صاحب	״
۹۰	״	״ محمد عبدالخالق صاحب	״
۹۱	״	״ محمد رفیع صاحب صوفی	״
۹۲	دوالمیال	״ کیپٹن شیر زمان صاحب	دوم
۹۳	״	״ میجر حبیب اللہ خان صاحب	اوّل
۹۴	خوشاب	״ حافظ عبدالکریم صاحب	״
۹۵	״	״ عبدالرحیم خان صاحب	״
۹۶	״	״ عبدالمنان صاحب	״
۹۷	جہلم	״ مرزا محمد ابراہیم صاحب	دوم
۹۸	״	״ عبدالحلیم صاحب	اوّل
۹۹	״	״ عبدالکریم صاحب	״
۱۰۰	گوجرخان	״ خواجہ ظہورالدین صاحب بٹ	״
۱۰۱	״	״ عبدالواحد صاحب	دوم
۱۰۲	شیخوپورہ	״ چوہدری احمد علی خان صاحب	اوّل
۱۰۳	״	״ مولوی بشیر محمد صاحب	دوم
۱۰۴	״	״ بشیر احمد صاحب قریشی	اوّل
۱۰۵	״	״ مرزا جان عالم بیگ صاحب	دوم
۱۰۶	״	״ حکیم مرغوب اللہ صاحب	اوّل
۱۰۷	چنیوٹ	״ شیخ نذیر احمد صاحب	دوم
۱۰۸	ربوہ دارالصدر شرقی	״ سید عزیز احمد صاحب	اوّل
۱۰۹	״	״ حمید احمد صاحب عباسی	״
۱۱۰	״	״ نور محمد صاحب	״
۱۱۱	ربوہ دارالصدر شرقی	مکرم محمد دین صاحب	اوّل
۱۱۲	״	״ صوفی رمضان علی صاحب	״
۱۱۳	״	״ انور احمد صاحب	״
۱۱۴	״	״ امیر احمد صاحب	״
۱۱۵	״	״ سید عبدالسلام صاحب	״
۱۱۶	״	״ خواجہ عبیداللہ صاحب	״
۱۱۷	״	״ مختار احمد صاحب ہاشمی	״
۱۱۸	״	״ مرزا فتح دین صاحب	״
۱۱۹	دارالنصر غربی	״ حکیم نذیر احمد صاحب	دوم
۱۲۰	دارالیمن غربی	״ محمد اسمٰعیل صاحب اسلم	اوّل
۱۲۱	״	״ عبدالرحمٰن صاحب	״
۱۲۲	״	״ ملک احمد خان صاحب	دوم
۱۲۳	״	״ سردار محمد صاحب	اوّل
۱۲۴	فیکٹری ایریا	״ سید محمد محسن شاہ صاحب	״
۱۲۵	״	״ عبدالمنان صاحب	״
۱۲۶	باب الابواب	״ علی اکبر صاحب	״
۱۲۷	دارالبرکات	״ ناصرالدین صاحب	״
۱۲۸	״	״ راجہ احمد خان صاحب	دوم
۱۲۹	״	״ شرافت احمد صاحب	اوّل
۱۳۰	״	״ میاں چراغ الدین صاحب	״
۱۳۱	״	״ ملک حبیب اللہ خان صاحب	״
۱۳۲	״	״ مرزا محمد صادق صاحب	״
۱۳۳	״	״ ماسٹر امام علی صاحب	״
۱۳۴	رحمت بازار	״ شبیر احمد صاحب	״

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۱۳۵	دارالرحمت شرقی	مکرم غلام محمد صاحب	اوّل
۱۳۶	"	" محمد یوسف صاحب	"
۱۳۷	"	" علی محمد صاحب بی۔ اے بی ٹی	"
۱۳۸	"	" ملک محمد بخش صاحب	دوم
۱۳۹	"	" مرزا برکت علی صاحب	اوّل
۱۴۰	"	" عبدالحق صاحب	دوم
۱۴۱	"	" مولوی احمد حسن صاحب	اوّل
۱۴۲	دارالصدر جنوبی	" محمود احمد صاحب چیمہ	"
۱۴۳	"	" محمد شریف صاحب	"
۱۴۴	"	" سید عبدالرزاق صاحب	"
۱۴۵	"	" جمال الدین صاحب کارکن کالت مال	"
۱۴۶	دارالرحمت غربی	" نور احمد صاحب عابد	"
۱۴۷	"	" حکیم فضل الٰہی صاحب	"
۱۴۸	"	" محمد تقی صاحب	"
۱۴۹	"	" ایم عبدالغنی صاحب	"
۱۵۰	"	" محمد سعید صاحب	"
۱۵۱	"	" حکیم عبدالرحمٰن صاحب	"
۱۵۲	دارالصدر غربی	" محمد شریف صاحب ہاشمی	"
۱۵۳	"	" محفوظ الرحمٰن صاحب	دوم
۱۵۴	"	" حاجی رشید احمد صاحب	"
۱۵۵	"	" ڈاکٹر غلام مصطفٰے صاحب	اوّل
۱۵۶	"	" ملک فضل دین صاحب	"
۱۵۷	"	" قاضی عبدالسلام صاحب	"
۱۵۸	"	" قاری محمد امین صاحب	"
۱۵۹	دارالصدر غربی	مکرم چوہدری ظفر احمد خان صاحب	اوّل
۱۶۰	"	" ماسٹر غلام احمد صاحب	"
۱۶۱	"	" چوہدری اللہ بخش صاحب	"
۱۶۲	"	" شیخ عبدالحمید صاحب	"
۱۶۳	"	" غلام مرتضیٰ صاحب	"
۱۶۴	دارالعلوم غربی	" محمد اقبال حسین صاحب بھٹی	دوم
۱۶۵	"	" عنایت اللہ صاحب	"
۱۶۶	"	" نام نہ معلوم	"
۱۶۷	دارالصدر غربی	" محمد احمد صاحب مولوی فاضل	اوّل
۱۶۸	دارالرحمت وسطی	" ملک محمد شفیع صاحب	"
۱۶۹	"	" ماسٹر عبدالکریم صاحب	دوم
۱۷۰	"	" حکیم رحمت اللہ صاحب	اوّل
۱۷۱	"	" حافظ قدرت اللہ صاحب	"
۱۷۲	"	" محمد عبداللہ صاحب قریشی	"
۱۷۳	"	" روشن دین تنویر صاحب	دوم
۱۷۴	"	" صوفی خدا بخش صاحب زیروی	اوّل
۱۷۵	"	" احمد حسین صاحب باجوہ	دوم
۱۷۶	دارالیمن شرقی	" مظفر حسین صاحب	اوّل
۱۷۷	"	" بشیر احمد خان صاحب	"
۱۷۸	دارالیمن وسطی	" رحمت علی صاحب	"
۱۷۹	"	" فیروز دین صاحب	"
۱۸۰	"	" محمد اسمٰعیل صاحب ٹیچر	"
۱۸۱	"	" ماسٹر شیر علی صاحب	"
۱۸۲	لائلپور	" مولوی عبداللطیف صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۱۸۳	لائلپور	مکرم ڈاکٹر فضل کریم صاحب	اوّل
۱۸۴	"	" بشیر احمد صاحب حوالدار	"
۱۸۵	"	" چوہدری عبدالغنی صاحب	"
۱۸۶	"	" عبدالکریم خان صاحب	"
۱۸۷	"	" چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جیمیہ	دوم
۱۸۸	"	" خورشید احمد صاحب	اوّل
۱۸۹	"	" صدیق احمد صاحب	"
۱۹۰	"	" محمد طفیل صاحب	"
۱۹۱	"	" عیسیٰ خان صاحب	دوم
۱۹۲	"	" منشی محمد خان صاحب	اوّل
۱۹۳	"	" شیخ عبدالعزیز صاحب	"
۱۹۴	"	" قریشی محمد عبداللہ صاحب	"
۱۹۵	"	" عطا حسین شاہ صاحب	"
۱۹۶	"	" سید عالم شاہ صاحب	دوم
۱۹۷	"	" پیر عبدالرحمٰن صاحب	"
۱۹۸	"	" عبدالرشید صاحب	"
۱۹۹	ربوہ	" قاضی عبدالحمید صاحب قادیانی	"
۲۰۰	حیدرآباد	" شوکت حسین صاحب شاد	اوّل
۲۰۱	"	" ڈاکٹر عبدالسلام خان صاحب	"
۲۰۲	چکوال	" ملک مبارک احمد صاحب	دوم
۲۰۳	"	" عبدالرحمٰن صاحب	اوّل
۲۰۴	"	" محمد حسین صاحب	دوم
۲۰۵	کراچی	" چوہدری محمد صادق صاحب	"
۲۰۶	"	" محمد طفیل صاحب	اوّل

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۲۰۷	کراچی	مکرم عزیز اللہ صاحب	اوّل
۲۰۸	"	" مرزا سردار محمد صاحب	دوم
۲۰۹	"	" عبدالحمید صاحب	اوّل
۲۱۰	"	" نذیر احمد صاحب	"
۲۱۱	"	" برکت علی صاحب	دوم
۲۱۲	"	" محمد اسمٰعیل صاحب بقاپوری	اوّل
۲۱۳	"	" آفتاب احمد صاحب بسمل	"
۲۱۴	"	" عبدالرحیم صاحب مدہوش	"
۲۱۵	"	" محمد ابراہیم صاحب	دوم
۲۱۶	"	" سید محمد یوسف صاحب	اوّل
۲۱۷	"	" محمد شفیع صاحب نجیب آبادی	"
۲۱۸	"	" ملک بشیر احمد صاحب	"
۲۱۹	"	" ملک محمد اشرف خان صاحب	"
۲۲۰	"	" چوہدری عبدالمجید صاحب	"
۲۲۱	"	" قریشی خلیل احمد صاحب	دوم
۲۲۲	"	" ملک عطاء الرحمٰن صاحب	"
۲۲۳	"	" مسعود احمد خورشید صاحب	اوّل
۲۲۴	"	" شیخ رحمت اللہ صاحب	"
۲۲۵	"	" میجر سید محمود احمد صاحب بخاری	"
۲۲۶	"	" حکیم عطاء اللہ الٰہی بخش صاحب	"
۲۲۷	"	" چوہدری غلام احمد صاحب	دوم
۲۲۸	"	" محمد بشیر احمد صاحب	اوّل
۲۲۹	"	" نذیر احمد صاحب سیالکوٹی	"
۲۳۰	"	" محمد عبداللہ صاحب مہر	دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۲۳۱	کراچی	مکرم حافظ عبد الغفور صاحب	اوّل
۲۳۲	گوجرانوالہ کینٹ / گوجرانوالہ	" خواجہ عبد العزیز صاحب	"
۲۳۳	"	" نور محمد صاحب	"
۲۳۴	"	" ماسٹر بشیر احمد صاحب	"
۲۳۵	پشاور چھاؤنی	" فضل الرحمٰن صاحب قریشی	"
۲۳۶	"	" سید مبارک احمد صاحب	"
۲۳۷	پشاور	" ملک سعادت احمد صاحب	"
۲۳۸	"	" میاں عبد الرفیق صاحب	"
۲۳۹	"	" میر شاہد احمد صاحب	"
۲۴۰	"	" حبیب احمد صاحب	"
۲۴۱	"	" شیخ محمود احمد صاحب	"
۲۴۲	"	" چوہدری رکن الدین صاحب	"
۲۴۳	"	" حاجی بختیار احمد صاحب	"
۲۴۴	"	" خواجہ محمد شریف صاحب	دوم
۲۴۵	"	" عبد الغفور صاحب	اوّل
۲۴۶	"	" میر عبد الحمید صاحب	دوم
۲۴۷	"	" مرزا مقصود احمد صاحب	اوّل
۲۴۸	"	" مولوی عبد الکریم صاحب	"
۲۴۹	"	" کرامت اللہ خان صاحب	دوم
۲۵۰	"	" خلیل الرحمٰن خان صاحب	اوّل
۲۵۱	"	" مولوی الطاف خان صاحب	"
۲۵۲	"	" محمد یوسف صاحب	دوم
۲۵۳	"	" صوبیدار عبد الکریم صاحب	اوّل
۲۵۴	"	" خورشید عالم صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۲۵۵	پشاور	مکرم رحیم بخش صاحب	اوّل
۲۵۶	منڈی بہاؤالدین	" چوہدری نذیر احمد صاحب	"
۲۵۷	مغلپورہ لاہور	" مبارک احمد صاحب ارشاد	"
۲۵۸	"	" عبد الحکیم صاحب	"
۲۵۹	"	" چوہدری غلام محمد صاحب پرویز	دوم
۲۶۰	"	" ملک عنایت الرحمٰن صاحب	"
۲۶۱	"	" بشیر احمد صاحب بہار	"
۲۶۲	"	" بشیر احمد صاحب	اوّل

معیار دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۱	کوئٹہ	مکرم اسد اللہ خان صاحب	اوّل
۲	"	" فیض محمد خان صاحب	دوم
۳	"	" عبد الرحمٰن خان صاحب	"
۴	"	" عبد السلام خان صاحب	اوّل
۵	"	" رشید احمد صاحب ارشد	"
٦	"	" طفیل محمد صاحب	دوم
۷	"	" مرزا عبد الرشید صاحب	"
۸	"	" اللہ دتہ صاحب ڈار	"
۹	"	" عبد الوحید خان صاحب	اوّل
۱۰	گوجرانوالہ	" بابا عطاء اللہ صاحب	"
۱۱	"	" میاں گلاب الدین صاحب	دوم
۲۲	"	" میاں مہر الدین صاحب	"
۲۳	"	" میاں محمد شریف صاحب	اوّل

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۱۴	گوجرانوالہ	مکرم صوفی عبدالکریم صاحب	اوّل	۳۸	ضلع لائلپور	مکرم حاجی برکت علی صاحب	دوم
۱۵	〃	〃 میاں محمد عبداللہ صاحب	〃	۳۹	〃	〃 چوہدری قائم خان صاحب	〃
۱۶	〃	〃 میاں شیر محمد صاحب	〃	۴۰	〃	〃 برکت خان صاحب	〃
۱۷	〃	〃 میاں فیروزالدین صاحب	دوم	۴۱	〃	〃 فضل احمد صاحب	〃
۱۸	〃	〃 میاں روشن الدین صاحب	〃	۴۲	〃	〃 فضل دین صاحب	〃
۱۹	〃	〃 چوہدری محمد حسین صاحب	〃	۴۳	〃	〃 یعقوب خان صاحب	〃
۲۰	〃	〃 چوہدری محمد مالک صاحب	اوّل	۴۴	〃	〃 مولوی غلام محمد صاحب	〃
۲۱	〃	〃 چوہدری ظفراللہ خان صاحب	دوم	۴۵	〃	〃 سردار محمد بٹ صاحب	〃
۲۲	قمر آباد ضلع نوابشاہ	〃 حاجی کریم بخش صاحب	اوّل	۴۶	〃	〃 میاں لعل دین صاحب	〃
۲۳	〃	〃 چوہدری غلام علی صاحب	دوم	۴۷	〃	〃 منشی خان صاحب	〃
۲۴	〃	〃 چوہدری کرم الدین صاحب	اوّل	۴۸	〃	〃 مولا بخش صاحب	〃
۲۵	〃	〃 چوہدری عالم الدین صاحب	دوم	۴۹	〃	〃 مولوی محمد مصطفٰے صاحب	اوّل
۲۶	〃	〃 چوہدری دل محمد صاحب	〃	۵۰	نصرت آباد سندھ	〃 چوہدری فضل احمد صاحب	〃
۲۷	〃	〃 چوہدری نبی بخش صاحب	〃	۵۱	〃	〃 چوہدری غلام محمد صاحب	دوم
۲۸	آسنبہ کرم پورہ	〃 میاں مہر دین صاحب	〃	۵۲	〃	〃 عبدالرحیم صاحب	اوّل
۲۹	〃	〃 چوہدری غلام حسین صاحب	〃	۵۳	〃	〃 احمد الدین صاحب	〃
۳۰	گھسیٹ پورہ	〃 صادق علی صاحب	〃	۵۴	نصرت آباد	〃 محمد اقبال صاحب	فیل
۳۱	ضلع لائلپور	〃 عالم خان صاحب	〃	۵۵	چک ۲۴ کا چیلو	〃 عبدالعزیز صاحب خالد	اوّل
۳۲	〃	〃 میاں سلطان احمد صاحب	〃	۵۶	〃	〃 میاں فضل دین صاحب	〃
۳۳	〃	〃 غلام رسول صاحب	〃	۵۷	دوالمیال	〃 مستری غلام محمد صاحب	〃
۳۴	〃	〃 حاجی عبدالمجید صاحب	〃	۵۸	جہلم شہر	〃 ماسٹر عبدالرحیم صاحب	دوم
۳۵	〃	〃 میاں احمد علی صاحب	〃	۵۹	دارالیمن ربوہ	〃 عبدالحمید گل صاحب	〃
۳۶	〃	〃 مہر رحمت علی صاحب	〃	۶۰	〃	〃 علی بخش صاحب مالی	〃
۳۷	〃	〃 سردار محمد صاحب گھرتے والا		۶۱	〃	〃 بابا حبیب احمد صاحب	〃

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	درجہ
۶۲	ناظم آباد کراچی	مکرم مولوی صدر الدین صاحب	اوّل	۸۰	منڈی بہاؤالدین	مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب	اوّل
۶۳	"	" سید محمد یوسف شاہ صاحب	دوم	۸۱	کرنی ضلع تھرپارکر	" عطاء اللہ صاحب فرخ	"
۶۴	دارالیمن شرقی	" میاں محمد حسین صاحب	"	۸۲	"	" ماسٹر فضل الدین صاحب	"
۶۵	"	" محمد اسمٰعیل صاحب	"	۸۳	"	" مرزا محمد رفیع صاحب	"
۶۶	"	" مستری محمد ابراہیم صاحب	"	۸۴	"	" ماسٹر محمد شریف صاحب	"
۶۷	حیدرآباد	" چوہدری نواب دین صاحب	اوّل	۸۵	"	" سید شبیر حسین صاحب	"
۶۸	"	" کرم الٰہی صاحب	دوم	۸۶	"	" سید سعید احمد صاحب	"
۶۹	"	" محمد علی صاحب	"	۸۷	"	" محمد اکبر اقبال صاحب	"
۷۰	مغلپورہ لاہور	" مستری محمد زمان صاحب	اوّل	۸۸	"	" ڈاکٹر محمد صدیق صاحب	"
۷۱	"	" مبارک احمد صاحب شاد	"	۸۹	کھوسی	" ڈاکٹر عبدالقادر صاحب	اوّل
۷۲	"	" عبدالحکیم صاحب	"	۹۰	"	" ملک سلطان احمد صاحب	"
۷۳	"	" چوہدری غلام محمد صاحب پرویز	دوم	۹۱	"	" مولوی عبدالکریم صاحب	"
۷۴	"	" ملک عنایت الرحمٰن صاحب	"	۹۲	"	" سید عمر شاہ صاحب	"
۷۵	"	" بشیر احمد صاحب بہادر	"	۹۳	"	" عبدالغفور صاحب میٹھو	"
۷۶	پشاور	" محمد یوسف صاحب	"	۹۴	"	" ماسٹر فضل کریم صاحب	"
۷۷	"	" خورشید عالم	اوّل	۹۵	"	" چوہدری اکبر علی صاحب	"
۷۸	"	" صوبیدار عبدالکریم صاحب	"	۹۶	"	" چوہدری اللہ بخش صاحب	"
۷۹	"	" رحیم بخش صاحب	"	—	—	—	—

معیار اوّل میں ۲۶۴ ارکین نے حصہ لیا جن میں سے ۹۴ درجہ اوّل اور باقی ۷ درجہ دوم میں آئے۔ مکرم محمد احمد صاحب مولوی فاضل دار الصدر غربی ربوہ اوّل رہے۔ اور مکرم ملک دوست محمد صاحب آف بہاولنگر دوم۔ معیار دوم میں ۹۶ ارکین کرام شامل ہوئے جن میں سے ۴۴ درجہ اوّل میں آئے اور ۹۳ درجہ دوم میں۔ ایک دوست فیل ہوئے

حبیب اللہ خان
قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

جو کچھ بیان کیا جائے اسے توجہ اور غور سے سنو

جو توجہ سے نہیں سنتا وہ کوئی فیض حاصل نہیں کر سکتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہئیے۔ پورے غور اور فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا معاملہ ہے۔ اس میں سستی غفلت اور عدم توجہ بہت برے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جاوے تو غور سے اس کو نہیں سنتے ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور موثر کیوں نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں اور دل رکھتے ہوں پر سمجھتے نہیں۔ پس یاد رکھو جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا وہ خواہ عرصۂ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

جب خدا تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں مامور کر کے بھیجتا ہے تو اس وقت دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو ان کی باتوں پر توجہ کرتے اور کان دھرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اسے پورے غور سے سنتے ہیں۔ یہ فریق وہ ہوتا ہے جو فائدہ اٹھاتا ہے اور سچی نیکی اور اس کے برکات و ثمرات کو پا لیتا ہے۔ دوسرا فریق وہ ہوتا ہے جو ان کی باتوں کو توجہ اور غور سے سننا تو ایک طرف رہا ہنسی کرتا اور ان کو دکھ دینے کے لئے منصوبے سوچتا اور کوشش کرتا ہے ....

انسان اپنے ہی حربہ سے ہلاک ہوتا ہے۔ جو لوگ توجہ نہیں کرتے اور اس (مامور من اللہ) کے وجود کو بے سود اور فضول قرار دیتے ہیں اور اس کی پاکیزہ باتوں پر کوئی غور نہیں کرتے اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ وہ محروم رہ جاتے ہیں"

(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۲ء)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں طبع ہوا